سُوْرَةُ الْأَعْرَافِ پارہ ۸

سورہ اعراف مکی سورتوں میں سے ہے اور بنیادی عقاید پہ بحث کرتی ہے اسلام کی اساس توحید خالص پر ہے بندے کا تعلق اللہ کریم سے ایسا ہے کہ اپنی ہر ضرورت اسی کے سامنے پیش کرے اور اپنا سارا عجز و نیاز اسی کے در پہ نچھاور کرے یہی بحث گذشتہ سورت میں ہے اس سورہ میں مضمون کو آگے بڑھاتے ہوئے زیادہ زور اثباتِ رسالت پہ ہے اس لیے کہ از خود تو کوئی بھی انسان عظمتِ باری کو نہیں پا سکتا نہ انسانی حواس کی رسائی اس ذات تک ممکن ہے اللہ کی معرفت ایک کیفیت ہے جو قلوب انسانی پہ وارد ہوتی ہے اور اللہ کی طرف سے یہ خزانہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوتا ہے جبھی تو کلام باری دل پہ نازل ہوتا ہے پھر انبیاء یہ نعمت اپنی امت میں تقسیم فرماتے ہیں اسی کو تزکیہ کا نام دیا گیا ہے یعنی جس دل میں یہ نور پہنچتا ہے اس کا تزکیہ ہو جاتا ہے اور تب جا کر وہ تعلیم کتاب و حکمت کے قابل ہوتا ہے لہٰذا معرفتِ رسول ہی معرفتِ الٰہی کی بنیاد ہے تو اس سورہ میں زیادہ بحث اثبات رسالت سے ہے جس کے عقلی اور نقلی دونوں طرح کے دلائل کے ساتھ گذشتہ انبیاء اور ان کی امتوں کے حالات کردئے اور نتائج اور بالآخر توحیدِ باری کی بحث ہے ضمناً احکام بھی ارشاد ہوتے ہیں کہ معرفت کی دلیل اطاعت ہی تو ہے۔

رکوع نمبر ۱　　آیات ۱ تا ۱۰　　ولو اننا ۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
الٓمّٓصٓ ① كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا
يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ
بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ②
اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ
وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ؕ
قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ③

شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے ○
المص ① (اے محمدؐ یہ) کتاب (جو) تم پر نازل ہوئی ہے اس سے
تمہیں تنگدل نہیں ہونا چاہیے (یہ نازل) اس لئے (ہوئی ہے) کہ تم اس کے
ذریعے سے (لوگوں کو) ڈر سناؤ اور (یہ) ایمان والوں کیلئے نصیحت ہے ②
(لوگو) جو کتاب تم پر تمہارے پروردگار کے ہاں سے نازل ہوئی
ہے اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور رفیقوں کی پیروی
نہ کرو (اور) تم کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو ③

THE HEIGHTS

Revealed at Mecca

In the name of Allah, the Beneficent, the Merciful.

1. Alif. Lâm. Mîm. Sâd.[1]

2. (It is) a Scripture that is revealed unto thee (Muhammad)—so let there be no heaviness in thy heart therefrom—that thou mayest warn thereby, and (it is) a Reminder unto believers.

3. (Saying): Follow that which is sent down unto you from your Lord, and follow no protecting friends beside Him. Little do ye recollect!

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا
بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ﴿۴﴾
فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ
اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۵﴾
فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَ
لَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۶﴾
فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا
غَآئِبِيْنَ ﴿۷﴾
وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ
مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸﴾
وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ
الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا
بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ﴿۹﴾
وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا
لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۰﴾ ع

اور کتنی ہی بستیاں ہیں کہ ہم نے تباہ کر ڈالیں جن پر ہمارا عذاب (یا تو رات کو) آتا تھا جبکہ وہ سوتے تھے یا (دن کو) جب وہ قیلولہ (یعنی دوپہر کو آرام) کرتے تھے (۴)
تو جس وقت ان پر عذاب آتا تھا ان کے منہ سے یہی نکلتا تھا کہ (ہائے) ہم (اپنے اوپر) ظلم کرتے رہے (۵)
تو جن لوگوں کی طرف پیغمبر بھیجے گئے ہم ان سے بھی پرسش کریں گے اور پیغمبروں سے بھی پوچھیں گے (۶)
پھر اپنے علم سے ان کے حالات بیان کریں گے اور ہم کہیں غائب تو نہیں تھے (۷)
اور اس روز (اعمال کا) تلنا برحق ہے۔ تو جن لوگوں کے (عملوں کے) وزن بھاری ہوں گے وہ تو نجات پانے والے ہیں (۸)
اور جن کے وزن ہلکے ہوں گے تو یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے تئیں خسارے میں ڈالا اس لئے کہ ہماری آیتوں کے بارے میں بے انصافی کرتے تھے (۹)
اور ہم ہی نے زمین میں تمہارا ٹھکانا بنایا اور اس میں تمہارے لئے سامان معیشت پیدا کئے (مگر) تم کم ہی شکر کرتے ہو (۱۰)

4. How many a township have We destroyed! As a raid by night, or while they slept at noon, Our terror came unto them.

5. No plea had they, when Our terror came unto them, save that they said: Lo! We were wrong-doers.

6. Then verily We shall question those unto whom (Our message) hath been sent, and verily We shall question the messengers:

7. Then verily We shall narrate unto them (the event) with knowledge, for verily We were not absent (when it came to pass).

8. The weighing on that day is the true (weighing). As for those whose scale is heavy, they are the successful.

9. And as for those whose scale is light: those are they who lose their souls because they disbelieved Our revelations.

10. And We have given you (mankind) power in the earth, and appointed for you therein a livelihood. Little give ye thanks!

اسرار و معارف

کتاب کا مفہوم

حروفِ مقطعات کے متعلق شروع میں ہی عرض کیا جا چکا ہے کہ اِنَّهَا سِرٌّ بَيْنَ اللهِ وَرَسُوْلِهٖ نیز جنہیں قلبِ اطہر سے نسبتِ تام نصیب ہو جائے اللہ کی عطا سے وہ بھی اپنی حیثیت کے مطابق آگاہ ہو جاتے ہیں ان پر ایمان ضروری ہے اور تلاوت سے وہ فائدہ جو مقصود ہے نصیب ہو جاتا ہے لہٰذا ہر کس و ناکس کو معانی کی کرید نہ کرنا چاہیئے۔

یہ کتاب ہے جامع مکمل اور سچی محض اوراق لکھ کر جوڑ دینا کتاب کا مفہوم ادا نہیں کرتا اس لیے کہ ہر کتاب کسی موضوع پر ہوتی ہے اور حق یہ ہے کہ اسے موضوع کے بارے مکمل سچی اور حتمی بات قاری تک پہنچانا چاہیئے۔ انسانی اندازے تو ہوتے ہیں قطعی بات کہنا اللہ کے سوا کسی کے بس میں نہیں اس مفہوم کو صرف اللہ کی کتاب پورا کرتی ہے

لہٰذا ارشاد ہوا یہ کتاب ہے اور اللہ کی طرف سے آپ ﷺ پر نازل کی گئی ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ نافرمانوں کو اعمال بد کے خطرناک نتائج سے بروقت خبردار کر دیجیے اور ایمان لانے والوں کو وہ طریقہ تعلیم فرمائیے کہ جن سے وہ زیادہ سے زیادہ قرب الٰہی حاصل کر سکتے ہیں لہٰذا آپ کو غمگین نہ ہونا چاہیے کہ اللہ کا ذاتی کلام ہے کتنی مشقت اٹھا کر لوگوں تک پہنچایا جاتا ہے لیکن بدنصیب مان کر نہیں دیتے جس کے نتیجے میں جہنم میں گریں گے ہمیشہ کے لیے عذاب سے دوچار ہوں گے لوگ اگر ایسا کرتے ہیں تو یہ ان کی اپنی پسند اور ذاتی انتخاب ہے آپ اس پر دلگیر نہ ہوا کریں۔

یہ رحمت عالم ﷺ کی فطری شفقت تھی کہ معاندین کے انجام کا دکھ محسوس فرماتے تھے تو متعلقین پر کتنا کرم ہوگا کاش مسلمان اندازہ کر سکے اور صرف اس لیے اللہ کی اطاعت کرے کہ نافرمانی پہ صرف اپنا نقصان ہی مرتب نہ ہوگا رحمت عالم ﷺ کو بھی پریشانی لاحق ہوگی نیز یہ واضح ہوگیا کہ مفاہیم کتاب بیان کرنا منصب رسالت ہے ہر کوئی محض لغت سے معانی مقرر کرنے کا نہ مجاز ہے، نہ کسی میں اس کی استعداد، اسی لیے تفسیر صرف وہ معتبر ہوگی جو حدیث اور سنت سے ثابت ہو۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر تزکیہ قلب نصیب نہ ہو تو آدمی اپنے پر جبر کر کے اطاعت کی صورت تو بنا سکتا ہے لطفِ غلامی سے ناآشنا ہی رہتا ہے۔

لوگو یہ تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے یعنی اس کی ربوبیت کا تقاضا ہے کہ نہ صرف تمہاری جسمانی اور دنیوی حاجات کو پورا کرے بلکہ روحانی اور اخروی و ابدی ضروریات کی تکمیل بھی اشد ضروری ہے لہٰذا رب جلیل نے اس کا اہتمام کر دیا اب جس طرح زندہ رہنے کے لیے غذا کھاتے تندرستی کے لیے دوا لیتے ہو اسی ابدی راحت کے لیے اطاعت اور عبادت کی ضرورت ہے اور یہ تمہارا کام ہے کہ آگے بڑھ کر اس پیغام کو سینے سے لگا لو زندگی ہار دو مگر آخرت کو ہاتھ سے جانے نہ دو یہ کام اسی صورت ممکن ہے کہ تم ساری امیدیں اللہ سے وابستہ کر لو اور اس کے بغیر کسی سے امید نہ رکھو ورنہ جس سے امید باندھو گے اسی کی غلامی میں گرفتار ہو جاؤ گے بات بڑی سادہ ہے مگر ہمیشہ کم ہی لوگ سمجھ پائے ہیں دنیا کی چکا چوند میں ایسے کھو جاتے ہیں کہ گناہ کرتے کرتے اس حد پہ جا پہنچے کہ حیات دنیا میں عذاب الٰہی کا شکار ہوئے کتنی قومیں راتوں رات تباہ ہو گئیں اپنے حال میں مست اور عیش کوشیوں میں مصروف کوئی دن کو لیٹے اور پھر اٹھنا نصیب نہ ہوا یہ لوگ اسی زمین پہ آباد تھے اور احکام الٰہی کو خاطر میں نہ لاتے تھے حتیٰ کہ جب گرفت

ہیں آئے تو بے اختیار کہہ اٹھے کہ بلاشک ہم ہی غلط کار تھے آخر ہماری بے راہ روی رنگ لائی کیا ان کے حالات تمہارے لیے عبرت کا سامان نہیں ؟

دنیا محض تماشا نہیں بلکہ انبیاء و مرسلین تک سے ان کی ذمہ داریوں کے بارے پوچھا جائے گا کہ انہوں نے اللہ کی بات پہنچا دی تھی یا نہیں باوجود اس کے کہ سب نبی معصوم ہوتے ہیں اور پوری زندگی کی توانائیاں صرف اس مقصد پہ صرف کرتے ہیں جس کے لیے مبعوث ہوں حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے خطبہ حج میں یہی بات ارشاد فرما کر صحابہ کرام سے پوچھا تھا کہ تم لوگ میرے بارے کیا شہادت دو گے تو سب نے عرض کیا کہ آپ نے پہنچانے کا حق ادا کر دیا تو آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر تین بار فرمایا اَللّٰھُمَّ اَشْھَدْ اے اللہ گواہ رہنا۔

جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے پرسش ہو گی اگرچہ سب نے پوری پوری محنت کی تو بھلا جن کی طرف نبی بھیجے گئے وہ کیسے بچ سکیں گے کہ ان میں سے اکثر نے بات سننا بھی گوارا نہ کیا لہٰذا اس بات کی پوری تحقیق ہو گی اور چھوٹے سے چھوٹا کام جو لوگوں کو یاد بھی نہ ہو گا۔ اللہ کریم فرماتے ہیں ہم یاد دلائیں گے ہم کہیں غیر حاضر تو نہ تھے تم نے جو کچھ کیا اللہ کے روبرو کیا اور ہر بات اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔

آج دارِ دنیا میں تو سمجھتے ہو کہ جابر یا دولت مند کا پلہ بھاری ہے اقتدار سے خائف رہتے ہو یا مل جائے تو ناز کرتے ہو مگر اس دن ٹھیک تول کیا جائے گا انسانوں کا ان کے عقائد اور اعمال کا ہر چیز میزان میں رکھ دی جائے گی پورے پورے انصاف کے ساتھ یعنی اعمال کو محض اس لیے آسان نہ جانو کہ ان کا کوئی جرم ہی نہیں یا یہ مجسم تو ہیں نہیں پھر ان کا وزن کیسا اللہ قادر ہے یہ بھی مجسم ہوں گے انہیں جسم عطا کرنے پہ بھی قادر ہے اور بغیر جسم دیئے کیفیات کو لینے پہ بھی قدرت رکھتا ہے لہٰذا ایک پلڑے میں نافرمانیاں اور ایک پلڑے میں اطاعت رکھ دی جائے گی جس کی اطاعت کا پلڑا بھاری ہو گا وہی کامیاب ہو گا اگر نیکی کا پلڑا ہلکا اور گناہ کا بھاری ثابت ہوا تو بقدر گناہ جہنم میں جانا ہو گا جو بہت بڑا نقصان ہے کہ ناروا طریقے اختیار کر کے دولت یا شہرت و اقتدار حاصل کیا تھا تو وہ بھی گیا اور جہنم کی مصیبت اسکے سوا گلے پڑی اس نقصان کا بنیادی سبب یہی آیاتِ الٰہی کا انکار ہے کفر تو گناہ ہی ایسا ہے جس کے ساتھ کوئی نیکی سرے سے اپنا وجود ہی نہیں رکھتی لہٰذا ہمیشہ دوزخ کو سدھارے گا سوائے اس کے اللہ کریم رحم کر دے کہ ایمان رحمت کا محل تو ہے۔ مفسرین نے یہاں مختلف اعمال کی فضیلت ترازو میں ان

کا بھاری ہونا اور تولنے کی کیفیت کافی بحث فرمائی ہے۔ لہٰذا ایمان ہو تو امیدِ نجات بھی ہے اگر جہنم جانا پڑا تو بھی ہمیشہ تو نہ رہے گا اور کفر ہمیشہ کی مصیبت ہے۔

چاند پر یا دوسرے سیاروں پر آبادی

دیکھو ہم نے زمین میں تمہارا ٹھکانہ بنا دیا اور اس میں تمہاری ضرورت کی ہر شے مہیا کر دی اس سے واضح ہے کہ انسان کی قدرتی حیات کے اسباب کرہ ارض پر ہی ہیں چاند پر اگر آباد ہونا چاہے یا کسی دوسرے سیارے پر تو زندگی کے اسباب یہاں سے لے کر جائے گا حتیٰ کہ غذا کے علاوہ ماحول موسم اور فضا تک یعنی آکسیجن تک زمین سے جائے گی تو پھر وہاں رہنا کس قدر دشوار اور غیر طبعی ہو گا یہ بات بھی جواب طلب ہے کہ وہاں نسل چل سکے گی کاش یہ اربوں ڈالر جو وہاں جانے کے لیے خرچ ہو رہے ہیں زمین ہی پر انسان کی بہتری کے لیے صرف ہوتے۔

اتنی بے شمار نعمتوں کے باوجود بہت کم لوگ ایسے ہیں جو شکر ادا کرتے ہیں یعنی اطاعت اختیار کرتے ہیں۔

رکوع نمبر ۲ آیات ۱۱ تا ۲۵ وَلَوْ اَنَّنَا ۹

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ
قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا
اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ⑪
قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ۭ
قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ
وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ⑫
قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ
تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ⑬
قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ⑭
قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ⑮
قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ
صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ⑯
ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ

اور ہم ہی نے تم کو (ابتدا میں مٹی سے) پیدا کیا پھر تمہاری شکل صورت بنائی پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا لیکن ابلیس۔ کہ وہ سجدہ کرنے میں (شامل) نہ ہوا ⑪
(خدا نے) فرمایا جب میں نے تجھ کو حکم دیا تو کس چیز نے تجھے سجدہ کرنے سے باز رکھا اس نے کہا کہ میں اس سے افضل ہوں مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے بنایا ہے ⑫
فرمایا تو (بہشت سے) اتر جا تجھے شایاں نہیں کہ یہاں غرور کرے پس نکل جا۔ تو ذلیل ہے ⑬
اس نے کہا کہ مجھے اس دن تک مہلت عطا فرما جس دن لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے ⑭
فرمایا (اچھا) تجھ کو مہلت دی جاتی ہے ⑮
(پھر) شیطان نے کہا کہ مجھے تو تو نے ملعون کیا ہی ہے میں بھی تیرے سیدھے رستے پر ان (کو گمراہ کرنے) کے لیے بیٹھوں گا ⑯
پھر ان کے آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں سے اور بائیں سے

11. And We created you, then fashioned you, then told the angels: Fall ye prostrate before Adam! and they fell prostrate, all save Iblis, who was not of those who make prostration.
12. He said: What hindered thee that thou didst not fall prostrate when I bade thee? (Iblis) said: I am better than him. Thou createdst me of fire while him Thou didst create of mud.
13. He said: Then go down hence! It is not for thee to show pride here, so go forth! Lo! thou art of those degraded.

14. He said: Reprieve me till the day when they are raised (from the dead).
15. He said: Lo! thou art of those reprieved.
16. He said: Now, because Thou hast sent me astray, verily I shall lurk in ambush for them on Thy Right Path.
17. Then I shall come upon them from before them and

خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ ۖ
وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ﴿١٧﴾
قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُومًا مَدْحُورًا ۖ لَمَنْ
تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿١٨﴾
وَيَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ
فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا
هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿١٩﴾
فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا
مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْآتِهِمَا وَقَالَ
مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَٰذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا
أَنْ تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ ﴿٢٠﴾
وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ ﴿٢١﴾
فَدَلَّاهُمَا بِغُرُورٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ
بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ
عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ ۖ وَنَادَاهُمَا
رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ
وَأَقُلْ لَكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿٢٢﴾
قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ
تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٢٣﴾
قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۖ
وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ
إِلَىٰ حِينٍ ﴿٢٤﴾
قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَ
مِنْهَا تُخْرَجُونَ ﴿٢٥﴾

(غرض ہر طرف سے) آؤنگا (اور اُن کی راہ ماروں گا) اور تو ان
میں اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا ﴿۱۷﴾
(خدا نے) فرمایا نکل جا یہاں سے پاجی، مردود۔ جو لوگ انمیں سے تیری
پیروی کرینگے میں (انکو اور تجھکو جہنم میں ڈالکر) تم سب سے جہنم کو بھر دونگا ﴿۱۸﴾
اور (ہم نے) آدم (سے کہا کہ) تم اور تمہاری بیوی بہشت میں
رہو سہو اور جہاں سے چاہو (اور جو چاہو) نوش جان کرو مگر
اس درخت کے پاس نہ جانا، ورنہ گنہگار ہو جاؤ گے ﴿۱۹﴾
تو شیطان دونوں کو بہکانے لگا تاکہ اُن کے ستر کی چیزیں جو
اُن سے پوشیدہ تھیں کھول دے اور کہنے لگا کہ تم کو تمہارے
پروردگار نے اس درخت سے صرف اس لئے منع کیا ہو کہ تم
فرشتے نہ بن جاؤ یا ہمیشہ جیتے نہ رہو ﴿۲۰﴾
اور اُن سے قسم کھا کر کہا کہ میں تو تمہارا خیر خواہ ہوں ﴿۲۱﴾
غرض (مردود نے) دھوکا دیکر انکو (معصیت کیطرف) کھینچ ہی لیا جب انہوں نے
اس درخت (کے پھل) کو کھا لیا تو انکے ستر کی چیزیں کھل گئیں اور وہ
بہشت کے (درختوں کے) پتے توڑ توڑ کر اپنے اوپر چپکانے (اور ستر چھپانے) لگے
تب انکے پروردگار نے انکو پکارا کہ کیا میں نے تمکو اس درخت (کے پاس جانے)
سے منع نہیں کیا تھا اور جتا نہیں دیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے؟ ﴿۲۲﴾
دونوں عرض کرنے لگے کہ پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر
تو ہمیں نہیں بخشیگا اور ہم پر رحم نہیں کریگا تو ہم تباہ ہو جائینگے ﴿۲۳﴾
(خدا نے) فرمایا (تم سب بہشت سے) اتر جاؤ (اب سے) تم ایک دوسرے
کے دشمن ہو اور تمہارے لئے ایک وقت (خاص) تک زمین پر
ٹھکانا اور (زندگی کا) سامان (کر دیا گیا) ہے ﴿۲۴﴾
(یعنی) کہا کہ اسی میں تمہارا جینا ہوگا اور اسی میں مرنا اور
اسی میں سے (قیامت کو زندہ کرکے) نکالے جاؤ گے ﴿۲۵﴾

from behind them and from their right hands and from their left hands, and Thou wilt not find most of them beholden (unto thee).

18. He said: Go forth from hence, degraded, banished. As for such of them as follow thee, surely I will fill hell with all of you.

19. And (unto man): O Adam! Dwell thou and thy wife in the Garden and eat from whence ye will, but come not nigh this tree lest ye become wrong-doers.

20. Then Satan whispered to them that he might manifest unto them that which was hidden from them of their shame, and he said: Your Lord forbade you from this tree only lest ye should become angels or become of the immortals.

21. And he swore unto them (saying): Lo! I am a sincere adviser unto you.

22. Thus did he lead them on with guile. And when they tasted of the tree, their shame was manifest to them and they began to hide (by heaping) on themselves some of the leaves of the Garden. And their Lord called them, (saying): Did I not forbid you from that tree and tell you: Lo! Satan is an open enemy to you?

23. They said: Our Lord! We have wronged ourselves. If Thou forgive us not and have not mercy on us, surely we are of the lost!

24. He said: Go down (from hence), one of you a foe unto the other. There will be for you on earth a habitation and provision for a while.

25. He said: There shall ye live, and there shall ye die, and thence shall ye be brought forth.

اسرار و معارف

انسانی زندگی محض ایک حادثہ نہیں اور نہ یہ نیک و بدی آویزش محض کھیل ہے اس کا ایک پس منظر ہے
جو تمہاری بھلائی کے لیے بیان کر دیا جاتا ہے مقصد سامنے آ جائے گا تو کامیابی اور ناکامی کا اندازہ کرنا تمہیں آسان
ہوگا اب تو صرف مادی ترقی کو کمال سمجھ رہے ہو پھر جان سکو گے کہ اول ضرورت روحانی ترقی کی ہے مادی کمالات

اس کے تابع ہیں اگر روحانی ارتقا سے آدمی محروم ہو جائے تو مادی انکشافات دکھوں میں اضافہ ہی کرتے ہیں ان میں سے بھی بھلائی اور بہتری کا پہلو رخصت ہو جاتا ہے۔ اصل بات یوں ہے۔

انانیت

کہ ہم نے تمہیں یعنی تمہارے جد آدم علیہ السلام کو اس طرح پیدا فرمایا کہ ان کا مادہ تخلیق فرمایا پھر اسے یکجا کر کے ایک بہترین صورت عطا کی پھر اسے کائنات کے بارے علوم عطا فرماتے اور یوں مدتوں پہلے سے پیدا شدہ نوری اور اطاعت شعار مخلوق یعنی فرشتوں پر بھی اسے اس قدر برتری بخشی کہ انہیں سجدہ کرنے کا حکم دیا سب نے سر تسلیم خم کر دیا مگر ایک ابلیس جو جنوں میں تھا مگر اپنی عبادت و مجاہدے سے فرشتوں کے ساتھ دینے کا درجہ پالیا تھا وہ نہ جھکا اور سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ فرمایا پوچھا گیا کہ جب بارگاہِ صمدیت سے حکم تھا تو تجھے کونسی بات مانع ثابت ہوئی کیوں تعمیل ارشاد سے محروم رہا۔ تو پکار اٹھا "اللہ میں اس سے بہتر ہوں" اسی کو انانیت کہا گیا ہے کہ آدمی جب ان اوصاف یا کمالات کو دیکھتا ہے جو اس کی ذات میں واقعی موجود ہوں تو بجائے اللہ کا شکر ادا کرنے کے ان پر اکڑ جاتا ہے اور خود کو انکا اہل سمجھنا شروع کر دیتا ہے چونکہ یہ سخت ترین گناہ اور ایسا جرم ہے جس پر ابلیس بھی رد ہوا لہذا وہ کوشش کرتا ہے کہ جو آدمی بھی قابو آئے اسے اسی گناہ میں مبتلا کرے تاکہ وہ ہلاکت و بربادی میں اس کا ساتھی بن جائے اگر غور کریں تو دنیا میں سب خرابیوں کی جڑ یہی جملہ ہے اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡہُ میں اس سے بہتر ہوں اعاذنا اللہ منہا اور اس پر دلیل یہ دی کہ آپ نے مجھے آگ سے پیدا فرمایا اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے۔ جاہل کہیں کا یہ کیسے ثابت ہے کہ آگ مٹی سے بہتر ہے لیکن اس بحث کی ضرورت بھی کیا ہے جب خود یہ اقرار کر رہا ہے کہ خالق آپ ہی ہیں آپ ہی نے مجھے آگ سے اور انہیں مٹی سے پیدا فرمایا ہے تو یہ کیوں نہ جان سکا کہ حکم بھی تو وہی ہستی دے رہی ہے لہذا کون بہتر ہے اور کون نہیں وہ خوب جانتا ہے مگر تکبر جو اس کے اندر تھا اس نے اسے اندھا کر دیا۔

تکبر کے باوجود ترقی ہوتی ہے مگر پائیدار نہیں

ارشاد ہوا یہاں سے یعنی آسمانوں سے نیچے چلے جاؤ تمہیں یہ زیب نہیں دیتا تھا کہ ان رفعتوں پہ تکبر کا اظہار کرو نکل جاؤ کہ تم ذلیل ہو۔

یہی حال بعض طالبوں کا ہوتا ہے کسی شیخ کامل کی صحبت نصیب ہو تو مراقبات اور درجات روحانی طے

کرتے جاتے ہیں اگرچہ اندر اپنی بڑائی کا خیال ہی چھپا ہوا ہو مگر ایسے لوگ آخر کار اظہارِ تکبر پہ یک لخت گر کر تباہ ہو جاتے ہیں اور لوگوں کی گمراہی اور تباہی کا سبب بنتے ہیں یاد رہے مخلصین کو گمراہ نہیں کر سکتے انہیں کو ساتھ ملاتے ہیں جن میں یہ مادہ ہو کہنے لگا اللہ مجھے یومِ حشر تک زندہ رہنے دے تو اللہ نے ایک خاص وقت مہلت عطا فرما دی۔ اللہ قادر ہے دنیا میں کافر کی دعا بھی قبول کرے تو اسے کوئی مانع نہیں مگر آخرت میں کافر کی دعا قبول نہ فرمائے گا یہ اس کا اپنا فیصلہ ہے ابلیس نے تو حشر تک مہلت بخشی اور تھوڑی سی تبدیلی سے دعا قبول فرمائی حدیث شریف میں وضاحت ہے کہ جب دنیا فنا ہو گی یعنی پہلا نفخہ ہو گا تو ابلیس کو موت آئے گی۔

کافر کی دعا

کہنے لگا جس طرح تو نے مجھے گمراہ کر دیا میں بھی تیری راہ میں ڈیرہ ڈالوں گا اور اولاد آدم علیہ السلام کو ہر طرف سے گھیرنے کی اور راستے سے بھٹکانے کی پوری کوشش کروں گا اور اے اللہ تو دیکھ لے گا کہ اکثر تیری ناشکری کریں گے اور میری بات مانیں گے۔

گناہ کی نسبت تقدیر کی طرف کرنا شیطانی کام ہے

فرمایا دفع ہو جا ذلیل و خوار اور رد ہو کر تیرا ٹھکانہ تو جہنم ہے یہی جو تیری اطاعت کریں گے ان کو بھی تیرے ہمراہ کر دونگا یہ حالت تب ہوتی ہے جب گناہ سے دل سیاہ ہو جائے تو آدمی برائی کو تقدیر کا اثر بتا کر اللہ کے ذمہ کرنے لگتا ہے اور بارگاہِ الٰہی میں شیطان کی طرح بے باک ہو جاتا ہے۔

آدم علیہ السلام کو حکم دیا آپ اور آپ کی زوجہ محترمہ دونوں جنت میں رہو اور جو چاہو کھاؤ پیو مگر اس ایک درخت کے قریب مت جانا ورنہ غلط کام کر بیٹھو گے۔ ابلیس کو یہ خبر تھی کہ اس غذا سے انسانی توالد و تناسل کے آلات اپنا کام کرنے لگیں گے اور ظاہر ہو جائیں گے جن سے ابھی آدم علیہ السلام آگاہ نہ تھے کمالِ قدرت دیکھنے جہان کی اشیاء کا علم عطا کر دیا مگر اپنے وجود کے اسرار سے ابھی واقف نہ تھے لہٰذا ابلیس نے وسوسے القا کرنے شروع کر دیئے اور کہنے لگا اگر تم یہ کھا لو تو فرشتوں کی طرح ہو جاؤ گے اور یہیں ہمیشہ رہنے لگو گے پھر تمہیں زمین پہ جانے کی ضرورت پیش نہیں آئیگی اس پہ اللہ کی قسمیں دیں کہ صرف آپ کی بھلائی کے لیے کہہ رہا ہوں وہ دھوکے میں آ گئے ان کے دل تو شفاف تھے وہ یہ بھی نہ کر سکے کہ کوئی جھوٹ پہ بھی اللہ کی قسم کھا سکتا ہے مگر ابلیس کا

دل سیاہ تھا ان کے سامنے قسمیں دیں تو جب انہوں نے وہ پھل چکھا ہی تھا کہ ان کی شرمگاہیں ظاہر ہو گئیں تب وہ جنت کے بڑے بڑے پتوں سے جسم ڈھانپنے لگے تو ارشاد ہوا کیا اس پھل کے کھانے سے روکا نہیں گیا تھا اور یہ بتا نہیں دیا تھا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اگرچہ ان سے دھوکا ہوا مگر حکم الٰہی کے خلاف تو صادر ہوا تھا لہٰذا پکار اٹھے اے ہمارے پروردگار اے ہماری امیدوں کے مرکز ہم اپنی جانوں پہ زیادتی کر چکے اب اگر تیری رحمت و مغفرت ہمیں تھام نہ لے تو ہمارا کوئی ٹھکانہ نہیں فرمایا ٹھیک ہے اب تم جاؤ زمین پہ رہو بسو وہیں تمہاری دنیا کی زندگی ہے اور وہیں تمہیں اور تمہاری نسل کو موت آئے گی لیکن یہ بات یاد رکھو کہ اب یہ دشمنی تمہارے درمیان چلتی رہے گی لہٰذا اس سے غافل نہ ہو جانا کہ تمہیں پھر سے زندہ ہو کر اپنی اس منزل پر یعنی جنت میں پہنچنا ہے ایسا نہ ہو کہ دشمنِ انسانیت تمہیں پھر دھوکا دے کر ایسے افعال میں مبتلا کر دے کہ اصل راہ سے بھٹک کر منزل سے محروم ہو جاؤ۔ خطاب اگرچہ آدم علیہ السلام کو ہے مگر مراد ساری نسلِ آدم ہے۔

رکوع نمبر ۳ — آیات ۲۶ تا ۳۱ — ولو اننا ۸ / ۱۰

يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي
سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ
خَيْرٌ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿٢٦﴾
يَا بَنِي آدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا
أَخْرَجَ أَبَوَيْكُم مِّنَ الْجَنَّةِ يَنزِعُ
عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْآتِهِمَا إِنَّهُ
يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ إِنَّا
جَعَلْنَا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٢٧﴾
وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا
عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا قُلْ
إِنَّ اللَّهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ أَتَقُولُونَ
عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٢٨﴾
قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ
عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ
لَهُ الدِّينَ كَمَا بَدَأَكُمْ
تَعُودُونَ ﴿٢٩﴾

اے بنی آدم ہم نے تم پر پوشاک اُتاری کہ تمہارا ستر ڈھانکے اور
(تمہارے بدن کو) زینت (دے) اور (جو) پرہیزگاری کا لباس
ہے، وہ سب سے اچھا ہے یہ خدا کی نشانیاں ہیں تاکہ لوگ نصیحت پکڑیں (۲۶)
اے بنی آدم (دیکھنا کہیں) شیطان تمہیں بہکا نہ دے جس طرح تمہارے
ماں باپ کو (بہکا کر) بہشت سے نکلوا دیا اور اُن سے اُن کے کپڑے اُتروا
دیئے تاکہ اُن کے ستر اُن کو کھول کر دکھا دے۔ وہ اور اُس کے بھائی تم کو
ایسی جگہ سے دیکھتے رہتے ہیں جہاں سے تم اُن کو نہیں دیکھ سکتے ہم نے
شیطانوں کو اُنہی لوگوں کا رفیق بنایا ہے جو ایمان نہیں رکھتے (۲۷)
اور جب کوئی بےحیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے
اپنے بزرگوں کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے اور خدا نے بھی ہم کو یہی حکم دیا ہے
کہہ دو کہ خدا بےحیائی کے کام کرنے کا ہرگز حکم نہیں دیتا۔ بھلا تم
خدا کی نسبت ایسی بات کیوں کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں (۲۸)
کہہ دو کہ میرے پروردگار نے تو انصاف کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ
ہر نماز کے وقت سیدھا (قبلے کی طرف) رُخ کیا کرو۔ اور خاص
اُسی کی عبادت کرو اور اُسی کو پکارو۔ اُس نے جس طرح تم کو
ابتدا میں پیدا کیا تھا اسی طرح تم پھر پیدا ہو گے (۲۹)

26. O Children of Adam! We have revealed unto you raiment to conceal your shame, and splendid vesture, but the raiment of restraint from evil, that is best. This is of the revelations of Allah, that they may remember.

27. O Children of Adam! Let not Satan seduce you as he caused your (first) parents to go forth from the Garden and tore off from them their robe (of innocence) that he might manifest their shame to them Lo! he seeth you, he and his tribe, from whence ye see him not. Lo! We have made the devils protecting friends for those who believe not.

28. And when they do some lewdness they say: We found our fathers doing it and Allah hath enjoined it on us. Say: Allah, verily, enjoineth not lewdness. Tell ye concerning Allah that which ye know not?

29. Say: My Lord enjoineth justice. And set your faces, upright (toward Him) at every place of worship and call upon Him, making religion pure for Him (only). As He brought you into being, so return ye (unto Him).

فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ۭ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾ ع

ایک فریق کو تو اس نے ہدایت دی اور ایک فریق پر گمراہی ثابت ہو چکی۔ ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر شیطانوں کو رفیق بنا لیا اور سمجھتے (یہ) ہیں کہ ہدایت یاب ہیں ﴿۳۰﴾ اے بنی آدم! ہر نماز کے وقت اپنے تئیں مزین کیا کرو اور کھاؤ اور پیو اور بے جا نہ اڑاؤ کہ خدا بے جا اڑانے والوں کو دوست نہیں رکھتا ﴿۳۱﴾

30. A party hath He led aright, while error hath just hold over (another) party, for lo! they chose the devils for protecting friends instead of Allah and deem that they are rightly guided.
31. O Children of Adam! Look to your adornment at every place of worship, and eat and drink, but be not prodigal. Lo! He loveth not the prodigals.

اسرار و معارف

گناہ اور خطا کی نسبت اپنی طرف کر کے اللہ سے توبہ کی جائے

اے اولادِ آدم علیہ السلام ہم تمہیں لباس عطا فرمایا ہے جو تمہارے لیے سترِ عورت کا کام بھی کرتا ہے اور زینت کا باعث بھی ہے یعنی ایسی اشیاء پیدا فرمائیں جن سے لباس تیار ہو سکتا ہے اور تمہیں یہ شعور عطا فرمایا کہ طرح طرح کے لباس بناتے ہو جس سے تمہارے جسم کے پردے کا اہتمام بھی ہوتا ہے اور تمہیں سجنا بھی ہے باعثِ زینت بھی ہے۔

اگر انسانیت فنا نہ ہو چکی ہو اور انسان محض ایک حیوان کی سطح پر نہ رہ جائے تو جسم کے پوشیدہ حصوں کو کھولنا گوارا نہیں کرتا جانوروں اور پرندوں میں تو اعضا ہی ایسے طریقے سے پیدا فرمائے کہ ان کا قدرتی لباس ہی انہیں ڈھانک لیتا ہے مگر انسان کو علیحدہ سے لباس عطا فرما دیا کہ اپنی مرضی اور پسند سے طرح طرح کے لباس تیار کرتا ہے جن کا بنیادی مقصد تو جسم کی ستر پوشی ہے مگر ساتھ میں موسموں کا مقابلہ بھی کرتے ہیں انسان ہر موسم اور ہر موقع کی مناسبت سے لباس بناتا ہے اور ایسے بناتا ہے جن سے اس کے وقار اور سنجیدگی میں اضافہ ہوتا ہے۔

لباس کا مقصد اور ضرورت

حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ بیان فرما کر تنبیہ فرما دی کہ کہیں کہیں ابلیس تمہیں بھی بے لباس نہ کر دے تہذیب جدید کے برہنہ کلب اور بے لباس شہر در اصل اس بات کی علامت ہیں کہ یہ لوگ شیطان کی پیروی کرنے والے ہیں اگر کسی انسان کو ستر پوشی کا خیال بھی نہ رہے تو دنیا کے کسی بھی بُرے کام پر ندامت محسوس نہیں کرے گا اسی لیے ایمان کے بعد پہلا فرض

ستر پوشی ہے عبادات اس کے بعد ہیں اور جو لوگ ہوش وحواس رکھتے ہوئے بے لباس رہنا شروع کر دیتے ہیں ابلیس کے پیروکار بن جاتے ہیں جہلا انہیں ولی کامل تصور کرتے ہیں اوریا پھر پاگل اور حواس سے بیگانہ یہ حرکت کر سکتا ہے ورنہ انسانی مزاج میں پوشیدہ حصوں کو ڈھانپ کر رکھنا شامل ہے نیز لباس تفاخر اور اظہار تکبر کے لیے بھی نہیں حدیث شریف میں اس فعل کی بہت شدت سے مذمت کی گئی ہے بلکہ نئے لباس پر دعا تعلیم فرما کر پرانا لباس غربا کو صدقہ کرنے کا بہت ثواب ہے۔

اور اصل لباس تو کردار ہے جس سے اللہ کی عظمت کا اظہار ہوتا ہو صرف رنگ برنگے اور قیمتی کپڑوں سے جسم کو ڈھانپنا ہی لباس نہیں بلکہ ذات باری کے ساتھ اطاعت اور عبادت کا تعلق جو خلوص دل سے ہو ایسا لباس ہے جو دو عالم کی رسوائی سے بچاتا ہے اور ابدی عظمت و کامرانی نصیب ہوتی ہے چونکہ برہنگی کو عبادت کا حصہ بنا لیا گیا تھا اور اسی حال میں طواف تک کرتے تھے لہٰذا ارشاد ہوا ایسا نہ ہو کہ ابلیس نے جس طرح تمہارے والدین حضرت آدم علیہ السلام کو دھوکا دے کر انہیں جنت میں بے لباس کر دیا اور فوراً زمین پر اترنے کا سبب بنا تمہیں بھی بے لباس کر دے اور تم اخلاقی پستیوں میں غرق ہو جاؤ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابلیس اور اس کی اولاد تو تمہیں دیکھتے ہیں مگر تمہاری مادی آنکھیں انہیں دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتیں تم بہت خطرے میں ہو مگر اللہ کریم نے اس کا بھی اہتمام کر دیا ہے کہ اس کی دوستی ان لوگوں سے محدود کر دی ہے جو ایمان قبول نہیں کرتے دوستی سے مراد ایمان نصیب ہو تو ابلیس کی چالوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے نیز ہر گناہ دل پر ابلیس کے لیے جگہ بناتا ہے مگر نیکی اور اطاعت دل کو روشن کر دیتی ہے جس پر شیطانی وسواس اثر نہیں کرتے۔

کفر کی مصیبت

اور اگر دل پہ ابلیس قابض ہو جائے تو پھر بد کار بھی کہتے ہیں کہ ہم نے جب سے آنکھ کھولی دنیا میں یہی ہوتا تھا اور ہوتا آیا ہے اللہ نے ہی سب کچھ بنایا ہے لہٰذا اس عمل میں قباحت کیسی یعنی بجائے گناہ پر ندامت کے اس کا جواز ثابت کرتے ہیں اور یہی نئی تہذیب کا کرشمہ ہے جو سامنے نظر آرہا ہے آپ ﷺ فرما دیجئے کہ اللہ کریم نے کبھی بے حیائی کا حکم نہیں دیا یہ جہالت کی بات ہے کہ تم برائی کر کے اسے اللہ کا حکم بتانے پہ بھی مُصر ہو۔ کفر کی سب سے بڑی مصیبت یہی ہے کہ خوف خدا نہیں رہتا پھر محض لوگوں کے روبرو سچا ہونے کے لیے جواز تلاش کئے جاتے ہیں اللہ کے احکام پورے پورے انصاف کے حامل ہوتے ہیں۔ یعنی احکام شرعی میں نہ تو اس قدر تنگی ہوتی

ہے کہ مفید اشیاء سے بھی روک دیا جائے اور نہ بے جا آزادی کہ جو جی میں آئے کرو لہٰذا زندگی میں اعتدال کمال کی دلیل ہے

غیر ضروری طور پر کم کھانا یا بات نہ کرنا یا جان بوجھ کر پھٹے ہوئے میلے لباس میں رہنا ریا کا سبب تو ہو سکتا ہے نیکی کا نہیں

اور اپنی حیثیت سے بڑھ کر نظر آنا بیہودہ اور لغو باتیں کرنا یا جانوروں کی طرح بے انداز کھانا بھی سخت نامناسب ہے

لہٰذا ہر کام میں اعتدال شرط ہے اور دین اسلام سب کاموں میں اعتدال ہی پر حکم دیتا ہے۔

زندگی میں اعتدال ہی دلیل کمال ہے

مثال کے طور پر دو چیزیں جو بنیادی ہیں ارشاد فرمائیں کہ ہر نماز میں اپنا رُخ سیدھا کرو یعنی اعمال ظاہری میں بھی ٹھیک ٹھیک پیروی کرو عند کل مسجد سے نماز کے علاوہ ہر کام جو اطاعت میں کیا جائے مراد ہو سکتا ہے لہٰذا اعمال میں راستی شرط ہے اور دوسرا حکم قلب اور اس کی کیفیات باطنی متعلق ہے کہ دل اور باطن بھی درست رکھو صرف اور خالصۃً اللہ ہی کو پکارو نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بناؤ اور نہ کسی دوسرے سے شاباش لینے کے لیے عبادات اختیار کرو کہ یہ بھی ریا ہے ایک پہلو کو چھوڑ دیں تو دوسرا بھی بے اثر ہو جاتا ہے اگر کوئی کہے کہ ظاہر اعمال کی ضرورت نہیں میرا باطن درست ہے تو جھوٹ کہتا ہے اگر باطن واقعی روشن ہو تو ظاہر نافرمانی اختیار نہیں کر سکتا یا کوئی بظاہر بڑا متقی نظر آئے مگر دل میں حصول دنیا ہو اور سارے وظیفے اور لمبے لمبے سجدے اسی کی خاطر ہوں تو سخت نقصان دہ ہونگے لہٰذا طریقت یہ ہے کہ ظاہراً عمل شریعت کے مطابق ہو اور باطناً خلوص نصیب ہو جائے یاد رکھو جس طرح تمہیں عدم سے وجود عطا کر دیا ویسے ہی قیامت کو موت کی گھاٹیوں سے واپس زندہ کر دے گا یہ نہ سوچو کہ مر کر وجود فنا ہو گیا تو پھر کیسے زندہ ہو سکے گا۔

شریعت کے دونوں پہلو لازم و ملزوم ہیں

دنیا میں فریق اور جماعتیں تو ہمیشہ دو ہی ہوتی ہیں اور رہیں گی ایک جماعت اہل حق اور اطاعت شعاروں کی دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جن کی بداعمالی کے نتیجہ میں ان پر گمراہی مسلط کر دی گئی انہوں نے ظلم بھی تو بہت کیا ہے کہ اللہ کریم کو چھوڑ کر شیطان کی پناہ میں چلے گئے اور اس کی غلامی اختیار کر لی۔ اور بُرائی میں اس قدر مستغرق ہوئے کہ اب اسی کو راہ راست خیال کرنے لگے یعنی حق تو یہ تھا کہ انبیاءؑ اور رُسل کی اطاعت کرتے اللہ کی کتاب پر ایمان لاتے مگر انہوں نے خود ساختہ رسومات کو دین سمجھ لیا۔

نماز کے لیے لباس

چونکہ نزولِ قرآن کے وقت بھی برہنگی اور بے حیائی بہت زیادہ تھی پھر عرب میں تو ننگا ہو کر طواف کرنا عبادت سمجھا جاتا تھا اسلام نے آج سے چودہ صدیاں قبل اس برائی کو للکارا اور مٹا کر دکھا دیا اور نماز کے لیے اچھا لباس پہنو ستر پوشی تو ویسے ہی فرض ہے اس کے بغیر تو نماز نہ ہوگی بلکہ بالغ عورت کی نماز دوپٹے کے بغیر بھی نہ ہوگی یہاں زینت اختیار کرنے کا حکم ہے جیسے آپ دفتر جانے کے لیے یا کسی سے ملاقات کے لیے لباس کا اہتمام کرتے ہیں تو اللہ کریم اس بات کا زیادہ حق رکھتے ہیں کہ ان کی بارگاہ میں پیش ہونے کے لیے لباس اچھا اور مناسب ہو لہٰذا ایسے لباس میں جس میں آپ دوستوں میں جانا پسند نہیں کرتے نماز بھی مکروہ ہوگی اگرچہ محض سترِ عورت سے ادا ہو جائے گی مگر عام سی دھوتی اور ساتھ بنیان پہن لینا یا جیب سے رومال لے کر سر پہ رکھ لینا وغیرہ سب حالتوں میں نماز مکروہ ہے لباس کے مناسب ہونے کا حکم ہے اور کھاؤ پیو کہ صحت مند رہنا اور ضرورت کے لیے کھانا پینا فرض ہے اگر کوئی جان بوجھ کر فاقہ کشی شروع کر دے اور خود کو اس قدر کمزور کر لے کہ احکام شرعی کی تعمیل اور فرائضِ منصبی کی ادائیگی دشوار ہو جائے تو سخت گناہگار ہوگا۔ علما نے اسی آیت سے دلیل اختیار کی ہے کہ ہر چیز حلال ہے جب تک کسی چیز کی حرمت شریعت سے ثابت نہ ہو یعنی اصل اشیاء میں حلت ہے۔

بقدرِ حاجت کھانا پینا فرض ہے

مگر کھانے پینے میں بھی اعتدال کو ہاتھ سے نہ دو اسراف نہ کرو یعنی ضرورت سے زیادہ نہ کھاؤ یا اس قدر بڑھتے نہ جاؤ کہ حلال سے گزر کر حرام کھانے لگو حلال کو حرام سمجھ لینا یا حرام کو حلال کی طرح کھانا سب ہی تو اللہ کی نافرمانی میں داخل ہے لہٰذا غذا میں اعتدال صحت بخشتا ہے صحت مند جسم میں صحت مند ذہن ہوتا ہے۔ جو امورِ دنیا کو بھی بہتر سمجھ سکتا ہے اور اطاعتِ الٰہی بن کر قلبی کیفیات عطا کرتا ہے توفیقِ عمل ارزاں ہوتی ہے علماء کرام نے اس موضوع پر نبی کریم ﷺ کے بہت سے ارشادات نقل فرمائے ہیں روح المعانی۔ ابنِ کثیر اور مظہری میں خصوصاً دیکھے جا سکتے ہیں۔

اسراف کسی بھی کام میں اختیار کرنا جائز نہیں نمائشی دعوتیں اور حیثیت سے بڑھ کر لباس یا ادھار لیکر دھوم دھام سے شادیاں کرنا حتیٰ کہ وضو میں ضرورت سے زیادہ پانی خرچ کرنا بھی اسراف ہے خواہ لبِ دریا ہی کیوں نہ وضو کر رہا ہو اسراف کا ظاہری نقصان تو واضح ہے اصلی نقصان یہ ہے کہ اللہ کریم ایسے لوگوں کو پسند نہیں فرماتے۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ
لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ
هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ
الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾
قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا
ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ
بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ
يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى
اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾
وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ
لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾
يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ
يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَ
اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾
وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ
اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۶﴾
فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا
اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ
مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا
يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا
عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾
قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ
قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ؕ كُلَّمَا
دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا
ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ
لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ

پوچھو تو کہ جو زینت (و آرائش) اور کھانے (پینے) کی پاکیزہ چیزیں
خدا نے اپنے بندوں کیلئے پیدا کی ہیں اُن کو حرام کس نے کیا ہے؟
کہہ دو کہ یہ چیزیں دُنیا کی زندگی میں ایمان والوں کیلئے ہیں
اور قیامت کے دن خاص انہی کا حصہ ہوں گی۔ اسی طرح
خدا اپنی آیتیں سمجھنے والوں کیلئے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے ﴿۳۲﴾
کہہ دو کہ میرے پروردگار نے تو بے حیائی کی باتوں کو ظاہر ہوں
یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کرنے کو حرام کیا ہے۔
اور اس کو بھی کہ تم کسی کو خدا کا شریک بناؤ جس کی اُس نے
کوئی سند نازل نہیں کی اور اس کو بھی کہ خدا کے بارے میں
ایسی باتیں کہو جن کا تمہیں کچھ علم نہیں ﴿۳۳﴾
اور ہر ایک فرقے کے لئے (موت کا) ایک وقت مقرر ہے۔ جب
وہ آجاتا ہے تو نہ تو ایک گھڑی دیر کر سکتے ہیں نہ جلدی ﴿۳۴﴾
اے بنی آدم (ہم تم کو نصیحت ہمیشہ کرتے رہے ہیں کہ) جب ہمارے
پیغمبر تمہارے پاس آیا کریں اور ہماری آیتیں تم کو سنایا کریں (تو اُن پر
ایمان لایا کرو کہ) جو شخص (اُن پر ایمان لا کر خدا سے) ڈرتا رہے گا اور
اپنی حالت درست رکھے گا تو ایسے لوگوں کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے ﴿۳۵﴾
اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور اُن سے سرتابی کی وہی
دوزخی ہیں کہ ہمیشہ اس میں (جلتے) رہیں گے ﴿۳۶﴾
تو اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو خدا پر جھوٹ باندھے
یا اُس کی آیتوں کو جھٹلائے۔ اُن کو اُن کے نصیب کا لکھا ملتا
ہی رہیگا۔ یہاں تک کہ جب اُنکے پاس ہمارے بھیجے ہوئے
(فرشتے) جان نکالنے آئیں گے تو کہیں گے کہ جن کو تم خدا کے
سوا پکارا کرتے تھے۔ وہ (اب) کہاں ہیں؟ وہ کہیں گے (معلوم نہیں)
کہ وہ ہم سے (کہاں) غائب ہوگئے اور اقرار کرینگے کہ بیشک وہ کافر تھے ﴿۳۷﴾
تو خدا فرمائے گا کہ جنوں اور انسانوں کی جو جماعتیں تم سے پہلے
ہو گزری ہیں اُن ہی کے ساتھ تم بھی داخل جہنم ہو جاؤ۔ جب ایک
جماعت (وہاں) جا داخل ہوگی تو اپنی (مذہبی) بہن (یعنی اپنے جیسی
دوسری جماعت) پر لعنت کریگی۔ یہاں تک کہ جب سب اس میں داخل
ہو جائینگے تو پچھلی جماعت پہلی کی نسبت کہے گی کہ اے پروردگار

32. Say: Who hath forbidden the adornment of Allah which He hath brought forth for His bondmen, and the good things of His providing? Say: Such, on the Day of Resurrection, will be only for those who believed during the life of the world. Thus do We detail Our revelations for people who have knowledge.

33. Say: My Lord forbiddeth only indecencies, such of them as are apparent and such as are within, and sin and wrongful oppression, and that ye associate with Allah that for which no warrant hath been revealed, and that ye tell concerning Allah that which ye know not.

34. And every nation hath its term, and when its term cometh, they cannot put it off an hour nor yet advance (it).

35. O Children of Adam! If messengers of your own come unto you who narrate unto you My revelations, then whosoever refraineth from evil and amendeth—there shall no fear come upon them neither shall they grieve.

36. But they who deny Our revelations and scorn them—such are rightful owners of the Fire; they will abide therein.

37. Who doth greater wrong than he who inventeth a lie concerning Allah or denieth Our tokens? (For such) their appointed portion of the Book (of destiny) reacheth them till, when Our messengers[2] come to gather them, they say: Where (now) is that to which ye cried beside Allah? They say: They have departed from us. And they testify against themselves that they were disbelievers.

38. He saith: Enter into the Fire among nations of the jinn and humankind who passed away before you. Every time a nation entereth, it curseth its sister (nation) till, when they have all been made to follow one another thither, the last of them saith unto the first of them: Our Lord! these led us

عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۖ قَالَ لِكُلٍّ
ضِعْفٌ وَلَٰكِن لَّا تَعْلَمُونَ ﴿٣٨﴾
وَقَالَتْ أُولَاهُمْ لِأُخْرَاهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا
مِن فَضْلٍ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿٣٩﴾

ان ہی لوگوں نے ہمکو گمراہ کیا تھا تو انکو آتش جہنم کا دگنا عذاب دے
خدا فرمائیگا کہ (تم) سب کو دگنا عذاب دیا جائیگا مگر تم نہیں جانتے ﴿۳۸﴾
اور پہلی جماعت پچھلی سے کہیگی کہ تم کو ہم پر کچھ بھی فضیلت نہ ہوئی
تو جو عمل تم کیا کرتے تھے اسکے بدلے میں عذاب کے مزے چکھو ﴿۳۹﴾

astray, so give them double torment of the Fire. He saith:

For each one there is double (torment), but ye know not.

39. And the first of them saith unto the last of them: Ye were no whit better than us, so taste the doom for what ye used to earn.

اسرار و معارف

اچھا کھانا اور لباس

چونکہ انسانی شرف کا مدار ہی اللہ کریم کی رضا ہے لہذا اصل کام خلوص دل سے اطاعت الٰہی کر کے اس کی رضا حاصل کرنا ہے اسلام نے باطل مذاہب کی طرح فضول اور خود ساختہ مشقت اٹھانے سے منع فرما دیا ہے اور لذیذ کھانوں سے اجتناب یا اچھا لباس پہننا کوئی عبادت نہیں نہ رب جلیل نے اس کا حکم دیا ہے جب مالک اللہ ہے اور اس نے بہتر رزق اچھے پھل مزیدار کھانے جو حلال اور جائز ذرائع سے حاصل کئے گئے ہوں ایسے ہی خوبصورت اور آرام دہ لباس یا بہتر سواری اور خوبصورت گھر سے منع نہیں فرمایا پھر دوسرا کون ایسا ہو سکتا ہے جو اس کے بندوں کو ان چیزوں سے روک دے یعنی کوئی نہیں ہو سکتا یہ اس دور میں بھی اور آج بھی یہ خیال عام ہے کہ نیک لوگ پھٹے پرانے کپڑے پہنتے ہیں روکھی سوکھی کھاتے ہیں اچھا بستر استعمال نہیں کرتے اس پر اسلام کے ابتدائی دور کے حالات بیان کر کے واعظین اور بھی رنگ آمیزی کرتے رہتے ہیں حالانکہ حق یہ ہے کہ جب صحابہؓ پر تنگی کا زمانہ تھا تو پھٹے ہوئے لباس اور خالی پیٹ کے ساتھ بھی اللہ کریم کی راہ میں ثابت قدم تھے خود آقائے نامدار ﷺ نے بھی عمدہ لباس استعمال کیا ہے بلکہ ایک دفعہ آپ ﷺ کے جسم اطہر پر ایسی چادر تھی جس کی قیمت ایک ہزار دینار تھی عہد خلافت راشدہ میں اور خصوصاً روم و ایران کی فتح کے بعد تو صحابہؓ بہت امیر ہو گئے تھے۔ مال غنیمت نے ان کی حالت بدل دی اور حضرت ابوہریرہؓ جن کا عہد نبوی میں فاقوں سے بے ہوش ہو جانا مشہور ہے، کے گھر میں ایسی قالین تھی جس میں ٹخنوں تک پاؤں دھنس جاتے اور آپ خود سے فرماتے بخ بخ ابوہریرہؓ اپنی پہلی حالت یاد رکھو۔ حضرت علیؓ بہت زیادہ مالدار ہو گئے تھے اور حسنین کریمین واقعی شاہزادے تھے۔ خوبصورت گھوڑے بہترین لباس اور اعلیٰ کھانے یہ سب میسّر

تھا بعد میں بھی حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بہترین لباس پہنتے تھے حضرت امام مالکؒ ایک جوڑا صرف ایک روز پہن کر خیرات کر دیتے تھے کہ کسی نے ان کے لیے سال کے ۳۶۵ جوڑوں کا اہتمام کر دیا تھا اسی طرح حضرت عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عبید اللہ احرار امیر ترین لوگ اور نفیس ترین لباس استعمال کرنے والے تھے اور آج بھی جو لوگ محض فریب دینے کے لیے نئے لباس پہ بھی پیوند لگا لیتے ہیں یہ درست نہیں بلکہ اللہ کریم کا حکم ہے کہ جو نعمت میسر ہو اس کا اثر لباس سواری اور دستر خوان پہ بھی ظاہر ہونا چاہیے۔ ورنہ سخت ناشکری ہو گی ہاں رسول اللہ ﷺ سے یا خلافتِ راشدہ کے ابتدائی عہد کے جو واقعات معمول لباس اور فقر و فاقہ کے ملتے ہیں تو اس کی وجہ یہ تھی کہ اس دور میں مسلمانوں کو فراغت یعنی دنیا کی دولت زیادہ نصیب نہ تھی اور اکثر جو مال آتا بھی تھا مساکین پہ خرچ ہو جاتا تھا مگر جب اللہ نے فراغت دی تو بہترین لباس بھی صحابہ کرامؓ نے استعمال فرمائے ہاں سُنّت یہ ہے کہ خوراک اور پوشاک میں دکھاوے کے لیے تکلف نہ کرے اور جو کچھ آسانی سے میسر آسکتا ہو استعمال کرے اگر سادہ غذا یا موٹا کپڑا میسر ہو تو اس پر بھی اللہ کا شکر ادا کرے یہ نہ ہو کہ خواہ قرض لینا پڑے مگر چیزیں ضرور اعلیٰ ہوں اسی طرح اگر اللہ کریم وسعت دیں اور اعلیٰ لباس اچھی سواری یا بہترین کھانا میسر ہو تو اس کو خواہ مخواہ ترک نہ کرے کہ اسے خراب کرے یا اچھی چیز کو چھوڑ کر گھٹیا استعمال کرنے لگے یہ سب ناپسندیدہ حرکات ہیں بعض اوقات صوفیاً بھی طالبوں کو اچھے کھانے اور لباس سے روک دیتے ہیں مگر یہ بطور علاج اور تربیت کے ہوتا ہے کہ نفس سے خود نمائی کا جذبہ ختم ہو جائے جب وہ خواہشاتِ نفسانی پہ کسی حد تک قابو پالے کہ تفاخر میں مبتلا نہ ہو یا حرام کی طرف نہ چلا جائے تو پھر ایسی قید نہیں رہتی بلکہ اللہ کریم نے فیصلہ دے دیا کہ نعمتوں کے اصل حقدار تو ایمان دار بندے ہیں قل ھی للذین امنوا فی الحیوۃ الدنیا خالصۃً یوم القیامۃ۔ آپ فرما دیجئے کہ دنیا کی زندگی میں بھی بہترین چیزوں کے مستحق تو مومن ہی ہیں کافر تو طفیلی ہیں یعنی مومنین کے طفیل رزق پاتے ہیں دنیا میں اللہ کی شانِ رحمانیت کا ظہور ہے جسے آپ رحمت عامہ کہہ سکتے ہیں لہٰذا رزق بارش کھیتیاں اور پھل یا سارا نظام مومن کی وجہ سے قائم ہے کہ اس کائنات کی روح ذکر الٰہی ہے جو مومن کرتا ہے اگر کائنات میں اللہ کا ذکر نہ رہے تو یہ تباہ ہو جائے لہٰذا ان سب نعمتوں کی بقا کا باعث مومن ہے اور وہی ان کا زیادہ مستحق بھی ہے نیز مومن حصولِ نعمت کے جائز ذرائع اختیار کرتا ہے اور کسی دوسرے کا حق نہیں چھینتا اس کے برخلاف کافروں کے نظامِ

معیشت کو دیکھیں تو آدمی کی تجوری بھرنے کے کس قدر لوگوں کو اپنے پیٹ تک خالی رکھنا پڑتے ہیں کیا ایسے ظالم بہتر چیزوں کو استعمال کرنے کا حق مومن سے زیادہ رکھتے ہیں ہرگز نہیں اور یہ بھی مومن کی شان ہے کہ ناجائز ذرائع سے اور دکھاوے کے لیے اچھا لباس یا عیش کوشی کے لیے حرام غذا کے قریب بھی نہیں جاتا بلکہ جو حلال ذرائع سے نصیب ہو اس پہ قناعت اختیار کرتا ہے۔

کافر بھی مومنین کے طفیل دُنیا کی نعمتیں پاتے ہیں

بعض مفسرین کرام نے یہ معنی بھی نقل فرمایا ہے کہ اگر کافر کو نعمت دنیا ملے بھی تو وہ اخروی عذاب میں زیادتی کا باعث ہی بنتی ہے اگرچہ دنیا میں بھی اس پہ زوال کا اندیشہ اور پھر عندالموت تو چھوٹ ہی جاتی ہے اس کے برعکس مومن نعمت پہ شکر ادا کرکے مزید اجر کا مستحق بنتا ہے الفاظ کے اختلاف کے باوجود مفہوم اس کا بھی وہی ہے۔

اور حدیث شریف میں جو ارشاد ہے کہ قیامت تب قائم ہوگی جب کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا یہ بھی اسی بات پہ شاہد ہے کہ دنیا کی نعمتیں بھی ایمان والوں کے دم سے قائم ہیں لہذا اپنی حیثیت کے مطابق انہیں استعمال کرنے کا نہ صرف حق ہے بلکہ جان بوجھ کر اپنی حیثیت سے کمتر لباس وغیرہ کا استعمال بھی متعدد گناہوں کو شامل ہے جس میں ناشکری اور دکھاوا سرفہرست ہیں یہ حال تو دنیا میں ہے اور آخرت میں رحمت عامہ نہ ہوگی بلکہ رحمت خاصہ کا ظہور ہوگا لہذا کافر ہر طرح کی نعمت سے محروم رہے گا اور مومنین ہی تمام نعمتوں اور راحتوں سے مستفید ہوں گے وہاں یہ بات واضح ہو جائے گی کہ نعمتوں کا اصل حقدار کون ہے اور کون ان سے محروم رہا اللہ کریم فرماتے ہیں کہ ہم بات تفصیل سے بیان فرما دیتے ہیں کہ ہر خاص و عام اسے سمجھ سکے۔

یہ خیال کہ اچھا کھانا یا اچھا لباس تو نیکی کے خلاف ہے لوگوں میں آج تک رچا بسا ہوا ہے مگر قرآن حکیم نے پوری قوت سے اس کی تردید فرمائی اور فرمایا کہ مسکینوں جیسا حلیہ بنا کر ایسے کام کرگزرنا جو دراصل اللہ کی طرف سے ممنوع ہیں صحیح نہیں اسی پر ابدی عذاب کی وعید ہے اللہ کی رضا ان امور سے بچنے میں ہے جن سے اس نے منع فرما دیا ہے جیسے اللہ نے بے حیائی کے کاموں کو حرام قرار دے دیا وہ ظاہر ہوں یا چھپے ہوئے ظاہر جیسے بر سر مجلس یا پردے میں یا دوسروں کو جتا کر یا اپنے اندر سوچتے ہوئے اور اللہ نے گناہ کے ہر کام سے منع فرما دیا ہے نیز ناحق ظلم سے بھی اِثم

ایسے گناہ جن کا تعلق اپنی ذات سے ہو اور بغی سے مراد ایسے معاملات جن کا تعلق دوسروں کے حقوق سے ہو یہ ایسے امور ہیں جن سے اللہ کریم نے سختی سے روکا ہے اور اپنی ذات یا صفات میں کسی کو بھی شریک ٹھہرانے کی اجازت نہیں دی نہ اس پہ کوئی دلیل نازل فرمائی بلکہ یہ بھی بہت بڑا ظلم ہے اور ایسے ہی اللہ کریم کے ذمے وہ باتیں لگانا جن کا حکم اللہ نے نہیں دیا بہت بڑی زیادتی ہے جیسے دین میں بدعات جاری کرنا اور جن کاموں کے کرنے کا شرعی حکم موجود نہیں انہیں باعثِ ثواب بتانا یا ثواب جان کر اختیار کرنا وغیرہ یہ سب منع ہیں اور مشرکین اور جاہلوں کا یہ حال ہے کہ بظاہر پھٹے پرانے کپڑے پہن لیں گے بھوک کاٹتے رہیں گے اور اس کے ساتھ لوگوں پر اپنی نیکی کا سکہ جما کر ان کا مال لے کر کھا جائیں گے یا انہیں مختلف مشرکانہ رسوم میں مبتلا کر دیں گے یا بدعات کو رواج دے کر اپنی عاقبت برباد کرلیں گے۔ لیکن یہ بات یاد رکھو کہ ہر قوم کے لیے اور ہر طبقے کے لیے ایک خاص وقت تک اور ایک حد تک ہی مہلت ہوتی ہے جب وہ وقتِ مقررہ آجائے تو پھر لمحہ بھر آگے پیچھے نہیں ہوسکتا کوئی کتنی سرکشی اور کس قدر دھوکا کر سکے گا بالآخر ہر کوئی اپنے انجام کو پالے گا۔

اتّباعِ نبوّت ہی نجات کا واحد راستہ ہے

اے اولادِ آدم یہ بات تو روزِ میثاق ہی بتا دی گئی تھی کہ میرے نبی اور رسول تم تک میرے ارشادات پہنچاتے رہیں گے کوئی زمانہ اور کوئی آبادی اس نعمت سے خالی نہ رہے گی اور یہ بھی بتا دیا گیا تھا کہ جس نے ان کی اطاعت اختیار کر کے میری ذات سے تعلق جوڑ لیا اور اس پہ قائم رہا تو اسے اندیشہ ہوگا نہ دُکھ ماضی پہ بھی مطمئن ہوگا اور مستقبل کے لیے بھی پُر اُمید اسی کے ساتھ یہ وضاحت بھی کر دی گئی تھی کہ جن لوگوں نے انبیاء کی تعلیمات کا انکار کیا اور اپنے آپ ہی کو بڑا آدمی سمجھا ایسے لوگوں کو انجام کار دوزخ میں ٹھکانا ملے گا جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔ اس لیے کہ ان لوگوں کا جرم بھی تو بہت بڑا ہے کہ تعلیماتِ نبوّت کا انکار دو طرح پہ ہی تو ہوگا یا تو سرے سے ذاتِ باری کا انکار کر دیں گے اور مخلوق کے لیے اپنے خالق ہی کا انکار بہت بڑا ظلم ہے یا پھر ان کے مقابلے میں جھوٹا مذہب پیش کریں گے اپنی گھڑی ہوئی رسومات کو دین، عبادت اور باعثِ ثواب ثابت کریں گے اور اللہ پہ جھوٹ باندھنے کے جرم میں مبتلا ہوں گے ظاہر ہے یہ ایسے مظالم ہیں جن پہ اللہ کا غضب مرتب ہوگا جس کا مظہر جہنم ہے یہ الگ بات ہے کہ اللہ نے دنیا میں جو

رزق اور عمر مقرر فرمادی ہے اکثر اوقات وہ اس سے مستفید ضرور ہوتے ہیں اس لیے کہ خود اللہ کریم نے مہلت بھی دی ہے اور حق و باطل میں سے ایک کو اختیار کرنے کی اجازت بھی لہٰذا اگر کوئی باطل کو اپنائے تو محض اس وجہ سے نہ اس کا رزق روکا جاتا ہے اور نہ موت مسلط کی جاتی ہے ماشاءاللہ مگر کافروں کے اس حال پہ دھوکا بھی نہ کھانا چاہیئے کہ جب موت کے فرشتے روح قبض کرنے کے لیے آتے ہیں تو انہیں کہہ دیتے ہیں بھئی دارِ عمل کی فرصت ختم ہوئی اب دارِ جزا کو چلو مگر کیا بات ہے اللہ کریم کو چھوڑ کر جن کی غلامی اور اطاعت میں تمہاری زندگی گزری آج جب اطاعت کا بدلہ چکانے کی نوبت ہے وہ نظر نہیں آتے آج کی مشکل گھڑی میں تمہارے کام نہیں آرہے تو کفار کہیں گے ہم سے کھو گئے کوئی نظر نہیں آرہا اور نظر بھی کیا خاک آئیں گے کہ یہ مقام تو اللہ کریم کا تھا جو بہت بڑی گمراہی میں پڑ کر ہم نے دوسروں کے لیے مان لیا اور یوں اپنے کفر پہ خود ہی گواہ بن رہے ہوں گے

موت کے وقت فرشتہ کافر سے بھی بات کرتا ہے

اور فیصلے کے وقت بھی یہی حکم ہوگا کہ کافر جن اور انسان اپنے سے پہلے گزرنے والے کافروں کے ساتھ دوزخ میں داخل ہوتے چلے جاؤ یعنی جس درجے کا کافر ہوگا اس درجے کے کفار میں داخل کر دیا جائے گا اور جو بھی قوم داخل ہوگی اپنے سے پہلے پہنچی ہوئی جماعت کو لعنت کرے گی کہ کس قدر بُرا راستہ چھوڑ کر آئے تھے جس پہ چل کر ہم بھی تباہ ہو گئے۔

جب سب دوزخی اپنے ٹھکانوں پہ پہنچ چکیں گے تو بعد میں آنے والے اپنے سے پہلے آنے والوں کے لیے درخواست کریں گے کہ اے اللہ انہیں دوگنا عذاب دیجئے کہ یہ خود بھی گمراہ تھے ہمیں بھی گمراہ کرنے کا سبب بنے لہٰذا ان پہ دوچند آگ بھڑکائی جائے ارشاد ہوگا بدبختو تم سب ایسے عذاب میں مبتلا ہو جو بڑھتا ہی رہے گا اور سب پہ دوچند ہوتا چلا جائے گا لیکن تمہیں ان حقائق کی خبر نہیں یہ بُرائی اور گناہ پہ دوستی کا انجام ہے جو بدترین دشمنی کی شکل میں ظاہر ہوگا۔ اور پہلے والے کہیں گے کہ تم بھی بُرائی میں ہم سے کم نہیں ہو تم نے اللہ کے ارشادات سے منہ موڑ کر ہماری خرافات کو کیوں اپنایا تھا کیا تم نے کم ظلم کیا ہے اب اپنے کیے کا مزہ چکھو اور اپنے کردار کا نتیجہ بھگتو۔ اعاذنا اللہ منہا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا
عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا
يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ
فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۴۰﴾
لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ
غَوَاشٍ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا
نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ۡ اُولٰۗىِٕكَ
اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۴۲﴾
وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ
لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِھٰذَا ۣ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ
لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَاۗءَتْ
رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ
الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾
وَنَادٰٓي اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ
قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ
وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ۭ قَالُوْا نَعَمْ ۚ
فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ
عَلَي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾
الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ
يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾
وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَي الْاَعْرَافِ رِجَالٌ
يَّعْرِفُوْنَ كُلًّاۢ بِسِيْمٰىهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ
اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۣ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ﴿۴۶﴾
وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَاۗءَ اَصْحٰبِ
النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ
ع الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾

جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے سرتابی کی
ان کے لئے نہ آسمان کے دروازے کھولے جائینگے اور نہ وہ بہشت
میں داخل ہونگے یہانتک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نہ نکل جائے
اور گنہگاروں کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں ﴿۴۰﴾
ایسے لوگوں کیلئے (نیچے) بچھونا بھی (آتش جہنم کا) ہوگا اور اوپر
سے اوڑھنا بھی (اسی کا) اور ظالموں کو ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ﴿۴۱﴾
اور جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے (اور ہم عملوں کیلئے)
کسی شخص کو اُسکی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیا کرتے۔ ایسے ہی
لوگ اہل بہشت ہیں (کہ) اس میں ہمیشہ رہیں گے ﴿۴۲﴾
اور جو کینے انکے سینوں میں ہونگے ہم سب نکال ڈالینگے ان کے
محلوں کے نیچے نہریں بہ رہی ہونگی۔ اور کہیں گے کہ خدا کا شکر ہے
جس نے ہمکو یہاں کا رستہ دکھایا اور اگر خدا ہم کو رستہ نہ دکھاتا
تو ہم رستہ نہ پا سکتے۔ بیشک ہمارے پروردگار کے رسول حق بات
لیکر آئے تھے۔ اور اُس روز منادی کر دیجائیگی کہ تم ان اعمال کے صلے
میں جو دُنیا میں کرتے تھے اس بہشت کے مالک بنا دیئے گئے ہو ﴿۴۳﴾
اور اہل بہشت دوزخیوں سے پکار کر کہینگے کہ جو وعدہ ہمارے پروردگار
نے ہم سے کیا تھا ہم نے تو اُسے سچا پا لیا۔ بھلا جو وعدہ تمہارے
پروردگار نے تم سے کیا تھا تم نے بھی اُسے سچا پایا؟ وہ کہیں گے
ہاں۔ تو اُس وقت اُن میں ایک پکارنے والا پکارے گا
کہ بے انصافوں پر خدا کی لعنت ﴿۴۴﴾
جو خدا کی راہ سے روکتے اور اس میں کجی ڈھونڈتے اور
آخرت سے انکار کرتے تھے ﴿۴۵﴾
ان دونوں یعنی بہشت اور دوزخ کے درمیان (اعراف نام) ایک دیوار ہوگی اور اعراف پر کچھ
آدمی ہونگے جو سب کو انکی صورتوں سے پہچان لینگے تو وہ اہل بہشت کو پکار کر کہینگے کہ
تم پر سلامتی ہو۔ یہ لوگ ابھی بہشت میں داخل تو نہیں ہوئے ہونگے مگر امید رکھتے ہونگے ﴿۴۶﴾
اور جب ان کی نگاہیں پلٹ کر اہل دوزخ کی طرف جائیں گی
تو عرض کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ظالم لوگوں کے
ساتھ شامل نہ کیجیو ﴿۴۷﴾

40. Lo! they who deny Our revelations and scorn them, for them the gates of Heaven will not be opened nor will they enter the Garden until the camel goeth through the needle's eye. Thus do We requite the guilty.

41. Theirs will be a bed of Hell, and over them coverings (of Hell). Thus do We requite wrong-doers.

42. But (as for) those who believe and do good works—We tax not any soul beyond its scope—Such are rightful owners of the Garden. They abide therein.

43. And We remove whatever rancour may be in their hearts. Rivers flow beneath them, and they say: The praise to Allah, Who hath guided us to this. We could not truly have been led aright if Allah had not guided us. Verily the messengers of our Lord did bring the Truth. And it is cried unto them: This is the Garden. Ye inherit it for what ye used to do.

44. And the dwellers of the Garden cry unto the dwellers of the Fire: We have found that which our Lord promised us (to be) the Truth. Have ye (too) found that which your Lord promised the Truth? They say: Yea, verily. And a crier in between them crieth: The curse of Allah is on evil-doers:

45. Who debar (men) from the Path of Allah and would have it crooked, and who are disbelievers in the Last Day.

46. Between them is a veil. And on the Heights are men who know them all by their marks. And they call unto the dwellers of the Garden: Peace be unto you! They enter it not although they hope (to enter).

47. And when their eyes are turned toward the dwellers of the Fire, they say: Our Lord! Place us not with the wrong-doing folk.

اسرار و معارف

دعا پر عدم اعتماد کی وجہ

جو لوگ ہمارے ارشادات کو قبول نہیں کرتے اور اکڑ دکھاتے ہیں ان کا سارا کروفر محض دکھاوا ہی رہ جاتا ہے کہ ان کے سارے کمالات زیر آسمان ہی رہتے ہیں اور ان پر آسمانوں کے دروازے نہیں کھلتے۔ اور نہ ہی وہ جنت میں داخل ہو سکیں حتیٰ کہ اونٹ سُوئی کے نکّے سے گزر جائے یعنی جس طرح یہ امر محال ہے کفار کے لیے دخول جنت بھی محال ہے۔ مفسرین کرام نے آسمانوں کے دروازے نہ کھلنے سے متعدد امور مراد لیے ہیں اول دعا کہ ان کی دعا کو بارگاہ الوہیت تک رسائی کی اجازت نہیں ملتی اور یہ بھی بہت بڑی محرومی ہے غالباً یہ بھی ایک وجہ ہے کہ دعا پر بہت کم لوگ اعتماد رکھتے ہیں یعنی صرف ایسے لوگ اعتماد کرتے ہیں جن کے لیے آسمانوں کے دروازے کھلتے ہیں لوگوں کی اکثریت مادی اسباب ہی پر پورا بھروسہ رکھتی ہے۔ حالانکہ دعا بھی ایک سبب ہے اور دوسرے تمام اسباب سے زیادہ مؤثر ہے دوسری بات جو متعدد احادیث کے مضامین سے اخذ کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ موت کے فوراً بعد روح کو آسمانوں سے اوپر لے جا کر بارگاہِ الوہیت میں پیش کیا جاتا ہے۔ قبض کرنے والے فرشتے بڑی عزت سے لے کر جاتے ہیں اور ہر آسمان پر اسے عزت دی جاتی ہے تاآنکہ پیش ہو کر بھی مزید عزت سے نوازی جاتی ہے اور اس کے بعد قبر میں حساب و کتاب کا مرحلہ آتا ہے جس کے نتیجے میں اس کا رابطہ جنت سے کر دیا ہے روشنی خوشبوئیں اور نظارے یہ سب اسے نصیب ہوتا ہے آگے چل کر اپنے مقام پر اس کی تفصیل بھی آئے گی انشاءاللہ مگر کافر ایسا بدبخت ہے کہ موت کے فرشتے بھی ہیبت ناک صورت میں آتے ہیں روح بھی تکلیف دے کر قبض کرتے ہیں اور جب لے کر اوپر جاتے ہیں تو آسمانوں کا دروازہ ہی نہیں کھولا جاتا وہیں رد کر دیا جاتا ہے لہٰذا فرشتے پھینک کر اسے واپس مارتے ہیں اور سوال و جواب کے بعد قبر کا رابطہ جہنم سے کر دیا جاتا ہے اور اس کا نامۂ اعمال بھی سجین میں رکھا جاتا ہے علیّین اور سجین برزخ کے دو حصے ہیں ایک اوپر کو جاتا ہے اور دوسرا زمین سے نیچے کو اوپر والا علیّین کہلاتا ہے جو نیک ارواح

یعنی مومنین کا مسکن ہے اور نیچے والا سجین جو کفار یا مبتلائے عذاب لوگوں کا ٹھکانہ ہے اور اپنی اپنی حیثیت کے مطابق نیچے دھنستے چلے جاتے ہیں جہاں نامۂ اعمال بھی رکھے جاتے ہیں اور ارواح بھی۔

عدمِ اطمینان

تیسری حیثیت یہ ہے کہ روح عالمِ امر سے متعلق ہے جہاں عرش و کرسی اور ہر طرح کی مخلوق کی حد ختم ہوتی ہے وہاں سے عالمِ امر شروع ہوتا ہے ایمان دل اور روح میں حیات پیدا کرتا ہے پھر عملِ صالح اور صحبتِ صالح اسے عروج بخشتی ہے حتیٰ کہ روح آسمانوں سے اوپر عرش پھر عرش کی منازل سے گذر کر عالمِ امر سے تعلق قائم کرتی ہے اسی راستے پر چلنے کو سلوک کہا جاتا ہے اور اسی راستے کی منازل سلوک کی منازل کہلاتی ہیں ایمان اور عملِ صالح کے ساتھ صحبت صالح کا ذکر اس لیے ضروری ہے کہ از خود روح یہ راستہ طے نہیں کر سکتی صحابہؓ نے صحبتِ نبوی سے یہ دولت حاصل کی تابعین نے ان کی صحبت سے اور اسی طرح بعد میں آنے والے پہلوں کی صحبت سے یہ نعمت پاتے رہے مجاہدہ تو طالب خود کرتا ہے مگر راستہ شیخ کے بغیر نہیں پا سکتا اور کفر ایسی مصیبت ہے کہ کافر کی روح پر آسمان کا دروازہ ہی نہیں کھلتا اس لیے عالمِ بالا کے حقائق پہ کبھی اطلاع پاتا ہے نہ ان سے فیض یاب ہو سکتا ہے اور جب تک روح کو یہ نسبت نصیب نہ ہو نہ دوامِ ذکر نصیب ہوتا ہے نہ اطمینان قلب اور یہ سب سے بڑی محرومی ہے یہ اتنی سخت سزا انہیں کیوں دی گئی ہے فرمایا یہ ان کے جرمِ کفر پہ مرتب ہونے والا فطری نتیجہ ہے اگر وہ بھی کفر سے توبہ کر لیتے تو تمام مدارج کو پانے کی استعداد ان میں بھی تھی مگر انہوں نے زیادتی کی اور فطری استعداد کو کھو دیا جہنم کا راستہ اختیار کیا جہاں نہ صرف سخت اور دردناک عذاب ہوں گے بلکہ اوڑھنا بچھونا دوزخ ہی دوزخ ہو گا انہیں دوزخ ہی سے ڈھانپ بھی دیا جائے گا کہ یہی ان کے ظلم کا ماحصل ہے اور یہی اس کا بدلہ۔

جنّت کا راستہ آسان ترین راستہ ہے

اس کے مقابلے میں ایمان قبول کر کے اللہ کے پسندیدہ اعمال اور طرزِ حیات کو اختیار کرنے والے لوگ کس قدر آسان زندگی پاتے ہیں کہ انہیں کوئی ایسا کام کرنے کا حکم ہی نہیں دیا جاتا جو ان کے بس نہ ہو اور وہ کر نہ سکتے ہوں اس سے زیادہ آسانی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ جو نہیں کر سکتے چھوڑ دو مگر جو کر سکتے ہو وہ اس طریقے سے کرو جس طریقے سے کرنے کا اللہ کریم اور اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے ایسے لوگ تو جنت

کے باسی ہیں جہاں ہمیشہ رہیں گے کوئی دکھ کوئی رنج کبھی ان کے پاس بھی نہ بھٹکے گا بلکہ بحیثیت انسان دنیا میں دو اچھے انسانوں میں بھی شکر رنجی ہو سکتی ہے اختلافِ رائے کا ہونا بھی پایا جاتا ہے ایک دوسرے سے خفا بھی ہو سکتے ہیں مگر جنت ایسی جگہ ہے جہاں داخلے پر دلوں سے تلخیاں مٹادی جائیں گی اور صرف محبت ہی ہو گی وہاں کی شادابیاں بھی ان کی پسند کے تابع ہوں گی اور وہ وہاں بھی اللہ کا شکر کریں گے اور کہہ اٹھیں گے کہ اے اللہ یہ تیرے ہی احسانات ہیں کہ ہمیں اس مقام رفیع تک پہنچا دیا اگر تو دستگیری نہ فرماتا تو ہم ان عظمتوں تک پہنچ ہی نہ سکتے تھے واقعی تیرے رسول اور انبیاء حق کے ساتھ مبعوث ہوئے تھے یہ سب تیری رحمت کے کرشمے تھے کہ انبیاء مبعوث فرمائے اور ہمیں توفیقِ اطاعت بخشی دراصل ہدایت بھی اللہ کی طرف سے ہے اور ایمان لانے سے لیکر عملی زندگی اور پھر ابدی زندگی میں۔

ہدایت کے مدارج

ہدایت کے مختلف مدارج ہیں چونکہ قرب الٰہی میں ترقی پانے کا نام ہدایت ہے اس کی کوئی انتہا نہیں اسی لیے ایک عام مسلمان سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک یہی دعا کرتے ہیں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ یہاں تک کہ جنت کا داخلہ بھی ہدایت ہی کا مظہر ہے اور وہاں بھی ہر گھڑی ترقی نصیب ہوتی رہیں گی لہٰذا ہدایت یا مقاماتِ سلوک اور کیفیات قربِ الٰہی کی کوئی انتہا نہیں ہاں انہیں یہ کہہ دیا جائے گا کہ یہ جنت تمہاری ہے اس لیے کہ تم نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے وفا کی اور عملی زندگی میں اطاعت اختیار کی۔

اہل جنت اور اہل نار میں مکالمہ

جب جنتی اپنے مقام پر پہنچیں گے تو دوزخ والوں سے جو اپنے کفر کے سبب ہمیشہ کے لیے دوزخی ٹھہرے بات کریں گے۔ انسان جب دنیا میں آتا ہے تو بدن مکلف بالذات ہوتا ہے اور روح اس کے تابع موت کے بعد برزخ میں روح مکلف بالذات ہوتی ہے اور بدن اس کے تابع میدانِ حشر میں اور اس کے بعد روح اور بدن برابر مکلف ہوں گے اور روحانی یا مادی آرام ہو یا رنج برابر برابر محسوس کریں گے تو جس طرح مومن جنت میں رہتے ہوئے مسافتِ بعید سے دوزخ اور اس کے رہنے والوں کو دیکھ سکے گا اسی طرح کافر بھی باوجود دوزخ میں رہنے کے جنت تک کو دیکھ لے گا بات سن سکے گا کر بھی سکے گا یہ دیکھنا مومن میں جذبہ

تشکر پیدا کرے گا اور کافر کے لیے مزید حسرت کا سبب ہوگا۔

دنیا میں بصیرتِ ایمانی

نورِ ایمان کا کمال یہ ہے کہ مومن یہ نعمت دارِ دنیا میں حاصل کر سکتا ہے اور یہی انعام کیفیاتِ قلبی سے نصیب ہوتا ہے جو محض دل سے دل کو منتقل ہوتی ہیں سب سے زیادہ قوت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قلوب کو نصیب ہوتی ہے جس کے باعث مکالمہ باری سے سرفراز ہوتے ہیں برزخ کا دیکھنا فرشتوں سے کلام اور عالمِ بالا سے اطلاع پانا ہی دین ہی کی اساس ہے اور سارا دین انہی ذرائع سے انبیاء کو موصول ہوتا ہے ایسے ہی مومن نبی کا اتباع کر کے اور کیفیاتِ قلبی حاصل کر کے قوتِ مشاہدہ اور کشف سے سرفراز ہوتا ہے اسی کو ولایت خاصہ یا بصیرتِ ایمانی کہا جاتا ہے۔ نبی کو براہ راست نصیب ہوتی ہے ولی اس کی اطاعت سے پاتا ہے نبی غلطی سے پاک ہوتا ہے۔ اور ولی کا مشاہدہ نبی کے ارشاد کے اندر درست ورنہ اسے سمجھنے میں غلطی لگ سکتی ہے اور یہی مومن کا امتیاز ہے کہ وہ اس کمال کو دنیا میں بھی پا سکتا کافر ہرگز نہیں پا سکتا اور آخرت میں تو چونکہ روح بھی برابر محسوسات رکھتی ہوگی وہاں کافر بھی دیکھ سکے گا دنیا میں یہ صرف نورِ ایمان مجاہدہ اور صحبتِ شیخ سے ممکن ہے۔

اعراف

تو اہلِ جنت اہلِ نار سے کہیں گے میاں ہم نے تو اللہ کریم کے وعدوں کو کھرا پایا اگرچہ دنیا میں تم لوگ ہمیں مذاق کرتے تھے اور بیوقوف اور جاہل تک کہنے سے نہ چوکتے تھے مگر ہمیں جس کا یقین تھا وہ بات ہو کے رہی تم سناؤ تم پہ کیا گزری کیا وہ باتیں جن سے تمہیں دنیا میں خبردار کیا گیا تھا اور انبیاء نے اطلاع دی تھی سچ ثابت ہوئیں کہیں گے۔ بے شک وہی ہوا جو ہمیں بتایا گیا تھا اور انبیاء نے اطلاع دی تھی سچ ثابت ہوئیں

کہ ایک ندا دینے والا پکار کر کہے گا ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو جو زندگی بھر دوسروں کو بھی اللہ کی راہ سے روکنے کی سعی کرتے رہے اور اپنی پسند کے غلط راستے تلاش کرتے رہے اور آخرت کا انکار کرتے تھے یعنی گمراہی کا سبب آخرت پہ یقین میں کمی یا اس کا انکار ہے ان کے درمیان جو دیوار یا حدِ فاصل ہوگی کچھ لوگ ابھی وہاں رکے ہوئے ہوں گے اس جگہ کو اعراف کہا گیا ہے یعنی حدِ فاصل یا حصار کا وہ حصہ جو اوپر ہے یہ رہنے کا ٹھکانہ نہیں ہے مگر حدیث شریف کے مطابق کچھ لوگ ایسے ہوں گے کہ نورِ ایمان کے ساتھ گناہوں کا بوجھ بھی ہوگا اور نیکی اور بدی برابر ہوں گی نہ جنت

ہیں داخل ہو سکیں اور نہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے تو وہ پُل صراط سے گزر کر اس جگہ ٹھہر جائیں گے جو جنت اور دوزخ کے درمیان حد فاصل ہے نہ اس پر جنت کی نعمت میسر ہے نہ دوزخ کے عذاب کا اثر۔ حدیث شریف کے مطابق آخر کار اللہ کریم انہیں جنت میں داخل فرما دیں گے۔

یہ لوگ دونوں طرف کے لوگوں کو ان کے چہروں سے ہی پہچان رہے ہوں گے اور اہل جنت کو دیکھ کر خوش ہوں گے اور جنت میں داخلے کی دعاؤں میں شدت آجائے گی امیدیں باندھ رہے ہوں گے اور اہل جنت کو سلامتی کا پیغام اور مسنون سلام کہیں گے لیکن آنکھ دوسری طرف اُٹھے گی اور دوزخ والوں کو دیکھیں گے تو فوراً پکار اٹھیں گے اے اللہ ہمیں ان ظالموں کے ساتھ شامل نہ فرمانا اگرچہ انہیں بھی خوب پہچان رہے ہوں گے مگر غضب الٰہی سے لرزاں و ترساں پناہ کے طالب ہوں گے۔ انسان کو چاہیئے کہ دنیا میں نیک لوگوں کا ساتھ اختیار کرے۔

رکوع نمبر ۶ آیات ۴۸ تا ۵۳ ولو اننا ۸/۱۲

وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ رِجَالًا يَعْرِفُونَهُم بِسِيمَاهُمْ قَالُوا مَا أَغْنَىٰ عَنكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ ﴿٤٨﴾

اور اہل اعراف (کافر) لوگوں کو جنہیں اُن کی صورتوں سے شناخت کرتے ہونگے پکاریں گے اور کہیں گے (کہ) آج (نہ تو) تمہاری جماعت ہی تمہارے کچھ کام آئی اور نہ تمہارا تکبر (ہی سُود مند ہوا) (۴۸)

48. And the dwellers on the Heights call unto men whom they know by their marks, (saying): What did your multitude and that in which ye took your pride avail you?

أَهَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ ۚ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿٤٩﴾

(پھر مومنوں کی طرف اشارہ کر کے کہینگے) کیا یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں تم قسمیں کھایا کرتے تھے کہ خدا اپنی رحمت سے انکی دستگیری نہیں کریگا (تو مومنو تم) بہشت میں داخل ہو جاؤ تمہیں کچھ خوف نہیں اور نہ تم کو کچھ رنج و اندوہ ہوگا (۴۹)

49. Are these they of whom ye swore that Allah would not show them mercy? (Unto them it hath been said): Enter the Garden. No fear shall come upon you nor is it ye who will grieve:

وَنَادَىٰ أَصْحَابُ النَّارِ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ أَفِيضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ ۚ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٥٠﴾

اور دوزخی بہشتیوں سے (گڑگڑا کر) کہیں گے کہ کسی قدر ہم پر پانی بہاؤ یا جو رزق خدا نے تمہیں عنایت فرمایا ہے اُن میں سے کچھ ہمیں بھی دو، وہ جواب دینگے کہ خدا نے بہشت کا پانی اور رزق کافروں پر حرام کر دیا ہے (۵۰)

50. And the dwellers of the Fire cry out unto the dwellers of the Garden: Pour on us some water or some of that wherewith Allah hath provided you. They say: Lo! Allah hath forbidden both to disbelievers:

الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَهْوًا وَلَعِبًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنسَاهُمْ كَمَا نَسُوا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هَٰذَا وَمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿٥١﴾

جنہوں نے اپنے دین کو تماشا اور کھیل بنا رکھا تھا اور دُنیا کی زندگی نے اُن کو دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ تو جس طرح یہ لوگ اس دن کے آنے کو بھولے ہوئے اور ہماری آیتوں سے منکر ہو رہے تھے اسی طرح آج ہم بھی انہیں بھلا دینگے (۵۱)

51. Who took their religion for a sport and pastime, and whom the life of the world beguiled. So this Day We have forgotten them even as they forgot the meeting of this Day and as they used to deny Our tokens.

وَلَقَدْ جِئْنَاهُم بِكِتَابٍ فَصَّلْنَاهُ عَلَىٰ

اور ہم نے اُن کے پاس کتاب پہنچا دی ہے جس کو علم و دانش

52. Verily We have brought them a Scripture which We

عِلۡمٍ هُدًى وَّرَحۡمَةً لِّقَوۡمٍ
يُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۲﴾
هَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا تَاۡوِيۡلَهٗ ؕ يَوۡمَ يَاۡتِىۡ
تَاۡوِيۡلُهٗ يَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ نَسُوۡهُ مِنۡ قَبۡلُ
قَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُ رَبِّنَا بِالۡحَـقِّ ۚ فَهَلۡ
لَّنَا مِنۡ شُفَعَآءَ فَيَشۡفَعُوۡا لَنَاۤ اَوۡ نُرَدُّ
فَنَعۡمَلَ غَيۡرَ الَّذِىۡ كُنَّا نَعۡمَلُ ؕ قَدۡ
خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا
كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ ﴿۵۳﴾ ع ۱۴

کے ساتھ کھول کھول کر بیان کر دیا ہے (اور) وہ مومن لوگوں
کے لئے ہدایت اور رحمت ہے ﴿۵۲﴾
کیا یہ لوگ اسکے وقوع کے منتظر ہیں جس دن وہ واقع
ہو جائیگا۔ تو جو لوگ اسکو پہلے سے بھولے ہوئے ہونگے وہ بول
اُٹھیں گے کہ بیشک ہمارے پروردگار کے رسُول حق لیکر آئے تھے بھلا
(آج) ہمارے کوئی سفارشی ہیں کہ ہماری سفارش کریں یا ہم (دُنیا میں) پھر
لوٹا دیئے جائیں کہ جو عمل (بد) ہم (پہلے) کرتے تھے (وہ نہ کریں بلکہ) اُنکے
سوا اور (نیک) عمل کریں۔ بیشک ان لوگوں نے اپنا نقصان
کیا اور جو کچھ یہ افترا کیا کرتے تھے اُن سے سب جاتا رہا ﴿۵۳﴾

expound with knowledge, a guidance and a mercy for a people who believe.

53. Await they aught save the fulfilment thereof? On the Day when the fulfilment thereof cometh, those who were before forgetful thereof will say: The messengers of our Lord did bring the Truth! Have we any intercessors, that they may intercede for us? Or can we be returned (to life on earth), that we may act otherwise than we used to act? They have lost their souls, and that which they devised hath failed them.

اسرار و معارف

جہنم پڑے ہوئے بعض لوگوں کو تو ان کی شکلوں تک سے پہچانتے ہوں گے اور دنیا میں ان کے کردار سے واقف ہوں گے جب وہ محض مال و دولت یا اختیار و اقتدار پہ نازاں عظمتِ الٰہی اور دارِ آخرت کو بھولے ہوئے تھے نہ صرف یہ بلکہ نیک لوگوں پہ پھبتیاں کستے تھے کہ انہیں دیکھو یہ آخرت کے انعامات کی امید میں یہاں عبادات کی مصیبت میں پڑے ہیں اور فقر و فاقہ میں بھی شکر ادا کرتے ہیں دولت و مال مل جائے تو بھی عیش ان کے نصیب میں نہیں بھلا آخرت میں انہیں خاک آرام نصیب ہو گا دنیا والوں کے ساتھ تو یہ چل نہیں سکتے اور چلے ہیں آخرت کو پانے ۔

اہل اعراف ان کی یہ باتیں انہیں یاد دلاتے ہوئے کہیں گے کہ تمہارا مال و زر اور جاہ و اقتدار کیا ہوا یہاں تو تمہارے کسی کام نہ آیا بلکہ ناجائز مال اور ناروا اختیارات نے تمہیں تباہ کر دیا انہی چیزوں پہ تم اکڑتے تھے اور پر دیکھو کیا یہ وہی لوگ نہیں جن کے بارے تم قسمیں کھایا کرتے تھے کہ ان پہ کبھی رحمت الٰہی متوجہ نہ ہو گی آج تو انہیں رب العزت نے فرما دیا ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ جو مظہر رضا ہے اور جہاں تمہیں کسی بات

کا ڈر نہیں ہوگا کسی نعمت کے زوال کا کوئی اندیشہ نہ ہوگا اور نہ کبھی کوئی غم تمہارے پاس پھٹکے گا۔

رحمت باری کی دلیل

دنیا دار محض مال و دولت اور اقتدار کو اللہ کی رضامندی کی سند بنا لیتا ہے جب کہ یہ دونوں چیزیں ہی اس کے لیے وبالِ آخرت ثابت ہوتی ہیں اور اسے اطاعت الہٰی سے بیگانہ کر دیتی ہیں ہاں اگر اطاعتِ الہٰی کی توفیق نصیب ہو جائے تو یہ رحمتِ باری کی دلیل ہے اگر اطاعت کے ساتھ رزقِ حلال اور ایسا اقتدار و اختیار بھی نصیب ہو جس میں احکام الہٰی پہ نہ صرف خود عمل کرے بلکہ دوسروں سے بھی کروا سکے تو یہ اللہ کا بہت بڑا انعام ہے لیکن محض مال یا اقتدار جو عظمت باری سے بھی بیگانہ کر دے غضبِ الہٰی کی ایک صورت ہے۔ اہل جہنم بے قرار ہو کر اہل جنت کو پکاریں گے کہ تمہارے قدموں میں تو چشمے جاری ہیں اور باغات رنگا رنگ پھلوں سے لدے ہیں چند گھونٹ پانی ہی عطا کر دو کہ اندر باہر آگ ہی آگ ہے شاید کچھ افاقہ نصیب ہو یا کوئی کھانے کی چیز ہی عطا کر دو تو وہ کہیں گے یہاں اپنا کچھ نہیں سب اس مالک کا ہے جس کے خود ہم بھی ہیں اور اس نے یہ چیزیں کافروں سے روک دی ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ جسمانی رشتے اور محبتیں جنہیں ہم نسبی یا خونی بھی کہتے ہیں محض دنیا میں متاثر کرتے اس لیے کہ ان پہ بقائے نسل کا انحصار ہے برزخ کا تعلق بھی ایک طرف دنیا سے اور دوسری طرف آخرت سے ہے وہاں بھی کسی حد تک ان کا اثر رہتا ہے مگر قیامِ قیامت پہ انکا اثر ختم ہو جائے گا اور صرف روحانی اور ایمانی رشتہ باقی رہے گا ہاں ایمانی رشتے کے بعد اگر دونوں میں جسمانی رشتہ بھی ہوا تو بہت خوب ورنہ کسی کا باپ یا بیٹا بھی جہنم میں ہوا تو اسے اس کا کوئی دکھ نہیں ہوگا ایک حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ قیامت سب رشتے توڑ دے گی سوائے ان دو افراد کے جو محض اللہ کے لیے جمع ہوئے اور اسی کی طلب میں جُدا ہوئے۔

مصیبت بدعات کی

اب بات عظمتِ الہٰی کی طرف آگئی کہ یہ تو کمزور لوگ تھے معمولی سی دنیا پہ بہک گئے اللہ کی ذات تو بہت عظیم ہے اس نے اتنی سخت پابندی کیوں لگا دی تو ارشاد ہوتا ہے ان کا جرم صرف یہ نہیں کہ انہوں نے عبادت ترک کر دی بلکہ اپنی طرف سے بدعات و رسومات بنا کر انہیں باعث ثواب جانتے تھے اور کھیل تماشے کو دین سمجھ رکھا تھا کھیل اور تماشے سے مراد ایسے کام ہیں جو انسان محض خواہش نفس پہ کرتا ہے جیسا کہ گانا بجانا، دعوتیں اڑانا یا مردوں عورتوں کا مل جل کر مذاق

وغیرہ کرنا ان سب باتوں کو یہ عبادت کے طور پر اپنائے ہوئے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکے میں ڈال دیا اور انہوں نے کسی بات کی پرواہ ہی نہیں کی بلکہ قیامت کی ملاقات اور بارگاہ الٰہی کی پیشی تو یہ بھول ہی گئے اگر اس کا خیال ہوتا تو دین نبی سے حاصل کرتے اور اللہ کریم کی اطاعت اختیار کرتے الٹا انہوں نے احکامِ الٰہی کا انکار کیا اور جزا چونکہ اعمال کی جنس سے ہوتی ہے لہٰذا جس طرح یہ ہماری عظمت اور قیامت کی پیشی کو بھول گئے تھے ایسے ہی آج ان کا وجود ہمارے لیے ہے جیسے کوئی بھولی ہوئی چیز جس کی کبھی فکر نہیں کی جاتی۔

ہم نے تو اپنی رحمت ان تک پوری قوت سے پہنچائی اپنا ذاتی کلام نازل فرمایا جو ہر شے اور ہر بات کے بارے حقیقی علم تھا اور پوری پوری رہنمائی بھی کرتا تھا اور سراپا رحمت تھا مگر یہ سب نعمتیں تو ماننے سے تعلق رکھتی تھیں انہوں نے اپنی مرضی اور پسند سے اس کا انکار کر دیا اب یہ جو کچھ بھگت رہے ہیں یہ ان کی اپنی اختیار کردہ راہ کے نتائج ہیں۔

برکاتِ نبوّت

یہ جاہل اس انتظار میں رہے کہ دیکھیں جن خطرات سے کتاب الٰہی نے خبردار کیا ہے کیا وہ سامنے آتے بھی ہیں یا نہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ جب یہ سب کچھ واقع ہو جائے گا تو دارِ عمل ختم ہو چکا ہو گا بھلا پھر اصلاح کی فرصت کسے نصیب ہو گی نور ایمان کے ساتھ برکاتِ نبوت نصیب ہوں تو یہ یقین حاصل ہو جاتا ہے اور شیخ برکاتِ نبوت کا امین ہوتا ہے لہٰذا اگر آخرت پہ یقین میں پختگی پیدا ہو رہی ہو اور نیک باتوں پہ عمل کی طلب دل میں آ جائے تو یہی مقصود ہے اگر یہ نعمت نہ ملے تو محض امورِ دُنیا کے لیے کسی کو پیر بنا لینا اپنے ساتھ دھوکا ہے۔

رُبوبیّت کا تقاضا

کہ جب سب کچھ سامنے آ جائے گا تو آخرت کو بھولنے والے بھی کہہ اٹھیں گے واقعی ہمارے پروردگار کے رسول سچائی کے ساتھ مبعوث ہوئے تھے یہاں اللہ کی بجائے رسول کی نسبت صفاتی نام رب کی طرف کی گئی ہے کہ انبیاء کی بعثت اس کی شانِ ربوبیت کا تقاضا ہے جس طرح ابدان کی ضرورت کے لیے بے شمار مادی نعمتیں پیدا فرمائی ہیں ویسے ہی ارواح کی جملہ ضروریات کو انبیاءؑ مبعوث فرما کر پورا کر دیا پھر حسرت سے کہیں گے کہ کاش آج کوئی سفارشی ہی کام آ جاتا کیونکہ کفر کے لیے شفاعت

بھی منع ہو گی یا ہمیں دنیا میں لوٹا دیا جاتا تو جو کچھ کرتے رہے ہیں اس سے توبہ کر لیتے اور اللہ کی اطاعت اختیار کرتے گویا وہ خود بھی اس بات پر گواہ ہوں گے کہ اگر چاہتے تو دنیا میں نیکی بھی کر سکتے تھے مگر انہوں نے بدی کی راہ اختیار کی اور اپنے آپ کو تباہ کر لیا اور جو جھوٹ پسارا مذہب کے نام پہ جوڑا تھا وہ ان کے کسی کام نہ آیا۔ بلکہ اُلٹا عذاب کا باعث بن گیا۔

رکوع نمبر ۷ آیات ۵۴ تا ۵۸ وَلَوْ اَنَّنَا ۸/۱۴

إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى
عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ
يَطْلُبُهُ حَثِيثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَ
النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِأَمْرِهٖ ۗ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ
وَالْأَمْرُ ۗ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِينَ ﴿۵۴﴾
اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۭ إِنَّهٗ
لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿۵۵﴾
وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا
وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۭ إِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ
قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾
وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا ۢ بَيْنَ
يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۭ حَتّٰى إِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا
ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنْزَلْنَا
بِهِ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ
كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾
وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِإِذْنِ
رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا
نَكِدًا ۭ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ
يَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾

کچھ شک نہیں کہ تمہارا پروردگار خدا ہی ہے جس نے آسمانوں
اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر جا ٹھہرا وہی رات
کو دن کا لباس پہناتا ہے کہ وہ اسکے پیچھے دوڑتا چلا آتا ہے
اور اسی نے سورج اور چاند اور ستاروں کو پیدا کیا سب اسکے حکم کے مطابق
کام میں لگے ہوئے ہیں دیکھو سب مخلوق بھی اسی کی ہے اور حکم بھی اسی کا
ہے۔ یہ خدائے رب العالمین بڑی برکت والا ہے ﴿۵۴﴾
(لوگو) اپنے پروردگار سے عاجزی سے اور چپکے چپکے دعائیں مانگا کرو
وہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ﴿۵۵﴾
اور ملک میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرنا اور خدا سے خوف
کرتے ہوئے اور امید رکھکر دعائیں مانگتے رہنا۔ کچھ شک نہیں کہ
خدا کی رحمت نیکی کرنے والوں سے قریب ہے ﴿۵۶﴾
اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت (یعنی مینہ) سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری بنا کر
بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب وہ بھاری بھاری بادلوں کو اٹھا لاتی ہے تو ہم
اسکو ایک مری ہوئی بستی کی طرف ہانک دیتے ہیں پھر بادل سے مینہ برساتے ہیں پھر
مینہ سے ہر طرح کے پھل پیدا کرتے ہیں اسی طرح ہم مردوں کو (زمین سے) زندہ کر کے
باہر نکالیں گے یہ آیات اسلئے بیان کی جاتی ہیں تاکہ تم نصیحت پکڑو ﴿۵۷﴾
(جو) زمین پاکیزہ (ہے) اس میں سے سبزہ بھی پروردگار کے حکم سے (نفیس ہی)
نکلتا ہے اور جو خراب ہے اس میں جو کچھ نکلتا ہے ناقص ہوتا
ہے۔ اسی طرح ہم آیتوں کو شکر گزار لوگوں کے لئے پھیر پھیر کر
بیان کرتے ہیں ﴿۵۸﴾

54. Lo! your Lord is Allah Who created the heavens and the earth in six Days, then mounted He the Throne. He covereth the night with the day, which is in haste to follow it, and hath made the sun and the moon and the stars subservient by His command. His verily is all creation and commandment. Blessed be Allah, the Lord of the Worlds!

55. (O mankind!) Call upon your Lord humbly and in secret. Lo! He loveth not the transgressors.

56. Work not confusion in the earth after the fair ordering (thereof), and call on Him in fear and hope. Lo! the mercy of Allah is nigh unto the good.

57. And He it is Who sendeth the winds as tidings heralding His mercy, till, when they bear a cloud heavy (with rain), We lead it to a dead land, and then cause water to descend thereon and thereby bring forth fruits of every kind. Thus bring We forth the dead. Haply ye may remember.

58. As for the good land, its vegetation cometh forth by permission of its Lord; while as for that which is bad, only evil cometh forth (from it). Thus do We recount the tokens for people who give thanks.

اسرار و معارف

تمہارا رب تو بہت بڑا رحم کرنے والا اور کریم تھا اس نے تمہاری تخلیق سے پہلے تمہاری خاطر ایک بہت بڑا احسان پیدا فرمایا چھ دنوں میں آسمان زمین اور ان کی تخلیقات کو مکمل فرمایا اگرچہ ایک آن میں سب کچھ کرنے پہ قادر تھا مگر عمل میں تدریج، غور و فکر اور ایک حُسنِ انتظام کو پسند فرما کر انسان کے لیے اس میں بھی راہنمائی فرما دی کہ جلد بازی میں فیصلے نہ کئے جائیں بلکہ تمام امور نہایت غور و فکر سے طے کیے جائیں تاکہ پچھتانا نہ پڑے لہٰذا دو دن میں زمین بنائی جیسا کہ ارشاد ہے خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ پھر دو دن میں اس کی آبادی کا سامان پہاڑ دریا معادن اور نباتات کہ ارشاد ہے قَدَّرَ فِیْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِیْۤ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ اس طرح چار روز ہو گئے اور دو دن میں آسمان درست فرما دیئے اپنی تمام خوبیوں کے ساتھ جیسا کہ مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ یہ چھ دن ہوئے اور ساتویں روز کوئی کام نہ ہوا یعنی سب کچھ مکمل تھا ایک سوال کہ جب چاند سورج نہ تھے تو دنوں کا شمار کیسے ہوا تو اس کا بہت عمدہ جواب جو متقدمین نے دیا ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح جنت میں یہ چاند سورج تو نہ ہوں گے مگر دن رات کا شمار ہو گا اسی طرح ان کی تخلیق سے قبل دن رات اللہ کے اپنے علم کے مطابق ہوں گے یہ شب و روز تو اس دنیا کے ہیں یہاں وہ مراد ہوں گے جو علم الٰہی میں مقرر ہیں جیسے آخرت کا ایک دن یہاں کے پچاس ہزار سالوں کے برابر ہو گا وہاں بھی یہ سورج دن کی دلیل نہ ہو گا دراصل یہاں اس

ربُوبیّت کے احسانات

بات کی وضاحت مقصود ہے کہ آج یوم حشر جس رب کو پکار رہے ہو وہ تمہارے لیے کس قدر کریم تھا کہ تم نہ تھے اس نے اتنی وسیع کائنات تخلیق فرمائی زمین اور اس کے عجائبات آسمان اور اس کی برکات اور پھر عرش عظیم کو اپنی تجلیاتِ ذاتی کا مہبط قرار دے کر تمہارے لیے اپنا در وا کر دیا۔ اس نے شب و روز کا سلسلہ قائم فرما کر ساری تخلیق میں ایک حسن ترتیب اور تمہاری زندگی میں کام و آرام کے اوقات عطا فرمائے سورج چاند ستارے اور ایک وسیع کائنات جو محض اس کی قدرت کاملہ سے اپنے اپنے فریضے کو باقاعدگی سے ادا کر رہی ہے

تمہاری خدمت پہ لگادی آج تک ہر چیز اپنے وقت پر اپنے حصے کی خدمت بجالا رہی ہے اور یہ بات کتنی صاف ہے کہ ساری مخلوق اسی کی ہے اور اسی کا سب پر حکم بھی ہے نہ اس کے بنانے میں کوئی اس کا شریک کار اور نہ چلانے میں پھر ارشاد ہوا کہ وہ عرش پر قائم ہوا ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَى الۡعَرۡشِ اس کے معنی تو عام ہیں مگر کیفیت اور حقیقت کا ادراک عقل انسانی سے بالاتر ہے لہٰذا ایمان لانا واجب ہے اور کیفیت پہ بحث بدعت کہ صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ سے ایسے سوالات نہ کیے تھے عرش سے مراد تخت شاہی ہے اور اس کی نسبت رب کریم کی طرف ایسے ہی ہے جیسے کعبہ شریف کی کہ بیت اللہ ہے ہاں عرش کو دعا کا قبلہ بنادیا اسی لیے دعا میں ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں ورنہ تو اس کی ذات کہاں نہیں اور اگر یہ ترتیب نہ ہو تو لوگ بکھر جائیں۔ لہٰذا عرش عظیم کو اپنی تجلیات کا مہبط بنادیا اور اسی کا عالم خلق بھی ہے یعنی جہاں تک اجسام مادیہ ہیں اور عرش سے اوپر مجرداتِ لطیفہ یعنی عالم امر بھی اسی کا ہے صوفیہ کے مطابق اس آیہ کریمہ سے دونوں عالم ثابت ہیں یعنی زیر عرش بھی سب کچھ اسی کا ہے اور بالائے عرش بھی وہی حاکم مطلق ہے لہٰذا وہ بہت بڑی ذات ہے جو اپنے وجود اپنی ذات اور ثبات میں کسی کی محتاج نہیں اور اس کے علاوہ جو بھی ہے سب اس کی مخلوق ہے اور اس کی محتاج۔

اُدۡعُوا رَبَّکُمۡ - ۵۶ تا ۵۸ ...

لہٰذا اب جبکہ تم اس عالم میں اس کی بے شمار نعمتوں سے فائدہ حاصل کر رہے ہو اور اس کے انعامات سے لطف اندوز ہو رہے ہو تو اب وقت ہے اب اس کو یاد کرو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے ادب کے ساتھ کہ دعا میں بھی حد سے بڑھنا اسے پسند نہیں مثلاً جو چیزیں یا امور شرعاً منع ہیں یا عقلاً محال ہیں ان کے لیے دعا کرنا یا اپنی طرف سے طریقِ دعا ایجاد کرنا وغیرہ۔

دُعا لفظ دعا طلبِ حاجات اور عبادات دونوں کو شامل ہے نیز مطلق یاد کرنا بھی مراد ہے یعنی اسے یاد کرتے رہو اسی سے مانگو اور اسی کی عبادت کرو لہٰذ دعا مانگنے کا ادب یہ ہے کہ بندے کی بات اپنے رب سے ہو اور محض لوگوں کو سنانے کے لیے موٹے موٹے جملے دہرا کر ہم پوری نہ کی جائے جیسا کہ آجکل رواج ہو رہا ہے اور خفیہ یعنی چپکے چپکے عاجزی اور تذلیل کے ساتھ اور یہی طریق عبادت سب سے بہتر ہے جو عبادت پوشیدہ ہو سکتی ہے اسے ظاہر نہ کیا جائے کہ معاملہ بندے اور رب کے درمیان ہے ورنہ تو ریا بن جائیگی۔

ذکر خفی

اور اس سے مراد ذکر الٰہی بھی ہے جو عجز کے ساتھ اور خفی کیا جائے صوفیائے کرام میں ذکر جہر بھی ہے اور اس کا جواز بھی سنت سے ثابت ہے بشرطیکہ نہ ریا ہو اور نہ بہت زیادتی کہ دوسروں کو پریشان کرے مگر ذکر خفی کی فضیلت بہرحال ثابت ہے حدیث شریف میں وارد ہے خَیْرُ الذِّکْرِ الْخَفِیُّ وَخَیْرُ الرِّزْقِ مَا یَکْفِی یعنی بہترین ذکر خفی ہے اور بہترین رزق جو انسان کا گزارہ کر سکے۔ جن خاص اوقات میں رسول اللہ ﷺ نے جہر کی وضاحت فرما دی مثلاً اذان اقامت جہری نمازیں تلاوت یا تکبیرات وغیرہ وہاں تو جہر ہی ضروری ہے اس کے علاوہ ذکر خفی اولیٰ بھی ہے اور زیادہ نفع بخش بھی۔ نیز ذکر دعا اور عبادات میں حد سے نہ بڑھے یعنی اپنی طرف سے کچھ ایجاد نہ کرے اور نہ رسومات کو راہ دے بلکہ ہر کام میں اتباع رسالت شرط ہے ورنہ حد سے بڑھنے والوں کو اللہ کریم پسند نہیں فرماتے۔

فساد فی الارض

اللہ کریم نے زمین کی ہر طرح درستی فرما دی چاند سورج ستارے اور پہاڑ و دریا روئیدگی نباتات و جمادات ایک بہت خوبصورت آرام دہ نظام ساری مخلوق کے لیے بنا دیا پھر اس کی باطنی اصلاح فرمائی اپنے نبی اور کتابیں بھیج کر کہ کسی قسم کا ظلم یا کفر و شرک نہ ہو تو لے لوگو تم نافرمانی کر کے اسمیں فساد نہ پھیلاؤ اسے اپنے اور دوسروں کے لیے تکلیف دہ نہ بناؤ۔ گناہ کا ایک اثر تو یہ ہے کہ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہے جو بجائے خود بہت بڑا جرم ہے دوسرا اثر ماحول اور اشیا عالم پہ مرتب ہوتا ہے اور ان میں فساد یعنی خرابی پیدا ہونے لگتی ہے جو چیزیں انسان کے آرام کا باعث تھیں وہ اسے تکلیف پہنچانا شروع کر دیتی ہیں اور یہی کھانا پینا اور روزمرہ استعمال کی اشیاء آرام کی بجائے دکھ کا باعث بن جاتی ہیں اور طرح طرح کے امراض پیدا ہونے لگتے ہیں جب بات اس حد سے بھی بڑھے تو انسان خود دوسرے انسانوں پہ ظلم توڑنے لگتا ہے ایک دوسرے کا گلا کاٹ کر خوش ہوتے ہیں آپس میں لڑائی اور تباہی کے درپے ہوتے ہیں ساتھ ہوا پانی مٹی سب مخلوق نقصان پہ تل جاتی ہے طوفان آتے ہیں زمین پھٹتی ہے سمندر آبادیوں پہ چڑھ دوڑتے ہیں اور یہ سب کچھ انسانی کردار کا فوری نتیجہ ہوتا ہے ابدی اور ہمیشہ کے لیے رہنے والے نتائج میدانِ حشر میں سامنے آئیں گے جو ان تمام امور سے بہت زیادہ بھیانک ہوں گے لہٰذا گناہ کو محض ایک لغزش ہی نہ سمجھا جائے اس کے اثرات پہ نگاہ رکھنا ضروری ہے کہ اول تو خود انسان کے عمل میں فساد پیدا ہوتا ہے پھر اس کی کیفیات باطنی میں فساد پیدا ہوتا

ہے اور تیسرے درجے پر نظامِ عالم متاثر ہوتا ہے اس سب کی ذمہ داری میں خود اس کی ابدی زندگی غضبِ الٰہی کا شکار ہو کر رنج الم کی صورت اختیار کر لیتی ہے اللہ کریم اس سے پناہ دے۔

اور اس کا علاج صرف ایک ہے کہ اللہ کو یاد کرتے رہو اس کی نافرمانی سے ڈرتے ہوئے اور اس کی رحمت پر پوری امید کے ساتھ اصل بات عظمتِ باری کا احساس ہے جو کثرتِ ذکر اور صحبتِ کاملین سے نصیب ہوتا ہے جب دل کو اللہ کی یاد نصیب ہو جائے تو اپنے سب کاموں کی تعمیل کو اولیت دیتا ہے اگرچہ بعض اوقات لغزش بھی صادر ہو جائے مگر کوشش اطاعت ہی کے لیے کرے تو توبہ کی توفیق نصیب ہوتی ہے جو رحمتِ الٰہی کو پا لیتی لہذا اللہ کریم کو پکارتے رہو عجز کے ساتھ خفیہ یعنی دل ہی دل میں اپنی کوتاہیوں کا خوف بھی ہو مگر اس کی رحمت پہ امیدِ کامل بھی اس لیے کہ اس کی رحمت محسنین کے ساتھ رہتی ہے۔ محسنین سے مراد وہی لوگ ہیں جنہیں کوئی ذرہ معرفتِ باری کا نصیب ہوتا ہے اور خلوصِ دل سے خود کو اللہ کے رُوبرُو زندہ رکھتے یعنی زندگی گذارتے ہیں۔

اس کی رحمتِ عامہ تو محتاجوں کو تلاش کرتی ہے وہی ذات ہے جو ہواؤں کو چلاتی ہے اور ہوائیں بادلوں کو اٹھا لاتی ہیں لاکھوں گیلن پانی دھواں بن کر ہوا کے دوش پہ سوار ان جگہوں کو تلاش کر لیتے ہیں جو پیاس اور خشکی سے تباہ ہو رہی ہو اور پھر وہی دھواں دوبارہ پانی بننے لگتا ہے اور یوں ٹوٹ کر برستا ہے کہ جل تھل کر دیتا مردہ زمین انگڑائیاں لینے لگتی ہے اس میں روئیدگی کے آثار پیدا ہوتے ہیں اور پھر سبزہ اور پھول اس کا دامن سجا دیتے ہیں مختلف درختوں پہ طرح طرح کے پھل آتے ہیں اور یوں موجِ حیات رواں دواں ہو جاتی ہے اسی سے یہ بھی سمجھ لو کہ اللہ قادر ہے موت کی وادی میں گُم ہونے والوں کو بھی ایسے ہی دوبارہ زندہ کر کے کھڑا کر دے گا (اس) کے لیے کچھ مشکل نہیں۔

اس کی قدرت کاملہ کو دیکھو پانی کہاں ہوا پر سوار ہو سکتا تھا مگر اس نے کر دیا اور ایک مستقل نظام بنا دیا کہ مسلسل بھاپ بنتی رہے پھر بادل کی صورت دے کر اسے فضا میں چلا دیتا ہے اس میں پانی کی کوئی خبر نہیں لگتی درمیان سے گذرو تو محض ایک دھواں سا ہے مگر یہ محض اتفاقاً نہیں اڑ رہا اسے اڑایا جا رہا ہے اور جہاں اللہ چاہیں پہنچا دیتے ہیں پھر اسے پانی بنا کر بارش کی صورت میں برسا دیا جاتا ہے اس سے بھی حیرت انگیز صورت حال زمین کی ہوتی ہے جو ایک طرح سے مردہ ہو چکی ہو پھل پھول تباہ روئیدگی ختم چشمے خشک اور ہر طرف گرد اڑتی

ہے مگر بارش نوید حیات لاتی ہے تو قدرتِ کاملہ ذرا ذرا سے بیج کو فصل گھاس بیل درخت بننے کی توفیق عطا فرماتی ہے اور دنوں میں پھر سے حیات لہلہانے لگتی ہے اسی طرح پیوند زمین ہونے والے انسانوں کو بھی پھر سے زندہ کر دے گا اس میں جہاں رحمت باری کی وسعت اور اس سے امید رکھنے کی دعوت ہے وہاں یہ نصیحت بھی موجود ہے کہ دوبارہ زندہ ہونا کوئی عجیب بات نہیں بلکہ اللہ کی قدرت سے اس کے مظاہر ہمارے روبرو موجود ہیں۔

زمینِ دل

اس کے ساتھ یہ بات بھی انسانی مشاہدے میں ہے کہ بارش تو ایک سی برستی ہے نتائج زمین کے اختلاف کے باعث مختلف ہوتے ہیں اچھی زمین پھولوں سے بھر جاتی ہے مگر شور اور ناکارہ زمین پہ یا تو کچھ اُگتا ہی نہیں اور اگر اُگے بھی تو بہت ناقص جس سے حیاتِ انسانی کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا یہی حال انسانی قلوب کا ہے کہ ذکر الٰہی سے روشن دل ہر بات پہ نصیحت حاصل کرتا ہے اور مسلسل قرب الٰہی پاتا رہتا ہے مگر زمینِ دل ہی شور ہو جائے تو اللہ کریم کی آیات بھی اسے متاثر نہیں کر پاتیں اور نفع کے احساس تک سے محروم رہتا ہے ورنہ شکر گزار تو ہر آن عطایات سے لطف اٹھاتے ہیں یعنی جن قلوب میں استعداد ہو انہیں تو مسلسل راہنمائی نصیب ہوتی رہتی ہے اور یہ نعمت بارش کی طرح برستی تو سب پہ ہے محروم رہنے والوں کے قلوب فائدہ حاصل کرنے کی قابلیت سے محروم ہوتے ہیں۔

رکوع نمبر ۸ آیات ۵۹ تا ۶۴ وَلَوْ اَنَّنَا ۸/۱۵

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّىْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۵۹﴾

ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے ان سے کہا اے میری برادری کے لوگو خدا کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں مجھے تمہارے بارے میں بڑے دن کے عذاب کا (بہت ہی) ڈر ہے ﴿۵۹﴾

59. We sent Noah (of old) unto his people, and he said: O my people! Serve Allah. Ye have no other God save Him. Lo! I fear for you the retribution of an Awful Day.

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۰﴾

تو جو ان کی قوم میں سردار تھے وہ کہنے لگے کہ ہم تمہیں صریح گمراہی میں (مبتلا) دیکھتے ہیں ﴿۶۰﴾

60. The chieftains of his people said: Lo! we see thee surely in plain error.

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِىْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّىْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۱﴾

انہوں نے کہا اے قوم مجھ میں کسی طرح کی گمراہی نہیں ہے بلکہ میں پروردگار عالم کا پیغمبر ہوں ﴿۶۱﴾

61. He said: O my people! There is no error in me, but I am a messenger from the Lord of the Worlds.

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّىْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾

تمہیں اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیرخواہی کرتا ہوں اور مجھ کو خدا کی طرف سے ایسی باتیں معلوم ہیں جن سے تم بےخبر ہو ﴿۶۲﴾

62. I convey unto you the messages of my Lord and give good counsel unto you, and know from Allah that which ye know not.

63. Marvel ye that there should come unto you a Reminder from your Lord by means of a man among you, that he may warn you, and that ye may keep from evil, and that haply ye may find mercy?
64. But they denied him, so We saved him and those with him in the ship, and We drowned those who denied Our tokens. Lo! they were blind folk.

کیا تم کو اس بات سے تعجب ہوا ہے کہ تم میں سے ایک شخص کے ہاتھ
تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت آئی تاکہ وہ
تم کو ڈرائے اور تاکہ تم پرہیزگار بنو اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے ﴿۶۳﴾
مگر ان لوگوں نے ان کی تکذیب کی۔ تو ہم نے نوح کو اور جو ان کے ساتھ کشتی
میں سوار تھے ان کو تو بچا لیا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا
انہیں غرق کر دیا کچھ شک نہیں کہ وہ اندھے لوگ تھے ﴿۶۴﴾

أَوَعَجِبْتُمْ أَن جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ
عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوا
وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٦٣﴾
فَكَذَّبُوهُ فَأَنجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي
الْفُلْكِ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ
إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا عَمِينَ ﴿٦٤﴾ ع

اسرار و معارف

اس تمام بحث کی علمی صورت جو انسانی زندگی میں پیدا ہوتی ہے وہ بھی انسان کے سامنے ہے جیسے نوح علیہ السلام کا قصہ کہ ان کی قوم اللہ کی نافرمانی پہ کاربند ہو گئی مگر اللہ نے انہیں اپنی رحمت سے محروم نہیں فرمایا بلکہ ان میں اپنا رسول مبعوث فرمایا جیسے مردہ زمین پہ ابرِ رحمت۔ تفسیر مظہری کے مطابق نوح علیہ السلام آدم علیہ السلام کی آٹھویں پشت میں تھے اور ان سے پہلے زیادہ تر احکام انسانی ضروریات کے متعلق ہی تھے ان کے زمانے تک کفر و شرک بھی پھیل گیا اسی طرح وہ پہلے رسول تھے جنہیں کفر و شرک سے بھی مقابلہ کرنا پڑا حدیث شریف میں وارد ہے کہ انہیں چالیس سال کی عمر میں نبوت عطا ہوئی اور طوفان کے بعد ساٹھ برس دنیا میں رہے۔ بعثت سے طوفان بپا ہونے تک ساڑھے نو سو سال تبلیغ فرمائی۔ بعض حضرات نے آپ کا اصلی نام سکن اور بعض نے عبد الغفار بھی لکھا ہے۔ آپ ہی کے زمانہ میں طوفان نے ساری انسانیت کو غرق کر دیا صرف وہ لوگ باقی رہے جو آپ کے ساتھ کشتی میں سوار تھے لہذا بعد کی سب آبادی انہی کی اولاد ہے اس لیے آپ کو آدم ثانی یا آدم اصغر بھی کہا گیا ہے۔

شرک کی ابتدا

لوگ مال و اولاد کی کثرت پہ نازاں اپنے اپنے خیال کے مطابق زندگی کے مزے لوٹنے لگے اور ساتھ ساتھ کفر و شرک میں مبتلا ہو گئے اس لیے کہ مذہب انسانی مزاج میں ہے جب وہ اللہ کی عظمت سے آنکھیں بند کر لیتا ہے تو کوئی دوسرا کسی بھی نام سے اللہ کی جگہ مقرر کر لیتا ہے یہاں سے شرک کی ابتدا ہوتی ہے مشرک اللہ کے حکم سے تو محروم ہوتا ہے لہذا اپنی خواہشات کے مطابق رسوماتِ کفریہ کو مذہب کا درجہ دے کر اختیار کرتا ہے یہی صورت حال تھی جب نوح علیہ السلام مبعوث ہوئے اور فرمایا لوگو اللہ کے سوا کوئی بھی

نہیں جس کی عبادت کی جائے اور غیر اللہ کی عبادت تمہیں تباہی سے دوچار کرے گی تمہارے عقائد و اعمال کے نتیجے میں تو تباہی کا بہت بڑا خطرہ ہے۔

رسومات کا نفع اٹھانے والے

جس قدر رسومات دین کے نام پر قائم کی جاتی ہیں قوم کا ایک خاص طبقہ ان سے ذاتی نفع حاصل کرتا ہے سیادت و قیادت کی صورت میں بھی اور مال و دولت کی شکل میں بھی لہذا وہ طبقہ امیر یا چودھری یا پیشوا اور پیر وغیرہ بن جاتا ہے جب ان رسومات پر زد پڑتی ہے تو سب سے پہلے یہی لوگ واویلا شروع کرتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ ان کا رد کرنے والا گمراہ ہو گیا ہے۔ یہی جواب رؤسائے قوم نے نوح علیہ السلام کو دیا کہ آپ گمراہ ہو گئے ہیں اور باپ دادا کی روش کا انکار کر رہے ہیں انہوں نے فرمایا ایسی بات نہیں ہیں ہر گز گمراہ نہیں ہو بلکہ مجھے تو رب العلمین نے اپنا رسول اور فرستادہ بنا لیا ہے۔

رسالت و نبوت تقاضائے ربوبیت ہے

اللہ رب العلمین ہیں اور تمام جہانوں کی تخلیق اور حیات کا حاصل صرف وہ مخلوق ہے جو اللہ کی معرفت پائے اور نعمتِ عظمیٰ پانے کے لیے نبوت کی ضرورت ہے لہذا اللہ رب العزت نے مجھے یہ بہت ہی اہم فریضہ سونپا ہے میں اپنی بات نہیں منوانا چاہتا اس فکر میں نہ پڑو کہ ہماری یا ہمارے باپ دادا کی بات کو رد کر کے اپنی بات کو ہم پر مسلط کرنا چاہتا ہے ہر گز نہیں ہیں تو بات پہنچانے والا ہوں اور تم تک تمہارے رب کی باتیں پہنچانا میرا فرضِ منصبی ہے اس لیے کہ جو علم نبی کو براہ راست عطا ہوتا ہے اُمت اس کو صرف نبی سے حاصل کر سکتی ہے اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں یہ ایسے حقائق اور معرفت کے خزینے ہیں جو مجھے عطا ہوئے ہیں تم کو ان کی ضرورت ہے لہذا میں تمہیں پہنچانا چاہتا ہوں اسمیں حیران ہونے کی کوئی وجہ نہیں کہ تم ہی میں سے ایک شخص کو اللہ نے نبی بنا دیا یہ تو اس کی اپنی عطا ہے مگر یہ بھی یاد رکھو کہ جب مبعوث انسانوں کی طرف فرمائے جاتے ہیں تو نبی بنائے بھی انسانوں ہی میں سے جاتے ہیں تاکہ انسان استفادہ کر سکیں اور یہ نبی کا کام ہے کہ خطرات سے ہر وقت مطلع کر دے یعنی عقاید و اعمال کے وہ اثرات جو تمہاری نگاہوں سے پوشیدہ ہیں اور وہ بھی جو آخرت کو ظاہر ہوں گے اور یہ سب صرف اس لیے ہوتا ہے کہ لوگ اللہ کی رحمت کو

پالیں اپنے عقائد و اعمال میں ایسا طریقہ اختیار کریں جو اللہ کو پسند ہو اور اللہ کی طرف سے ہو کہ یہی تقوٰی ہے اور یہی راستہ دائمی مسرتوں سے ہمکنار کرتا ہے۔ جس طرح مردہ زمین تک آبِ حیات سے بھرے بادل پہنچاتا ہے ویسے ہی مردہ دلوں تک نورِ نبوت کی کرنیں بکھیرتا ہے مگر جو زمین فاسد اور شور ہو چکی ہو اسے بارش سے فائدہ نہیں ہوتا ایسے ہی اعمال کی غلاظت بھی ایک حد پہ پہنچ کر دل کی زمین کو شور بنا دیتی ہے پھر نورِ نبوت سے اس میں اجالے نہیں ہوتے لہٰذا ان لوگوں نے نوح علیہ السلام کی تکذیب کی ساڑھے نو سو سال اللہ کا پیغام پہنچاتے رہے مگر صرف اسّی مرد و زن ایمان لائے بالآخر اعمال کی جزا میں گرفتار ہوئے اور غرق کے عذاب نے آپکڑا صرف ایمان لانے والے بچ سکے جو نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار تھے ان کے علاوہ سب غرق ہو کر تباہ ہو گئے اور وہ لوگ واقعی اندھے ہو رہے تھے آنکھیں تھیں مگر حقائق کو دیکھنا نصیب نہ تھا اپنی خواہشات اور نفس کی لذات نے اندھا کر دیا تھا یعنی یہ لوگ دل کے اندھے تھے۔

رکوع نمبر ۹ آیات ۶۵ تا ۷۲ وَلَوْ أَنَّنَا $\frac{8}{16}$

وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۚ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٦٥﴾

اور اسی طرح قوم عاد کی طرف اُن کے بھائی ہُود کو بھیجا انہوں نے کہا کہ بھائیو خدا ہی کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں کیا تم ڈرتے نہیں؟ ﴿٦٥﴾

65. And unto (the tribe of) 'Âad (We sent) their brother, Hûd.[3] He said: O my people! Serve Allah. Ye have no other God save Him. Will ye not ward off (evil)?

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿٦٦﴾

تو اُن کی قوم کے سردار جو کافر تھے کہنے لگے کہ تم ہمیں احمق نظر آتے ہو اور ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں ﴿٦٦﴾

66. The chieftains of his people, who were disbelieving, said: Lo! we surely see thee in foolishness, and lo! we deem thee of the liars.

قَالَ يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَلَٰكِنِّي رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٦٧﴾

انہوں نے کہا کہ میری قوم! مجھ میں حماقت کی کوئی بات نہیں ہے بلکہ میں رب العالمین کا پیغمبر ہوں ﴿٦٧﴾

67. He said: O my people! There is no foolishness in me, but I am a messenger from the Lord of the Worlds.

أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ ﴿٦٨﴾

میں تمہیں خدا کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہارا امانتدار خیر خواہ ہوں ﴿٦٨﴾

68. I convey unto you the messages of my Lord and am for you a true adviser.

أَوَعَجِبْتُمْ أَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِنْ رَبِّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ مِنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ۚ وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَسْطَةً ۖ فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٦٩﴾

کیا تم کو اس بات سے تعجب ہوا ہے کہ تم میں سے ایک شخص کے ہاتھ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت آئی تاکہ وہ تمہیں ڈرائے اور یاد تو کرو جب اس نے تم کو قوم نوح کے بعد سردار بنایا اور تم کو پھیلاؤ زیادہ دیا پس خدا کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ نجات حاصل کرو ﴿٦٩﴾

69. Marvel ye that there should come unto you a reminder from your Lord by means of a man among you, that he may warn you? Remember how He made you viceroys after Noah's folk, and gave you growth of stature. Remember (all) the bounties of your Lord, that haply ye may be successful.

قَالُوا أَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللَّهَ وَحْدَهُ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا ۖ فَأْتِنَا بِمَا

وہ کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم اکیلے خدا ہی کی عبادت کریں اور جنکو ہمارے باپ دادا پوجتے چلے آئے ہیں

70. They said: Hast come unto us that we should serve Allah alone, and forsake what our fathers worshipped? Then bring upon us that wherewith thou

تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (٧٠)
قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ
وَّغَضَبٌ ۭ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَاۗءٍ
سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ
بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ
مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ (٧١)
فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا
وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا
وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ (٧٢) ع ٩

انکو چھوڑ دیں؟ تو اگر سچے ہو تو جس چیز سے ہمیں ڈراتے ہو اُسے لے آؤ (٧٠)
ہود نے کہا کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر عذاب اور غضب
کا نازل ہونا مقرر ہو چکا ہے کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے
بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے اپنی
طرف سے رکھ لئے ہیں جن کی خدا نے کوئی سند نازل نہیں کی۔
تو تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں (٧١)
پھر ہم نے ہود کو اور جو لوگ اُنکے ساتھ تھے اُن کو نجات
بخشی اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا اُن کی جڑ
کاٹ دی۔ اور وہ ایمان لانے والے تھے ہی نہیں (٧٢)

threatenest us if thou art of the truthful!

71. He said: Terror and wrath from your Lord have already fallen on you. Would ye wrangle with me over names which ye have named, ye and your fathers, for which no warrant from Allah hath been revealed? Then await (the consequence). Lo! I (also) am of those awaiting (it).

72. And We saved him and those with him by mercy from Us, and We cut the root of those who denied Our revelations and were not believers.

اسرار و معارف

توحید

اسی طرح زمین پر آباد ہونے والے لوگ پھلے پھولے اور پھر سے آبادی بڑھی تو نوح علیہ السلام کی پانچویں پشت میں عاد جوان کے بیٹے سام کی اولاد میں سے تھا معروف آدمی گذرا حتیٰ کہ اس کی پوری قوم عاد کہلائی اسی کے دوسرے بھائی کی اولاد ثمود یا عادِ ثانی کہلائی مؤرخین کیمطابق عاد کے دادا کا نام اِرم تھا لہٰذا انہیں عادِ ارم بھی کہا گیا ہے جب یہ لوگ خوب آباد ہو گئے اور زمین سونا اُگلنے لگی ہر طرح کی فصلیں اور پھل کثرت سے پیدا ہونے لگے پھر یہ تنومند اور بہت قدآور اقوام تھیں غرض ہر طرح کی شان و شوکت نصیب ہوئی تو اللہ کریم سے غافل ہو گئے اور اپنی طاقت اور دولت کے نشے میں بدمست ہو کر کفر و شرک میں مبتلا ہو گئے۔ ان کی باطنی تباہی رحمتِ ربوبیت کا تقاضا کرتی تھی لہٰذا اللہ نے ان ہی کے قومی بھائی حضرت ہود علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز فرمایا حضرت ہود علیہ السلام بھی سام کی اولاد میں سے تھے یوں تو نبوت انسانیت ہی کا تاج ہے اور کسی دوسری مخلوق کو یہ نعمت نصیب نہیں ہوئی۔ اس لیے کہ انسان اپنی ہی جنس سے مستفید ہو سکتا ہے مگر یہاں یہ نعمت بھی تھی کہ حضرت ہود علیہ السلام قومِ عاد ہی سے تھے اور ان کے قومی بھائی بھی تھے لہٰذا انہوں نے برملا اعلان فرمایا کہ اے میری قوم صرف اللہ کی عبادت کرو اس لیے کہ حقیقتاً اس کے علاوہ کوئی بھی تمہارا معبود نہیں توحید باری تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے سب سے پہلے

بیان فرمائی اور یہ ہر دین کی بنیاد ہے یاد رہے توحید سے مراد مرکزِ امید کا واحد ہونا ہے ورنہ اقرار محض تو صورت توحید کا ہی ہوگا فرمایا تمہارا تعلق اس قدر بگڑ چکا ہے کہ اب تمہیں اللہ سے حیا نہیں آتی یعنی توحید کا مدار تعلقِ قلبی پر ہے جسے تقویٰ کہا گیا ہے اگر یہ ٹوٹ جائے تو انسان کئی معبود مان لیتا ہے خواہ زبان سے اقرار نہ بھی کرے۔

سردارانِ قوم ایسے لوگ جنہوں نے مذہب کے نام پر اپنی سرداریاں قائم کر رکھی تھیں تڑپ اُٹھے اور کہنے لگے تمہاری باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ تم بے وقوف ہو جن باتوں پہ ہمارے باپ دادا عمل کرتے تھے اور ہماری مشکلات انہی سے حل ہوتی تھیں بیماریاں دور ہو جاتی تھیں سب کام ہو رہے تھے تم نے کہہ دیا کہ یہ سب غلط ہے یہ تو بہت بڑی جہالت ہے اور اگر ایسا نہیں تو پھر یقیناً تم جھوٹ بول رہے ہو اور محض اپنا کوئی مقصد حاصل کرنا چاہتے ہو۔ آپ نے فرمایا میں ہرگز پاگل نہیں ہوں بھلا جو میں کہتا ہوں کیا یہ بات بجز نبی کسی کے احاطہ علمی میں آسکتی ہے ہرگز نہیں دنیا بھر کے حکما، فلاسفر اور دانشور مل کر بھی ذات و صفاتِ باری سے آگاہی نہیں پا سکتے ہاں یہ مقامِ نبوت ہے کہ انبیاء کو اللہ کریم خود تعلیم فرما دیتے ہیں اور میں بھی اللہ کا رسول ہوں اس اللہ کا جو تمام جہانوں کا خالق اور پروردگار ہے میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا صرف وہ باتیں جو اللہ کریم تم سے کرنا چاہتے ہیں مجھے ارشاد فرما دیتے ہیں اور میں تمہیں پہنچا دیتا ہوں نیز صرف بات ہی پہنچانا میرا مقصد نہیں مجھے تم سے پوری ہمدردی بھی ہے میں تمہارے دکھ سکھ کو محسوس بھی کرتا ہوں اور تمہاری بہتری چاہتا ہوں پورے خلوص کے ساتھ کہ میں امین بھی ہوں یعنی انبیاء ہر طرح سے امانتدار ہوتے ہیں بات پہنچانے محنت کرتے اور خلوصِ دل سے لوگوں کی اصلاح کی تمنا کرنے وغیرہ۔ سب امور میں۔ اب رہی یہ بات کہ تم حیران ہو اللہ کو اگر رسول بنانا تھا تو کسی فرشتے کو بناتا یا ہم سے کوئی بڑا آدمی ہی بنا دیتا قوم میں سے ایک عام آدمی کو نبوت سے سرفراز کر دیا اب وہ ہمیں ہمارے اعمال کے نتائج سے مطلع کر رہا ہے تو اپنے سے پہلے دور کو یاد کرو کیا نوح علیہ السلام اسی طرح مبعوث نہ ہوتے تھے کیا ان کی تعلیمات یہی نہ تھیں لوگوں نے انکار کیا تو تباہ ہو گئے اور سب کو مٹا کر تمہیں ان کے بعد پھر سے زمین پہ آباد کر دیا بلکہ تمہیں جسمانی اعتبار سے ان سے بہت مضبوط اور طاقتور بنا دیا اگر تم سوچنا شروع کرو تو دیکھو تم پر کس قدر انعامات فرمائے ہیں جسمانی طاقت اقتدار مال و دولت اولاد شادابی اور پھلوں کی کثرت اللہ کی ان نعمتوں کو یاد کرو کہ تمہارا بھلا اسی میں ہے تو کہنے لگے آپ کی سب باتوں کا حاصل

یہ ہے کہ ہم ایک اللہ کی بندگی کریں اور جس قدر معبود ہمارے باپ دادوں نے اختیار کیے تھے سب کو چھوڑ دیں یہ نہیں ہوگا اگر اس پہ خفا ہو کر اللہ عذاب نازل کرنا چاہتا ہے اور آپ ہمیں اس عذاب سے ڈرا رہے ہیں تو آپ اسے آنے دیں دیکھا جائے گا مگر ہم کسی عذاب سے ڈر کر رسومات کو ترک نہیں کریں گے۔

اللہ کے غضب کی دلیل آپ نے فرمایا جب گناہ ایک خاص حد سے بڑھ جاتے ہیں اور اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے تو اس کی دلیل یہی ہے کہ توبہ کی توفیق چھن جاتی ہے انسان برائیوں پر شرمندہ ہونے کی بجائے فخر کرنے لگتا ہے یہ نہ صرف غضب ہے بلکہ عذاب کی ایک قسم ہے یعنی یہ صورتحال بجائے خود ایک عذاب ہے جس میں تم لوگ مبتلا ہو چکے ہو۔

کیا یہ عذاب الٰہی نہیں کہ مفروضہ ناموں کو اپنا حاجت روا ثابت کرنے کے لیے پوری قوت صرف کر رہے ہو نہ کوئی آسمانی کتاب اس کی شہادت دیتی ہے نہ کسی نبی اور رسول نے ایسا کرنے کا حکم دیا محض اپنے اوہام کی بنیاد پر چند دیوی دیوتا یا حاجت روا مقرر کر کے اب تعلیماتِ نبوت کو بدلنا چاہتے ہو اپنی رسوم کو نہیں بدلتے تو انتظار کرو کیا نتیجہ سامنے آتا ہے میں بھی منتظر ہوں۔

اور پھر وہی ہوا نورِ نبوت ٹوٹ کے برسا مگر روشنی انہی دلوں کو نصیب ہوئی جن میں استعداد باقی تھی جن کی زمین گناہ کے باعث شور ہو چکی تھی وہ تباہ و برباد کر دیئے گئے قوم عاد پہ ہوا کو ہی بطور عذاب مسلط کر دیا گیا جو باعثِ حیات تھی وہی موت اور تباہی کا سبب بن گئی یہ لوگ بہت بڑے بڑے قد آور اور ان کے مکانات محلات کی صورت میں تھے مگر ہوا نے سب کچھ اکھاڑ پچھاڑ کر تباہ کر دیا درخت اکھڑ گئے مکان تباہ ہو گئے اور انسان اور جانور ہوا میں اڑ اڑ کر زمین پر گرتے اور ٹوٹ پھوٹ جاتے تھے ہوا سخت تیز اور چیختی ہوئی تھی مگر جن کے دل روشن تھے حضرت ہود علیہ السلام نے ان کے لیے ایک گھیرا سا بنا دیا اس کے اندر موسم معتدل رہا اور ہوا رحمتِ باری کی نوید سناتی رہی وہی ہوا جو دائرے سے باہر غضب الٰہی کا مظہر تھی یہ عذاب ان پر اس وقت آیا جب انہوں مسلسل نافرمانی کر کے اپنے قلوب کو ایمان قبول کرنے کی استعداد سے محروم کر لیا اس قدر سیاہی اور تاریکی دلوں پہ چھا گئی کہ وہ رحمت باری سے محروم ہو کر غضب کی لپیٹ میں آ گئے اسی

لیے فرمایا وما کانوا مؤمنین۔ یعنی وہ ایمان لانے والے تھے ہی نہیں۔

رکوع نمبر ۱ آیات ۷۳ تا ۸۴ ولو اننا ۸/۱۷

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ
يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ
غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ
هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا
تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا
بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾

اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ تو صالح نے کہا کہ
اے قوم! خدا ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود
نہیں۔ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک معجزہ آ چکا ہے یعنی
یہی خدا کی اونٹنی تمہارے لئے معجزہ ہے۔ تو اسے آزاد چھوڑ دو کہ
خدا کی زمین میں چرتی پھرے اور تم اسے بری نیت سے ہاتھ بھی
نہ لگانا۔ ورنہ عذاب الیم تمہیں پکڑ لے گا (۷۳)

73. And to (the tribe of) Thamûd (We sent) their brother Ṣâliḥ. He said: O my people! Serve Allah. Ye have no other God save Him. A wonder from your Lord hath come unto you. Lo! this is the camel of Allah, a token unto you; so let her feed in Allah's earth, and touch her not with hurt lest painful torment seize you.

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ
عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِی الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ
سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ
بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا
فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۷۴﴾

اور یاد تو کرو جب اس نے تم کو قوم عاد کے بعد سردار
بنایا اور زمین پر آباد کیا۔ کہ نرم زمین سے مٹی لے لے کر
محل تعمیر کرتے ہو اور پہاڑوں کو تراش تراش کر
گھر بناتے ہو۔ پس خدا کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین
میں فساد نہ کرتے پھرو (۷۴)

74. And remember how He made you viceroys after 'Aâd and gave you station in the earth. Ye choose castles in the plains and hew the mountains into dwellings. So remember (all) the bounties of Allah and do no evil, making mischief in the earth.

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ
لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ
اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ
قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾

تو ان کی قوم میں سردار لوگ جو غرور رکھتے تھے غریب لوگوں
سے جو ان میں سے ایمان لے آئے تھے کہنے لگے بھلا تم یقین کرتے ہو
کہ صالح اپنے پروردگار کی طرف سے بھیجے گئے ہیں؟ انہوں نے کہا
ہاں جو چیز دے کر وہ بھیجے گئے ہیں ہم اس پر بلاشبہ ایمان رکھتے ہیں (۷۵)

75. The chieftains of his people, who were scornful, said unto those whom they despised, unto such of them as believed: Know ye that Ṣâliḥ is one sent from his Lord? They said: Lo! in that wherewith he hath been sent we are believers.

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ
بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾

تو سرداران مغرور کہنے لگے کہ جس چیز پر تم ایمان لائے ہو ہم
تو اس کو نہیں مانتے (۷۶)

76. Those who were scornful said: Lo! in that which ye believe we are disbelievers.

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ
وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ
مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷۷﴾

آخر انہوں نے اونٹنی (کی کونچوں) کو کاٹ ڈالا اور اپنے پروردگار
کے حکم سے سرکشی کی اور کہنے لگے کہ صالح جس چیز سے تم ہمیں
ڈراتے تھے اگر تم خدا کے پیغمبر ہو تو اسے ہم پر لے آؤ (۷۷)

77. So they hamstrung the she-camel, and they flouted the commandment of their Lord, and they said: O Ṣâliḥ! Bring upon us that thou threatenest if thou art indeed of those sent (from Allah).

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ
دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۷۸﴾

تو ان کو بھونچال نے آ پکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے
پڑے رہ گئے (۷۸)

78. So the earthquake seized them, and morning found them prostrate in their dwelling-place.

فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ
رِسَالَةَ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا
تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۷۹﴾

پھر صالح ان سے ناامید ہو کر پھرے اور کہا کہ میری قوم!
میں نے تم کو خدا کا پیغام پہنچا دیا اور تمہاری خیر خواہی کی مگر تم
ایسے ہو کہ خیر خواہوں کو دوست ہی نہیں رکھتے (۷۹)

79. And Ṣâliḥ turned from them and said: O my people! I delivered my Lord's message unto you and gave you good advice but ye love not good advisers.

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ
الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ
مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾

اور اسی طرح جب ہم نے لوط کو پیغمبر بنا کر بھیجا تو اس
وقت انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ایسی بے حیائی کا کام کیوں
کرتے ہو کہ تم سے پہلے اہل عالم میں سے کسی نے اس طرح کا کام نہیں کیا (۸۰)

80. And Lot! (Remember) when he said unto his folk: Will ye commit abomination such as no creature ever did before you?

إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّن دُونِ النِّسَاءِ ۚ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ۝٨١

یعنی خواہش نفسانی پورا کرنے کے لئے عورتوں کو چھوڑ کر لونڈوں پر گرتے ہو حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ حد سے نکل جانے والے ہو ۝۸۱

81. Lo! ye come with lust unto men instead of women. Nay, but ye are wanton folk.

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا أَخْرِجُوهُم مِّن قَرْيَتِكُمْ ۖ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ ۝٨٢

تو اُن سے اس کا جواب کچھ نہ بن پڑا اور بولے تو یہ بولے کہ ان لوگوں (یعنی لوط اور اس کے گھر والوں) کو اپنے گاؤں سے نکال دو (کہ) یہ لوگ پاک بننا چاہتے ہیں ۝۸۲

82. And the answer of his people was only that they said (one to another): Turn them out of your township.[6] They are folk, forsooth, who keep pure.

فَأَنجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ۝٨٣

تو ہم نے اُن کو اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا مگر ان کی بی بی (کہ) وہ پیچھے رہنے والوں میں تھی ۝۸۳

83. And We rescued him and his household, save his wife, who was of those who stayed behind:

وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِم مَّطَرًا ۖ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ۝٨٤

اور ہم نے اُن پر (پتھروں کا) مینہ برسایا سو دیکھ لو کہ گنہگاروں کا کیسا انجام ہوا ۝۸۴

84. And We rained a rain upon them. See now the nature of the consequence for evildoers!

اسرار و معارف

حقیقت دُعا

بات اسی تسلسل میں جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت بڑی قدرت کا مالک اور اپنی مخلوق پر بہت زیادہ مہربان بھی ہے اس کی رحمت محتاجوں کو تلاش کرتی ہے اگر کوئی انسان محروم ہے تو اس کی وجہ نزولِ رحمت میں کمی نہیں خود اس کے دل میں قبولیت کی استعداد میں کمی ہے جیسے حدیث شریف ارشاد ہے کہ لوگ دور دراز سفر کر کے پریشان بالوں پھٹے ہوئے دامنوں اور گرد سے اٹے پاؤں اور چہرے لے کر پکارتے ہیں یارب یارب مگر ان کی دعا سنی نہیں جاتی اس لیے کہ کھانا حرام پہننا حرام ہوتا ہے بعض بے نصیب تو دعا ہی سے محروم ہوتے ہیں اور بعض صورتِ دعا تو بنا لیتے ہیں مگر حقیقت سے بے خبر یہ دونوں صورتیں محرومی کی ہیں۔ عاد کی ہلاکت اور تباہی کے بعد ثمود جو ان کے چچا زاد تھے اور عاد ثانی بھی کہلاتے ہیں۔ ان سب زمینوں اور جائدادوں پہ قابض ہوئے پھر سے تعمیر شروع کی اور پہلوں سے بازی لے گئے ان کے تباہ شدہ گھروں پہ اپنے محل تعمیر کیے ساتھ ساتھ فن سنگ تراشی میں ایسا کمال حاصل کیا کہ بڑے پہاڑوں کی عمودی چٹانوں کو کاٹ کر محلات اور مکانوں کی شکل دے دی دروازے ڈیوڑھیاں اور ستون وغیرہ آج تک ان کے فن کے گواہ اور ان کی تباہی پہ داستان عبرت سناتے ہیں جب پھلے پھولے تو مذہبی لٹیروں کا گروہ بھی پیدا ہوا اور تکمیل خواہشات پہ مذہبی تقدس کا رنگ چڑھا کر احکامِ الٰہی کی جگہ خود ساختہ رسومات کو جاری کر دیا اگرچہ

عادِ اُولیٰ کی بات ابھی بہت پُرانی نہ ہوئی تھی مگر جب دل مُردہ ہو جائیں تو عبرت کے سامان نظر نہیں آتے چنانچہ یہ بھی کفر و شرک اور بد اعمالی میں گرفتار و مبتلا ہو گئے جب دلوں کی دنیا اجڑنے لگی تو ابر کرم پھر برسا اس نے گناہ میں مشغول بندوں کو بھی محرومی کی نذر نہ ہونے دیا اور ان ہی میں سے ان کے بھائی یعنی ہم قوم حضرت صالح علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز فرمایا پھر سے نغمۂ توحید گونجا پھر لا الٰہ الا اللہ کی حیات آفریں صدا آئی اور انہوں نے قوم کو دعوت دی کہ صرف اللہ کریم کی عبادت اختیار کرو اس لیے کہ اس کے سوا کوئی معبود ہے ہی نہیں اور پورے اطمینان اور صبر کے ساتھ یہ پیغام پہنچاتے رہے مگر دل ہی برباد ہو چکے ہوں تو سوائے انکار کے کیا جواب ہوگا عجب بات ہے صالح علیہ السلام نہ گھبرائے دعوت دیتے دیتے بال سفید ہونے لگے مگر قوم تنگ آگئی کہ ان کی بات سنتے سنتے تو کان ہی پک گئے کوئی ایسا طریقہ سوچیں جو ان سے پیچھا چھوڑا دے چنانچہ بڑے غور و فکر کے بعد ایک عجیب اور اَن ہونی بات کا مطالبہ کیا چونکہ ان کی معیشت جانوروں اور ریوڑوں پر تھی تو کہنے لگے یہ سامنے جو پہاڑ ہے یہ پھٹ جائے اور اس میں سے ایک اونٹنی نکلے اور وہ دس ماہ کی گابھن بھی ہو جب آپ ایک ایسی ذات کی طرف دعوت دیتے ہیں جو ہر چیز پہ قادر ہے تو اسے کہیں ایسا کر دے اگر ایسا ہو گیا تو ہم سب آپ کی بات مان لیں گے حضرت صالح علیہ السلام نے دعا کی ایک بہت بڑی چٹان پھٹ کر ایک عظیم الجثہ سانڈنی برآمد ہو گئی کچھ خوش نصیب تو ایمان لے آئے مگر اکثریت کو مذہب کے نام پہ عیش کرنے والے سرداروں نے گمراہ کر لیا اور مختلف تاویلیں گھڑنے لگے۔

نِسبت کا اثر

حضرت نے فرمایا کہ اب تاویلوں کی گنجائش تو نہیں لیکن ایک بات یاد رکھو اس ناقہ کو اللہ سے نسبت ہے یعنی یہ ناقۃ اللہ ہے جیسے بیت اللہ یا عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور یہ اس کی قدرت کاملہ کا مظہر ہے اس کی حفاظت کرتے رہو اگر یہ تم لوگوں میں موجود رہی تو ہدایت نہ بھی پا سکے عذاب سے ضرور محفوظ رہو گے۔

اور تمہاری کھیتی بھی کچھ نہیں وسیع جنگل پڑے ہیں اسے چرنے دو اور یاد رکھو اگر تم نے اسے ختم کر دیا تو تم پہ عذاب آ جائے گا۔

اچھا گھر اللہ کریم کی نعمت ہے

تم کیوں نہیں سوچتے کہ عاد کی تباہی کیسی دردناک تھی مگر اس کریم نے تمہیں پھر سے آباد کر دیا اور ان کا جانشین بنا دیا۔ تمہیں کھنڈروں پر محل تعمیر کر دیئے بلکہ ایسی قوت بخشی کہ پہاڑوں تک کو تراش کر مکان بنا لیتے ہو تمہیں چاہیئے اس پر شکر ادا کرو یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ اچھا مکان بنانا منع نہیں بلکہ اللہ کا احسان ہے اگر اس پر شکر بھی ادا کرتا رہے ہاں صرف مکانوں کی ہوس میں اللہ ہی سے غافل ہو جانا مناسب نہیں حدیث شریف میں جو ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا گیا ہے اس سے مراد یہی ہے کہ مکانوں اور آرام کی طلب اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دے اسی لیے یہاں ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور اس کا شکر بجا لاؤ اور نافرمانی اختیار کر کے زمین پر تباہی کو دعوت نہ دو پہلے گذر چکا ہے کہ گناہ روئے زمین پر فساد پیدا کرتا ہے۔

مگر ایسے متکبرین جن کی سرداریاں ہی لوگوں کی گمراہی کی وجہ سے تھیں اگر حق پرستی اختیار کرتے تو انہیں بھی بندہ بن کر رہنا پڑتا دوسروں پر ان کی برتری ختم ہو جاتی فوراً آڑے آئے اور مومنین کو جو ان کے خیال کے مطابق بے حیثیت لوگ تھے کہنے لگے کیا تمہیں یقین ہے کہ صالح علیہ السلام اللہ کریم کے نبی ہیں یعنی کج بحثی کی راہ اپنائی مگر ان اللہ کے بندوں نے خوب جواب دیا کہ سوال یہ نہیں کہ یہ اللہ کریم کے رسول ہیں یا نہیں یہ بات تو سورج سے زیادہ روشن ہے سوال یہ ہے کہ کون ان کی دعوت قبول کرتا ہے لہٰذا ہم ان کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے جو کچھ یہ لائے ہیں اس پر ایمان لاتے ہیں تو انہوں نے کہا تم مانو ہم ہرگز نہ مانیں گے اس کے ساتھ انہیں اس اونٹنی کو ختم کرنے کی سوجھی کہ یہ ہمیں لاجواب کر دیتی ہے اس کا وجود ہی نہ رہنا چاہیئے مفسرین نے قصے نقل فرمائے ہیں کہ اس کی خوراک اور پانی وغیرہ سے تنگ آ گئے تھے کہ ایک روز وہ لوگ پانی لیتے گلوں کو پلاتے اور ایک دن سارا پانی وہ ناقہ پی جاتی مگر ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ اس نے بچہ دیا تھا اور جتنا پانی پیتی اتنا دودھ دیتی تھی حتیٰ کہ سب لوگ اپنے برتن دودھ سے بھر لیتے۔ بات جو انداز بیان سے ظاہر ہے وہ یہی ہے کہ یہ عظمت باری کی وہ دلیل تھی جس کا مطالبہ خود انہوں نے کیا تھا چنانچہ انہوں نے مشورہ کر کے اونٹنی کو مار ڈالا ایک بدبخت نے اس کی ٹانگیں کاٹ دیں اور یوں اسے ختم کر دیا۔ اور ساتھ یہ بھی کہا کہ آپ کہتے تھے اس کی وجہ سے عذاب آئے گا کیوں نہیں لاتا اگر آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں تو اللہ سے کہیں عذاب بھیج دے مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے اللہ سے خبر پا

کہ انہیں بتایا کہ کل تمہارے چہرے زرد پرسوں سرخ اور اگلے دن سیاہ ہو جائیں گے پھر تمہیں دوسرا دن دیکھنا نصیب نہ ہوگا اس کا اثر ان پر الٹ ہوا اور حضرت صالح علیہ السلام کے قتل کے درپے ہو گئے اللہ نے قدرت کاملہ سے ان کی حفاظت فرمائی دوسرے روز واقعی سب کے چہرے زرد تھے توبہ کرنے کی نہ سوجھی کہ دل تباہ ہو چکے تھے دشمنی میں مزید بڑھ گئے کہ یہ سب ان کی وجہ سے ہو رہا ہے حتیٰ کہ تین روز بعد زلزلے اور گرج کے عذاب میں مبتلا ہو کر تباہ و برباد ہو گئے اور صالح علیہ السلام پھر بھی ان پر اظہار افسوس فرما رہے تھے کہ میں نے تو تمہیں اللہ کریم کی باتیں سنائیں اور تمہارے بھلے کے لیے سنائیں مگر تم ہی اس قدر اندھے ہو چکے تھے کہ بھلا چاہنے والے کو بھی پہچان نہ سکے ان کی بستیوں کے آثار تا حال داستانِ عبرت سناتے ہیں حدیث شریف میں ہے کہ غزوہ تبوک میں آپ ﷺ نے مقام حجر سے گذرتے ہوئے فرمایا تھا کہ عذاب زدہ بستی میں کوئی داخل نہ ہو نہ ان کے کنوئیں سے پانی لیا جائے اس سے ثابت ہے کہ ہر انسان کا کردار اس کے مسکن کو بھی متاثر کرتا ہے لہٰذا نیک لوگوں کے ساتھ رہنا بھی سعادت کا سبب ہے جب بدکاروں کے ساتھ قیام بھی خطرے خالی نہیں۔

پھر ان کے بعد لوگ آباد ہوئے زمانہ اپنی رفتار سے چلتا رہا اور آخر کار پھر انسان گمراہ ہو کر بت پرستی میں مبتلا ہو گیا اللہ سے دور ہو کر ہوائے نفس میں گرفتار رہوا پہلے پہل خواہشات کے بت بنتے ہیں جو نظر نہیں آتے مگر انسان مختلف پردوں میں پوجا انہی کی کرنے لگتا ہے اور بالآخر مجسمہ تراش لیتا ہے ایک بے جان معبود جس کی اپنی کوئی مرضی نہیں ہوتی محض تراشنے والوں کی خواہشات کی تکمیل کا سبب بنتا ہے لیکن اللہ اتنا کریم ہے کہ اس کی رحمت پھر تھامنے کو بڑھتی ہے چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام کو نبوت عطا فرما کر اس قوم کے پاس بھیجا یہ لوگ بھی موجودہ اردن اور بیت المقدس کے درمیان آباد تھے پانچ بہت بڑے بڑے شہر تھے مفسرین نے ان کے نام بھی گنوائے ہیں مرکزی شہر سدوم تھا جو دارالخلافہ تھا قرآن حکیم نے ان کے مجموعہ کو موتفکات کہا ہے۔

لواطت اور اس کی سزا

حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے ان کے ساتھ ہجرت کر کے آئے تھے نبوت سے سرفراز ہو کر ان شہروں کے لیے مبعوث ہوئے اور سدوم میں قیام فرمایا یہ قوم جنسی بے راہ روی کی ذلت میں گرفتار ہوئی حتیٰ کہ ہم جنسی کا بدترین فعل ان میں شروع ہو گیا اس سے پہلے تاریخ انسانی میں اس کا [illegible] نہیں ملتا اسی لیے [illegible]دں

نے اس پر سخت ترین الفاظ میں گرفت فرمائی کہ کفر و شرک اگرچہ بدترین عمل ہے مگر پہلی قومیں اس میں مبتلا ہوتی رہی ہیں اور تباہ و برباد ہو کر نشان عبرت بن گئیں تم نے اس بدعملی بے راہ روی کا وہ راستہ اپنایا ہے جو تم سے پہلے کسی نے اختیار نہیں کیا یہ فعل ایسا قبیح اور گھناؤنا ہے کہ جانور تک ایسا نہیں کرتے اسی لیے فقہاء نے اسے زنا سے بدتر قرار دیا ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے مطابق ایسا کرنے والے کو پہاڑ سے نیچے پھینک کر اس پر پتھر برسائے جائیں کہ قوم لوط بھی زمین دھنسا دی گئی تھی اور آسمان سے پتھر برسے تھے۔ چنانچہ لوط علیہ السلام نے واضح طور پر گرفت فرمائی کہ تم عورتوں کی بجائے مردوں سے شہوت رانی کرتے ہو کیا تم اس قدر اندھے ہو کہ تمہیں اس سے گھن نہیں آتی انسانی نسل کی بقا کا مدار جنس پر ہے مگر جنسی بے راہ روی کبھی اعلیٰ انسان پیدا نہیں کرتی اس لیے اللہ کریم نے جنسی ملاپ کے ضابطے اور حدود مقرر فرما دی ہیں جن سے صاف ستھرا معاشرہ وجود پاتا ہے ان حدود کے اندر رہا جائے تو اچھے انسان پیدا ہوتے ہیں اور اگر کوئی محض شہوت رانی کے لیے حدود الٰہی کی پروا نہیں کرتا تو زنا کا مرتکب ہوتا ہے جس کو فاحشہ کہا گیا ہے کہ بہت سی خرابیوں کا باعث اور بے حیائی کی بنیاد ہے اور اس پر سخت سزا مقرر فرمائی گئی ہے مگر یہ خلاف فطرت بدکاری تو الفاحشہ کہہ کر ذکر ہوئی یعنی سب فواحشات کا مجموعہ ہے اور انتہائی ظلم ہے تم اس کے مرتکب ہو کر تمام حدود سے بڑھ گئے ہو۔

وطی فی الدبر

جہاں یہ بہت زیادتی کی بات ہے وہاں اہل تشیع نے عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کو حلال قرار دے کر قوم لوط کی طرح ایک خبیث ترین برائی کو نہ صرف بنیاد فراہم کی ہے بلکہ اسے عبادت کا درجہ دے دیا ہے اور اس خباثت کے موجد شیعہ ہیں ان سے قبل کسی قوم میں اس کا نشان نہیں جس طرح قوم لوط مردوں کے آپس میں جنسی اختلاط کی موجد تھی۔

سزا از جنس اعمال ہوتی ہے

لوگوں کے پاس جواب تو نہ تھا اس لیے اس بات پہ آ گئے کہ یہ بڑے پاکباز بن رہے ہیں لہٰذا ان کو شہروں سے نکال دو رحمت باری کی فراوانی دیکھو کہ کس قدر ظلم میں مبتلا تھے مگر محروم نہ رکھا اپنا نبی مبعوث فرمایا مگر دلوں کی دنیا اس قدر اُجڑ چکی تھی کہ شور زمین کی طرح اس میں مزید بگاڑ ہی پیدا ہوا چنانچہ عذاب الٰہی کی گرفت میں آ گئے۔ اللہ کا نبی اور اس کا دامن تھامنے والے محفوظ رہے باقی سب لوگ تباہی کا شکار ہوئے اور جس طرح خلاف فطرت برائی کا

ارتکاب کرتے تھے اسی قسم کا عذاب بھی نازل ہوا کہ آسمانوں سے ان پر پتھر برسے اور اس تختۂ زمین کو تہ تک اکھاڑ کر ان لوگوں سمیت الٹ دیا گیا یہ بھی یاد رہے کہ یہاں قلبی رشتوں کا لحاظ ہے دنیا کے رشتے تو محض نظام عالم کے لیے ہیں لہذا لوط علیہ السلام کی بیوی جس کا تعلق ان کافروں سے دل اور ایمان کا تھا باوجود ظاہری قرب

تعلق قلبی

کے ساتھ نجات نہ پا سکی بلکہ ان لوگوں کے ساتھ اسی انجام سے دوچار ہوئی جن کے ساتھ قلبی یا ایمانی رشتہ تھا اور محض چند لوگ جن کا قلبی تعلق لوط علیہ السلام سے تھا انہیں کوئی گزند نہ پہنچا - ہاں اگر قلبی تعلق بھی ہو اور نسبی تعلق بھی ہو تو نورٌ علیٰ نور ہے مگر یہ بات یاد رہے کہ محض نسبی تعلق کوئی حیثیت نہیں رکھتا - لہذا دیکھو بدکاروں کا انجام کیسا عبرت ناک ہوا آج تک بھی وہ زمین بدبودار پانی سے بھری کھڑی ہے جسے بحیرہ مردار یا (DEAD SEA) کہتے ہیں اس پانی میں کوئی جاندار زندہ نہیں رہ سکتا - نہ مچھلی نہ مینڈک وغیرہ -

رکوع نمبر ۱۱ آیات ۸۵ تا ۸۷ وَلَوْ اَنَّنَا

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ
اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۗ قَدْ
جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ
وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ
وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ۗ
ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸۵﴾

اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا تو انہوں نے
کہا کہ قوم خدا ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں
تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی آچکی ہے تو تم ماپ
اور تول پوری کیا کرو اور لوگوں کو چیزیں کم نہ دیا کرو اور زمین
میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرو اگر تم صاحب ایمان ہو تو سمجھ لو کہ
یہ بات تمہارے حق میں بہتر ہے ﴿۸۵﴾

85. And unto Midian (We sent) their brother, Shu'eyb.[6] He said: O my people! Serve Allah. Ye have no other God save Him. Lo! a clear proof hath come unto you from your Lord; so give full measure and full weight and wrong not mankind in their goods, and work not confusion in the earth after the fair ordering thereof. That will be better for you, if ye are believers.

وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ
وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ
بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ
كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۠ وَانْظُرُوْا كَيْفَ
كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾

اور ہر رستے پر مت بیٹھا کرو کہ جو شخص خدا پر ایمان لاتا ہے
اسے تم ڈراتے اور راہ خدا سے روکتے اور اس میں کجی
ڈھونڈتے ہو اور اس وقت کو یاد کرو جب تم تھوڑے سے
تھے تو خدا نے تم کو جماعت کثیر کر دیا اور دیکھ لو کہ خرابی
کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا ﴿۸۶﴾

86. Lurk not on every road to threaten (wayfarers), and to turn away from Allah's path him who believeth in Him, and to seek to make it crooked. And remember, when ye were but few, how He did multiply you. And see the nature of the consequence for the corrupters!

وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِىْٓ
اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا
فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ
وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۷﴾

اور اگر تم میں سے ایک جماعت میری رسالت پر ایمان
لے آئی ہے اور ایک جماعت ایمان نہیں لائی تو صبر کئے
رہو یہاں تک کہ خدا ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کر دے
اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے ﴿۸۷﴾

87. And if there is a party of you which believeth in that wherewith I have been sent, and there is a party which believeth not, then have patience until Allah judge between us. He is the best of all who deal in judgement.

اسرار و معارف

پھر اہل مدین آباد ہوئے یہ قوم بڑھی مفسرین کے مطابق مدین بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے تھے ان کی اولاد بھی اور آبادی بھی مدین ہی کہلائی یہ خوب پھولے پھلے تو نفس نے انہیں دولت جمع کرنے کے لالچ میں مبتلا کر دیا چنانچہ انہوں نے ناپ تول میں کمی اور لوٹ کھسوٹ کو وطیرہ بنالیا راستوں پر لوگوں کو لوٹ لیتے یا ناجائز ٹیکس لگا کر دولت بڑھانے کی فکر میں رہتے رحمتِ باری نے ان کی دستگیری فرمائی اور حضرت شعیب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا ان کی بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام سے رشتہ داری تھی اور مدین والوں کے نسبی بھائی تھے چنانچہ انہوں نے عبادتِ الٰہی کی طرف دعوت دی کہ اپنی امیدوں کو اسی ذاتِ واحد سے وابستہ کرو اس لیے کہ حق یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی بھی عبادت کا مستحق نہیں چونکہ وہی تمہارا رب بھی ہے۔ لہٰذا اس نے میری نبوت کو تمہارے لیے واضح دلیل بنا دیا ہے کہ جو بھی سیدھا راستہ اپنانا چاہے اس کی راہنمائی کے لیے اللہ کا

دُوسروں کا حق مارنا حرام ہے

نبی موجود ہے لہٰذا ناپ تول میں کمی کرنا چھوڑ دو اور لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرو مفسرین کے مطابق کسی بھی طرح حق مارنا درست نہیں مال میں ہو یا عزت و ناموس میں یا درجہ کے مطابق احترام نہ کرنا یا جس کی اطاعت واجب ہو اس کی اطاعت نہ کرنا یہ سب باتیں حرام ہیں حتیٰ کہ رکوع و سجود میں جلدی کرتے ہوئے شخص کو دیکھ کر فاروق اعظمؓ نے فرمایا قد طففت یعنی تو نے نماز کا حق مارا ہے۔ اور زمین پر فساد پھیلانے کا باعث نہ بنو جبکہ اللہ کریم نے اس میں ہر طرح کے سامان راحت کو جمع فرما دیا ہے یعنی ظاہر میں بھی عدل کو چھوڑنے سے بگاڑ ہی پیدا ہوتا ہے اور تعلق مع اللہ نہ رہے تو باطنی تباہی آتی ہے لہٰذا میری دعوت پر ایمان لاؤ کہ یہی بہترین راستہ ہے اور اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔

ناروا ٹیکس لگانا دُرست نہیں

محض دولت سمیٹنے کے لیے راستوں پر ناجائز ٹیکس لگانا چھوڑ دو اور لوٹ مار سے بھی باز آؤ نیز لوگوں کو ایمان قبول کرنے

سے مت روکو کہ گناہ اور کفر کی مصیبت یہ بھی ہے کہ وہ دوسروں کو بھی ایمان لاتا ہوا دیکھ کر برداشت نہیں کرتا اگر دل میں کچھ صلاحیت باقی ہو تو برائی پہ ندامت ہوتی ہے لیکن جب حالت بہت بگڑ جائے تو پھر سب لوگوں کو اپنے جیسا دیکھنے کی تمنا کرتا ہے ۔

کثرتِ مال و اولاد اور حکومت اللہ کی نعمت ہے

فرمایا وہ وقت یاد کرو جب تم کسی گنتی شمار میں نہ تھے نہ افرادی قوت کے اعتبار سے نہ مالی اور سیاسی وسائل کے اعتبار سے پھر اللہ نے تمہیں ترقی دی مال و منال بھی بڑھ گئے اولادیں بڑھیں اور حکومت و سطوت بھی بنی ان سب نعمتوں پہ اللہ شکر ادا کرو یاد رکھو یہ سب چیزیں اللہ کی نعمت ہیں اگر شکر ادا کرتے رہو ورنہ یہی چیزیں تمہاری تباہی کا سبب بن جائیں گی دیکھ لو تم سے پہلے قومِ نوح ، عاد ، ثمود اور قومِ لوط کا کیا انجام ہوا اور کیسے کیسے دردناک عذاب ان پہ وارد ہوئے ۔

کچھ خوش نصیب ایمان کی دولت سے بہرور ہوئے مگر باقی لوگ مبتلائے کفر ہی رہے اور اپنے جرائم پہ کاربند رہے ساتھ انہیں یہ خیال بھی تھا کہ ایمان لانے والوں نے کیا پایا الٹا دولت سمیٹنے میں ہم سے پیچھے ہی رہ گئے اور ہم عیش کرتے ہیں تو حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ جلد بازی نہ کرو اللہ کریم مہلت ضرور دیتے ہیں مگر ظلم کا انجام بہرحال بہت بڑا ہوتا ہے اور دیکھو اللہ کریم ہی ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کردیں گے وہی بہترین فیصلہ کرنے والے ہیں ۔

رکوع نمبر ۱۱ آیات ۸۸ تا ۹۳ قَالَ الْمَلَأُ ٩/١

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ
قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ يَا شُعَيْبُ وَالَّذِينَ
آمَنُوا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ
فِي مِلَّتِنَا ۚ قَالَ أَوَلَوْ كُنَّا كَارِهِينَ ۝
قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا إِنْ عُدْنَا
فِي مِلَّتِكُمْ بَعْدَ إِذْ نَجَّانَا اللَّهُ مِنْهَا ۚ
وَمَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَعُودَ فِيهَا إِلَّا
أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّنَا ۚ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ
شَيْءٍ عِلْمًا ۚ عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا

(تو) ان کی قوم میں جو لوگ سردار اور بڑے آدمی تھے وہ
کہنے لگے کہ شعیب (یا تو) ہم تم کو اور جو لوگ تمہارے ساتھ ایمان
لائے ہیں ان کو اپنے شہر سے نکال دیں گے ۔ یا تم ہمارے مذہب
میں آجاؤ ۔ انہوں نے کہا خواہ ہم (تمہارے دین سے) بیزار ہی ہوں (تو بھی)؟ (۸۸)
اگر ہم اس کے بعد کہ خدا ہمیں اس سے نجات بخش چکا ہے تمہارے
مذہب میں لوٹ جائیں تو بیشک ہم نے خدا پر جھوٹ افترا باندھا
اور ہمیں شایاں نہیں کہ ہم اس میں لوٹ جائیں ہاں خدا
جو ہمارا پروردگار ہے وہ چاہے تو (ہم مجبور ہیں) ہمارے
پروردگار کا علم ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے ہمارا خدا

88. The chieftains of his people, who were scornful, said: Surely we will drive thee out, O Shu'eyb, and those who believe with thee, from our township, unless ye return to our religion. He said: Even though we hate it?

89. We should have invented a lie against Allah if we returned to your religion after Allah hath rescued us from it. It is not for us to return to it unless Allah should (so) will. Our Lord comprehendeth all things in knowledge. In Allah do we put our trust. Our Lord!

Decide with truth between us and our folk, for Thou art the best of those who make decision.

90. But the chieftains of his people, who were disbelieving said: If ye follow Shu'eyb, then truly we shall be the losers.

91. So the earthquake seized them, and morning found them prostrate in their dwelling-place.

92. Those who denied Shu'eyb became as though they had not dwelt there. Those who denied Shu'eyb, they were the losers.

93. So he turned from them and said: O my people! I delivered my Lord's messages unto you and gave you good advice; then how can I sorrow for a people that rejected (truth)?

افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ ﴿٨٩﴾ وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا إِنَّكُمْ إِذًا لَّخَاسِرُونَ ﴿٩٠﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ ﴿٩١﴾ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَأَن لَّمْ يَغْنَوْا فِيهَا ۚ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَانُوا هُمُ الْخَاسِرِينَ ﴿٩٢﴾ فَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۖ فَكَيْفَ آسَىٰ عَلَىٰ قَوْمٍ كَافِرِينَ ﴿٩٣﴾

پر بھروسا ہے اے پروردگار ہم میں اور ہماری قوم میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کردے اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے ﴿٨٩﴾ اور ان کی قوم میں سے سردار لوگ جو کافر تھے کہنے لگے کہ بھائیو اگر تم نے شعیب کی پیروی کی تو بے شک تم خسارے میں پڑ گئے ﴿٩٠﴾ تو ان کو بھونچال نے آ پکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے ﴿٩١﴾ یہ لوگ جنہوں نے شعیب کی تکذیب کی تھی ایسے برباد ہوئے تھے کہ گویا وہ ان میں کبھی آباد ہی نہیں ہوئے تھے غرض جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا وہ خسارے میں پڑ گئے ﴿٩٢﴾ تو شعیب ان میں سے نکل آئے اور کہا کہ بھائیو میں نے تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچا دیئے ہیں اور تمہاری خیر خواہی کی تھی تو میں کافروں پر عذاب نازل ہونے سے رنج و غم کیوں کروں ﴿٩٣﴾

اسرار و معارف

یہاں پھر وہی نتائج سامنے آئے کہ متکبرین کی جماعت جو اپنی خواہشات کو تقدس کا لبادہ اوڑھائے
ہوئے تھی برداشت نہ کر سکی اور کہا میاں شعیب سیدھے واپس ہمارے مذہب پر آجاؤ ورنہ تمہیں بھی
اور تمہارے ساتھ تم پر ایمان لانے والوں کو بھی شہر سے نکال دیا جائے گا انہوں نے فرمایا عجیب بات ہے
کبھی مذہب بھی مسلط کیا جا سکتا ہے جبکہ ہم نے اسے گمراہی سمجھ کر چھوڑا اور اس پر

رسومات کی برائی

دلائل ہیں پھر اب تو ہمارے دل کی ایک کیفیت بن چکی ہے کہ وہ کفر سے نفرت
کرتا ہے بھلا تم زبردستی کیسے کر سکتے ہو حضرت شعیب علیہ السلام تو نبی تھے جن سے کبھی کفر کا ارتکاب ہی ممکن نہیں
یہ بات ان مومنین کے اعتبار سے ہو رہی ہے جو ان کے ساتھ تھے دوسری بات یہ ہے کہ اگر ہم واپس تمہارے
ساتھ شامل ہوں تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ہم معاذاللہ جھوٹ بولتے رہے اللہ نے ہماری رہنمائی نہیں کی تھی
اور یہ پھر بہت بڑا ظلم ہے کہ انسانوں سے بڑھ کر کوئی اللہ پہ جھوٹ باندھے یاد رہے خود ساختہ رسومات کو دین یا باعث
ثواب بتانا ایسی ہی برائی ہے اور اللہ نے ہمیں اس سے نجات بخشی ہے الحمدللہ یہ اسی کا احسان ہے کہ ہم نے دین

قبول کیا اور اس پر قائم ہیں۔

لہٰذا ہم کبھی دین نہیں چھوڑیں گے ہاں اللہ نہ کرے کوئی ایسی غلطی ہو

دین سے پھرنا اللہ کی ناراضگی کے باعث ہوتا ہے

جائے کہ اللہ کریم ناراض ہوکر نورِ ایمان سلب کرلیں تو اچھا بھلا دیندار آدمی گمراہی کا شکار ہوجاتا ہے اور اللہ کریم کا علم بہت وسیع ہے لہٰذا وہ دلوں کے بھید جانتا ہے جب تک انسان کے دل میں بگاڑ نہیں آتا وہ اس کے گناہوں پہ بھی توبہ کی توفیق بخشتا ہے مگر جب دل بگڑتا ہے تو حالات بدل جاتے ہیں اور ہم تو اللہ ہی پہ بھروسہ کئے ہوئے ہیں کہ وہی حق پہ استقامت بھی عطا فرماتا رہے گا۔

آخر دعا مانگی کہ بارالٰہ اگر یہ ضرور چاہتے ہیں تو ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ فرمادے اور حق کو ظاہر فرماکہ تو ہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے اس لیے اب انہوں نے حق کو باطل ثابت کرنے کی مہم شروع کردی تھی اور مومنین کو گمراہ کرنے پہ سارا زور صرف کر رہے تھے کہتے یہ تھے کہ ہمیں دیکھو عیش کر رہے ہیں بھلا ایمان لاکر تم نے کیا پایا الٹا بظاہر تو نقصان ہی میں رہے نہ دولت سمیٹ سکتے ہو نہ عیاشی کا موقع میسر ہے۔

چنانچہ ان پہ عذاب آیا مفسرین کے مطابق سخت گرمی پڑی کسی پل چین نہیں پاتے تھے کہ دیکھا جنگل پہ بڑا گھنا بادل امنڈ رہا ہے سب بھاگ کر وہاں جمع ہوگئے تو زمین پہ زلزلہ طاری ہوا اور بادل سے آگ برسنے لگی چنانچہ سب تباہ برباد ہوگئے یہ حال ہوا کہ شعیب علیہ السلام کو جھٹلانے والے گویا کبھی وہاں تھے ہی نہیں اور حق بات واضح ہوگئی کہ کفر کی راہ اپنانے والے ہی خسارے میں تھے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے حسرت سے فرمایا لوگو میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور تمہیں بہت نصیحت کی مگر تم نہ جانے اب ایسے بدبختوں پہ کوئی کہاں تک افسوس کرے چنانچہ مومنین کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور پھر وہیں رہے اکثر انبیا علیہم السلام جن کی قومیں تباہ ہوئیں باقی بچنے والوں کو لے کر مکہ مکرمہ آجاتے تھے اگرچہ بیت اللہ شریف کی عمارت نہ تھی مگر یہ جگہ مہبطِ تجلیات تھی یہیں رہے بسے اور دفن ہوتے رہے اب بھی مطاف کے نیچے متعدد انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مدفون ہیں جن کے بارے بجز انکشافاتِ قلبی کوئی ذریعہ جاننے کا نہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾

اور ہم نے کسی شہر میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر وہاں کے رہنے والوں کو (جو ایمان نہ لائے) دکھوں اور مصیبتوں میں مبتلا کیا کہ وہ عاجزی اور زاری کریں ﴿۹۴﴾

94. And We sent no prophet unto any township but We did afflict its folk with tribulation and adversity that haply they might grow humble.

ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾

پھر ہم نے تکلیف کو آسودگی سے بدل دیا یہاں تک کہ (مال و اولاد میں) زیادہ ہو گئے تو کہنے لگے کہ اسی طرح کا رنج و راحت ہمارے بڑوں کو بھی پہنچتا رہا ہے تو ہم نے ان کو ناگہاں پکڑ لیا اور وہ اپنے حال میں بے خبر تھے ﴿۹۵﴾

95. Then changed We the evil plight for good till they grew affluent and said: Tribulation and distress did touch our fathers. Then We seized them unawares, when they perceived not.

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾

اگر ان بستیوں کے لوگ ایمان لے آتے اور پرہیزگار ہو جاتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکات (کے دروازے) کھول دیتے مگر انہوں نے تو تکذیب کی سو ان کے اعمال کی سزا میں ہم نے ان کو پکڑ لیا ﴿۹۶﴾

96. And if the people of the townships had believed and kept from evil, surely We should have opened for them blessings from the sky and from the earth. But (unto every messenger) they gave the lie, and so We seized them on account of what they used to earn.

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۹۷﴾

کیا بستیوں کے رہنے والے اس سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب رات کو واقع ہو اور وہ بے خبر سوتے ہوں ﴿۹۷﴾

97. Are the people of the townships then secure from the coming of Our wrath upon them as a night-raid while they sleep?

اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾

اور کیا اہل شہر اس سے نڈر ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن چڑھے آنازل ہو اور وہ کھیل رہے ہوں ﴿۹۸﴾

98. Or are the people of the townships then secure from the coming of Our wrath upon them in the daytime while they play?

اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾ ع

کیا یہ لوگ خدا کے داؤں کا ڈر نہیں رکھتے (سن لو کہ) خدا کے داؤں سے وہی لوگ نڈر ہوتے ہیں جو خسارہ پانے والے ہیں ﴿۹۹﴾

99. Are they then secure from Allah's scheme? None deemeth himself secure from Allah's scheme save folk that perish.

اسرار و معارف

اللہ رب العزت بہت ہی زیادہ کریم ہیں اس قدر کہ انسانی علوم اندازہ کرنے سے قاصر ہیں یہاں ارشاد ہوتا ہے کہ جب بھی اور جہاں بھی کوئی نبی مبعوث فرمایا وہاں انسانی ضروریات میں ایک خاص شدت بھی پیدا کر دی لوگوں میں امراض اور بیماریاں پیدا کر دیں یا مالی نقصان سے دوچار کر دیا کہ پریشان ہو کر اس کے حل کی تلاش میں نکلیں یا کسی ایسی ہستی کو تلاش کریں جو ان مصائب سے نجات دلا دے تو نبی کی دعوت سنیں اور کم ازکم ذاتی غرض کے لیے ہی سہی میرے دروازے پہ تو آئیں یعنی ہدایت و گمراہی میں ایک راستہ

اختیار کرنے کا مجاز تو انسان کو بنا دیا پھر بھی اس کی رحمت ایسے اسباب پیدا فرماتی رہتی ہے کہ انسان اپنے عجز سے آگاہ ہو کر اللہ کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہو اور جیسے کوئی اس طرف متوجہ ہوتا ہے اس کی دستگیری فرمائی جاتی ہے۔ ان کا کرم پھر ان کا کرم ہے ان کے کرم کی بات نہ پوچھو۔

شانِ کریمی

لیکن اگر کوئی اس کے باوجود بھی متوجہ الی اللہ نہیں ہوتا تو پھر مصیبت ختم کر دی جاتی ہے اور دکھ راحت سے بدل دیا جاتا ہے حتیٰ کہ مہلت پا کر انسان خوب ترقی کرتا ہے مال و دولت میں یا اختیار و اقتدار میں اور عظمتِ الٰہی یکسر بھول جاتا ہے کہتا ہے یہ تو زمانے کی عادت ہے صحت و بیماری یا غربت و امارت ہر زمانے میں ساتھ ساتھ رہی ہیں بھلا اس میں نیک بد ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے پہلے زمانے کے لوگ بھی تو انہیں حالات سے دوچار تھے یا پھر یہ سوچتا ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد کے پاس یہ قابلیت نہ تھی جو ہمارے پاس ہے لہٰذا وہ مفلسی اور امراض کا شکار رہے اب ہم ترقی کر کے ایسی منزل پہ پہنچ گئے ہیں کہ بیماری کا فوری علاج ہے اور آرام کے بے شمار ذرائع۔

اسی ادھیڑ بن میں مصروف ہوتے ہیں کہ اچانک اللہ کے عذاب میں گرفتار ہو جاتے ہیں کبھی بصورت موت یا اور کبھی فسادات کی لپیٹ میں آ کر کبھی بارشوں سے سیلاب آ جاتے ہیں تو کبھی خشک سالی تباہی کا باعث بن جاتی ہے اور یوں اللہ کی عظمت سے ناآشنا دارِ آخرت کو سدھار جاتے ہیں۔

تقویٰ باعثِ نزولِ برکات ہے

اگر یہ لوگ ایمان قبول کرتے اور تقویٰ اپنایا کرتے تو ہم ارض و سما سے ان پہ رحمتوں کے دروازے کھول دیتے۔ تقویٰ کیا ہے غالباً پہلے بھی لکھا جا چکا ہے کہ تقویٰ دل کی ایک حالت اور کیفیت کا نام ہے جو فیضانِ نبوت سے نصیب ہوتی ہے اسی لیے تقویٰ سے پہلے ایمان کا ذکر ہے ایمان کی حقیقت نبی پہ اعتماد ہے اور اسی یقین و اعتماد کے طفیل قلبِ نبوت سے جو کیفیات سالک کے دل پہ وارد ہوتی ہیں وہ اسے ایسی حالت عطا کر دیتی ہیں کہ وہ ذاتِ باری کو اپنے روبرو پاتا ہے اور نافرمانی کی جرأت نہیں کر سکتا اگر یہ نعمت نصیب ہو جائے تو ارض و سما سے برکات کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

برکت سے کیا مراد ہے

برکت کیا ہوتی ہے اس سے مراد ایسی فراوانی جس میں آرام و راحت بھی ہو یہ مال اور جان میں بھی ہوتی ہے اور کام اور وقت میں بھی اور اس کی متعدد صورتیں ہوتی ہیں کبھی تو اصل چیز بڑھ جاتی ہے جیسے آپ ﷺ نے ایک برتن میں انگلیاں ڈبو دیں تو اس سے پورا قافلہ سیراب ہو گیا اونٹ اور گھوڑے تک حتیٰ کہ پانی ذخیرہ کرنے والے مشکیزے بھی بھر لیے گئے کبھی چیز تو اتنی ہی رہتی ہے مگر کام اتنا کر جاتی ہے جتنا اس سے چار گنا شے کر سکتی تھی کبھی ایک لقمہ پوری قوت عطا کر دیتا ہے اور کبھی معمولی دوا بہت بڑی بیماری سے شفا کا باعث بن جاتی ہے یا تھوڑے سے وقت میں بہت زیادہ کام ہو سکتا ہے اور یہ سب باتیں اہل اللہ کی زندگیوں میں مشاہدہ کی جا سکتی ہیں۔ نیز زمینی اور آسمانی حالات کی موافقت بھی مراد ہے مثلاً ضرورت کے وقت پر اور ضرورت کے مطابق بارشوں کا ہونا فصلوں اور پھلوں کا صحیح اور مناسب ہونا موسمی حالات کا سازگار رہنا نیز اطمینان و سکون نصیب ہونا وغیرہ سب تقویٰ کے ثمرات ہیں اور اسی دلی کیفیت کو انبیاءؑ تقسیم فرماتے ہیں پھر صحابہؓ اور پھر بعد میں آنے والے افراد میں ایسے ہی لوگ پہنچاتے ہیں جو پہلوں کی صحبت میں بیٹھ کر یہ نعمت حاصل کرتے ہیں۔

دولت مندی انعام بھی ہے اور سزا بھی

لیکن لوگوں نے انکار کی روش اپنائی تو اپنے اعمال کے نتائج میں گرفتار ہو گئے یعنی رزق کا دامن ہی تنگ ہو گیا بارشیں بے وقت اور باعثِ تکلیف بن گئیں باوجود مال و دولت کے اچھا کھانا نصیب ہی نہ رہا بے شمار ادویات کھا کر بھی صحت نصیب نہ ہوئی۔ اسی طرح انصاف سے محرومی اور ظالم کا حکمران ہونا جہلا کا پیشوا اور حاکم کے طور پر مسلط ہو جانا یہ سب اور اس طرح کی موجودہ تکالیف کفار پر بوجہ انکار اور مسلمانوں پر نافرمانی کے سبب مسلط ہو رہی ہیں یعنی یہ قانونِ قدرت ہے کہ تقویٰ پر آرام و راحت اور گناہ پر بے اطمینانی اور دکھ مرتب ہوتا ہے رہا یہ سوال کہ بدکاروں کو بھی دولت و اقتدار مل جاتا ہے اور نیکی پر بھی ارض و سما سے برکات کا ظہور ہوتا ہے تو کیسے پتہ چلے گا کہ یہ دولت مندی انعام ہے یا سزا علمائے حق نے بڑی آسان سی پہچان بتائی ہے کہ ہر وہ صورت جس کے ساتھ اللہ کی یاد اور اطاعت نصیب ہو انعام ہے دولت مندی ہو یا افلاس اور ہر وہ حالت جس میں گناہ اور نافرمانی میں گرفتار ہو سزا ہے خواہ حکومت و سلطنت ہی مل جائے نیز انعام کے ساتھ سکونِ قلبی نصیب ہوتا ہے اور سزا سے دل ویران

ہوتا ہے۔

حیرت ہے انسان کس قدر غفلت کا شکار ہے۔ اپنے سے پہلے لوگوں کے حالات جاننے کے باوجود نہیں سوچتے کہ نافرمانی تو تباہی کو دعوت دیتا ہے اور ممکن ہے یہ رات کو سو رہے ہوں کہ عذاب الٰہی کی لپیٹ میں آ جائیں یا دن کے کاروبار اور دوڑ دھوپ میں مصروف ہوں کہ تباہ ہو جائیں کیا ان نتائج سے بے فکر ہو چکے ہیں جو اللہ نے اعمال کے ساتھ مقرر فرما دیئے ہیں کہ اطاعت باعث برکت ہے اور نافرمانی باعث ہلاکت یاد رکھو ان نتائج سے بے فکر ہونے والے سخت نقصان میں رہتے ہیں۔

رکوع نمبر ۱۳ — آیات ۱۰۰ تا ۱۰۸ — قَالَ الْمَلَاُ ۹/۲

أَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ أَهْلِهَا أَنْ لَوْ نَشَاءُ أَصَبْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَنَطْبَعُ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿۱۰۰﴾

کیا ان لوگوں کو جو اہل زمین کے مرجانے کے بعد زمین کے مالک ہوتے ہیں یہ امر موجب ہدایت نہیں ہوا کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے گناہوں کے سبب ان پر مصیبت ڈال دیں اور ان کے دلوں پر مہر لگا دیں کہ کچھ سن ہی نہ سکیں (۱۰۰)

100. Is it not an indication to those who inherit the land after its people (who thus reaped the consequence of evil-doing) that, if We will, We can smite them for their sins and print upon their hearts so that they hear not?

تِلْكَ الْقُرَى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَائِهَا وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا مِنْ قَبْلُ كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِ الْكَافِرِينَ ﴿۱۰۱﴾

یہ بستیاں ہیں جن کے کچھ حالات ہم تم کو سناتے ہیں اور ان کے پاس ان کے پیغمبر نشانیاں لے کر آئے مگر وہ ایسے نہیں تھے کہ جس چیز کو پہلے جھٹلا چکے ہوں اسے مان لیں۔ اسی طرح خدا کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے (۱۰۱)

101. Such were the townships. We relate some tidings of them unto thee (Muhammad). Their messengers verily came unto them with clear proofs (of Allah's Sovereignty), but they could not believe because they had before denied. Thus doth Allah print upon the hearts of disbelievers (that they hear not).

وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِمْ مِنْ عَهْدٍ وَإِنْ وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ ﴿۱۰۲﴾

اور ہم نے ان میں سے اکثروں میں عہد کا نباہ نہیں دیکھا۔ اور ان میں اکثروں کو دیکھا تو بدکار ہی دیکھا (۱۰۲)

102. We found no loyalty to (any) covenant in most of them. Nay, most of them We found wrong-doers.

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُوسَى بِآيَاتِنَا إِلَى فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَظَلَمُوا بِهَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ﴿۱۰۳﴾

پھر ان پیغمبروں کے بعد ہم نے موسیٰ کو نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے اعیان سلطنت کے پاس بھیجا تو انہوں نے ان کے ساتھ کفر کیا سو دیکھ لو کہ خرابی کرنے والوں کا انجام کیا ہوا (۱۰۳)

103. Then, after them, We sent Moses with our tokens unto Pharaoh and his chiefs, but they repelled them. Now, see the nature of the consequence for the corrupters.

وَقَالَ مُوسَى يَا فِرْعَوْنُ إِنِّي رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۰۴﴾

اور موسیٰ نے کہا کہ اے فرعون میں رب العالمین کا پیغمبر ہوں (۱۰۴)

104. Moses said: O Pharaoh! Lo! I am a messenger from the Lord of the Worlds,

حَقِيقٌ عَلَى أَنْ لَا أَقُولَ عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ فَأَرْسِلْ مَعِيَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿۱۰۵﴾

مجھ پر واجب ہے کہ خدا کی طرف سے جو کچھ کہوں سچ ہی کہوں میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں سو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ جانے کی رخصت دیجیے (۱۰۵)

105. Approved upon condition that I speak concerning Allah nothing but the truth. I come unto you (lords of Egypt) with a clear proof from your Lord. So let the Children of Israel go with me.

106. (Pharaoh) said: If thou comest with a token, then produce it, if thou art of those who speak the truth.
107. Then he flung down his staff and lo! it was a serpent manifest;
108. And he drew forth his hand (from his bosom), and lo! it was white for the beholders.

قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾
فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾
وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

فرعون نے کہا اگر تم نشانی لے کر آئے ہو تو اگر سچے ہو تو لا دکھاؤ (۱۰۶)
موسیٰ نے اپنی لاٹھی (زمین پر) ڈال دی تو وہ اسی وقت صریح اژدہا (بن گیا) (۱۰۷)
اور اپنا ہاتھ باہر نکالا تو اسی دم دیکھنے والوں کی نگاہوں میں سفید براق تھا (۱۰۸)

اسرار و معارف

ہلاک ہونے والے اپنے انجام کو پہنچے مگر بعد میں آنے والوں کے لیے عبرت کا بہت بڑا نشان بن گئے کیسی کیسی خوشحال اور مضبوط قومیں جن کے پاس ہر طرح کے وسائل اور ذرائع موجود تھے دولت کی ریل پیل تھی عالیشان محل تھے اور طاقت ور فوج تھی مگر مسلسل گناہ کے باعث عذاب الٰہی کی گرفت میں آئے اور ایسے تباہ ہوئے کہ سوائے عبرت کے کچھ باقی نہ بچا تو جو لوگ ان کے بعد آکر پھر سے آباد ہوئے ہیں اور جو اس کتاب اور موجودہ پیغام کے مخاطب ہیں انہیں یہ ضرور سمجھ لینا چاہیئے کہ اللہ قادر ہے جب چاہے گناہ پر سزا دے سکتا ہے اور پہلی قوموں کی طرح انسان اپنے اعمال کی شامت میں گرفتار ہو کر مختلف تباہیوں کا شکار ہو سکتے ہیں یا پھر دوسری سزا جو گناہ پر مرتب ہوتی ہے کہ دل پہ مہر کر دی جاتی ہے۔

قلوب پر اعمال کا اثر

یعنی دل کا دروازہ حق بات کے لیے بند ہو جاتا ہے حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ جب کوئی گناہ کرے تو دل پہ سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے پھر کرتا ہے تو سیاہی اور بڑھتی ہے حتیٰ کہ مسلسل گناہ سے دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے یہی وہ حال ہے جسے کبھی مُہر سے اور کبھی ران یعنی زنگ سے تعبیر فرمایا گیا ہے فرمایا پھر انہیں کچھ سنائی نہیں دیتا حالانکہ وہ بہرے تو نہیں ہو جاتے اور سب کچھ سن رہے ہوتے ہیں مگر یہ بھی تجربہ شدہ بات ہے کہ بہترین ذرائع کے باوجود لوگ ہدایت سے محروم رہے مثلاً خود نبی اکرم ﷺ کی زبان حق ترجمان سے اللہ کا کلام سنا اور ایمان نہ لائے بلکہ انہیں وہ تکلیف دہ محسوس ہوا اس لیے کہ بُرے اعمال کے باعث دل سیاہ اور تباہ ہو چکے تھے اور نیکی کو قبول کرنے کی استعداد سے محروم تھے اگر دل میں سے یہ قوت ختم ہو جائے تو کان آنکھ یا جملہ حسیات صرف بدن کی ضروریات اور خواہشات کی تکمیل کے لیے کام کرتی ہیں جو ہر جاندار کو حاصل ہے لہٰذا صرف

بدنی ضرورت کے کام آنا اور روح کی ضروریات سے بے خبر ہو جانا اتنا بڑا جرم اور ایسی محرومی ہے کہ ارشاد فرمایا یہ سنتے ہیں ہی نہیں اصل انسان تو روح تھی بدن تو اس کا آلہ تھا جب روح کے فائدے کی بات یا اس کی ضرورت کی بات نہیں سنتے تو ایسا ہی ہے کہ یہ سنتے ہیں ہی نہیں۔

اور اے حبیب اسی غرض سے ان تباہ شدہ بستیوں اور عذاب الٰہی میں گرفتار شدہ اقوام کے حالات کا بعض حصہ یا بعض واقعات ہم آپ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ کی قوم اور امت دوسروں کے حالات سے عبرت حاصل کرے اُن کے پاس بھی اللہ کے رسول واضح دلائل اور معجزات لے کر آئے مگر وہ اپنی اَنا میں گرفتار رہے کہ جو جھوٹ انہوں نے ایجاد کر رکھے تھے انہیں پر اصرار کرتے رہے اور حق کو قبول نہ کیا یہ صورت حال آج بھی کسی نہ کسی صورت دیکھی جا سکتی ہے کہ لوگ اور اچھے پڑھے لکھے لوگ یا علما بھی جب ایک بات کہہ دیتے ہیں تو اس پر ضد کرتے ہیں اور دلائل کی ناروا تاویل کرنے میں لگے رہتے ہیں یہ درست نہیں بلکہ اگر غلطی ہو جائے تو پتہ چلنے پر توبہ کرنا اور حق کو قبول کرنا چاہیئے کفار میں تو یہ بات اس لیے پیدا ہو جاتی ہے کہ ان کے دلوں پر مہر کر دی جاتی ہے سب کے نہیں مگر اکثر کے ضرور کر دی جاتی ہے اور یہ اکثر وہی ہوتے ہیں جو مسلسل گناہ کرتے رہتے ہیں ایسے ہی اگر مومن بھی نافرمانی کا راستہ اختیار کرے تو بعض اوقات دل تباہ ہو جاتا ہے اور ایسا آدمی ایمان چھوڑ کر کفر کی دلدل میں جا گرتا ہے۔

فرمایا جن میں اکثر کے دلوں پر مہر کر دی جاتی ہے وہ سب بدعہد ہوتے ہیں یعنی نافرمان ہوتے ہیں کہ یوم الست جو عہد کیا اسے بھی پورا نہیں کرتے اور زندگی میں کتنے مواقع مشکلات وغیرہ کے آتے ہیں جب کہہ اٹھتے ہیں اگر یہ مصیبت ٹل گئی تو پھر جرم نہ کرونگا مگر جب مصیبت ختم ہو جائے تو پھر گناہ کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں اور اکثر گناہ اور برائی میں مشغول رہتے ہیں۔

صرف نبی ہی اللہ کی ذات و صفات اور پسند و ناپسند سے مطلع فرما سکتا ہے

پھر ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا بادشاہِ مصر جس کا لقب فرعون ہوتا تھا "یعنی تمام بادشاہ فرعون کہلاتے تھے" کی طرف اور اس کے امراء اور مذہبی پیشواؤں کی طرف اپنے احکام اپنی باتیں اور بہت سے واضح

معجزات عطا فرما کر مبعوث فرمایا مگر انہوں نے زیادتی کی نبی کے ساتھ بھی اور اللہ کے دین اور آیات کے ساتھ بھی تو پھر دیکھئے ایسے فساد پرور لوگوں کا کیا انجام ہوا۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو دعوت دی اور فرمایا میں تمام جہانوں کے پروردگار کا رسول ہوں" یعنی بعثتِ نبوت اس کی ربوبیت کا تقاضا ہے اور میں کبھی اللہ کی طرف غلط بات منسوب نہیں کر سکتا یعنی تمام نبی معصوم بھی ہوتے ہیں امانت دار بھی اور اللہ کی ذات وصفات یا پسند و ناپسند کا علم خود اللہ کی ذات سے پاتے ہیں لہٰذا غیر نبی اگر اپنی طرف سے کسی بات پر ثواب یا عذاب کا وعدہ کرے تو یہ اللہ کریم پر جھوٹ باندھنے والی بات ہوگی مگر اللہ کے نبی کبھی اللہ پر ایسی بات نہیں کہتے جس کے کہنے کا خود اللہ کی طرف سے حکم نہ دیا گیا ہو۔

پھر میں تمہارے رب کی طرف سے معجزات بھی لایا ہوں یعنی اللہ نے مجھے ایسے امور عطا فرمائے ہیں جو انسانی بس سے باہر ہیں اس لیے کہ وہ تمہارا بھی رب ہے اور تمہاری تربیت کرنا چاہتا ہے لہٰذا کفر و شرک اور ظلم وجور سے باز آجاؤ اور بنی اسرائیل کو جو ظلماً غلامی میں جکڑ رکھا ہے اس سے توبہ کرو اور انہیں میرے ساتھ جانے اور رہنے کی آزادی دو تو فرعون نے کہا اگر آپ کے پاس کوئی ایسی نشانی ہے تو پیش کریں۔ موسیٰ علیہ السلام کے بہت سے معجزات کا تذکرہ ملتا ہے جن میں سے دو بہت واضح تھے ایک ہاتھ کی لاٹھی کو پھینکتے تو وہ بہت بڑا اژدھا بن جاتی اور دوسرا یہ تھا کہ ہاتھ کو بغل میں دے کر نکالتے تو وہ روشن ہو جاتا تھا۔ یہ سنت الٰہی ہے کہ لوگوں کے پاس جیسے علوم اور کمالات ہوں ویسے ہی معجزات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو دیئے جاتے ہیں فرعون کا دور جادو کے کمالات کا دور تھا تو موسیٰ علیہ السلام کو ایسے معجزات عطا ہوئے کہ جادوگروں پر ان کی عظمت ثابت ہوگئی چنانچہ انہوں نے لاٹھی پھینکی تو بہت بڑا اژدھا بن گئی اور ہاتھ کو بغل میں دبا کر نکالا تو وہ روشن اور سفید ہو گیا کہ پورا ماحول روشن کر دیا۔

رکوع نمبر ۱۴ آیات ۱۰۹ تا ۱۲۶ قَالَ الْمَلَاُ ۹/۴

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ ۞۱۰۹

تو قوم فرعون میں جو سردار تھے وہ کہنے لگے کہ یہ بڑا علامہ جادوگر ہے ۞۱۰۹

109. The chiefs of Pharaoh's people said: Lo! this is some knowing wizard:

110. Who would expel you from your land. Now what do ye advise?

111. They said (unto Pharaoh): Put him off (a while) him and his brother—and send into the cities summoners:

112. To bring each knowing wizard unto thee.

113. And the wizards came to Pharaoh, saying: Surely there will be a reward for us if we are victors.

114. He answered: Yea, and surely ye shall be of those brought near (to me).

115. They said: O Moses! Either throw (first) or let us be the first throwers.

116. He said: Throw! and when they threw they cast a spell upon the people's eyes, and overawed them, and produced a mighty spell.

117. And We inspired Moses (saying): Throw thy staff! And lo! it swallowed up their lying show.

118. Thus was the Truth vindicated and that which they were doing was made vain.

119. Thus were they there defeated and brought low.

120. And the wizards fell down prostrate:

121. Crying: We believe in the Lord of the Worlds:

122. The Lord of Moses and Aaron.

123. Pharaoh said: Ye believe in Him before I give you leave! Lo! this is the plot that ye have plotted in the city that ye may drive its people hence But ye shall come to know!

124. Surely I shall have your hands and feet cut off upon alternate sides. Then I shall crucify you every one.

125. They said: Lo! We are about to return unto our Lord!

126. Thou takest vengeance on us only forasmuch as we believed the tokens of our Lord when they came unto us. Our Lord! Vouchsafe unto us steadfastness and make us die as men who have surrendered (unto Thee).

اس کا ارادہ یہ ہے کہ تم کو تمہارے ملک سے نکال دے۔ بھلا تمہاری کیا صلاح ہے؟ (۱۱۰)
انہوں نے (فرعون سے) کہا کہ فی الحال موسیٰ اور اسکے بھائی کے معاملے کو موقوف رکھئے اور شہروں میں نقیب روانہ کر دیجئے (۱۱۱)
کہ تمام ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس لے آئیں (۱۱۲)
(چنانچہ ایسا ہی کیا گیا) اور جادوگر فرعون کے پاس آ پہنچے (اور) کہنے لگے کہ اگر ہم جیت گئے تو ہمیں صلہ عطا کیا جائے (۱۱۳)
(فرعون نے) کہا ہاں (ضرور) اور اسکے علاوہ تم مقربوں میں داخل کر لیے جاؤ گے (۱۱۴)
(جب فریقین روز مقررہ پر جمع ہوئے تو) جادوگروں نے کہا کہ موسیٰ یا تو تم (جادو کی چیز) ڈالو یا ہم ڈالتے ہیں (۱۱۵)
(موسیٰ نے) کہا تم ہی ڈالو جب انہوں نے (جادو کی چیزیں) ڈالیں تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا (یعنی نظربندی کر دی) اور (لاٹھیوں اور رسیوں کے سانپ بنا کر) انہیں ڈرا دیا اور بہت بڑا جادو دکھایا (۱۱۶)
اور (اس وقت) ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ تم بھی اپنی لاٹھی ڈال دو وہ فوراً (سانپ بن کر) جادوگروں کے بنائے ہوئے سانپوں کو (ایک ایک کر کے) نگل جائیگی (۱۱۷)
(پھر) تو حق ثابت ہو گیا اور جو کچھ فرعونی کرتے تھے باطل ہو گیا (۱۱۸)
اور وہ مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر رہ گئے (۱۱۹)
(اور یہ کیفیت دیکھ کر) جادوگر سجدے میں گر پڑے (۱۲۰)
(اور) کہنے لگے کہ ہم جہان کے پروردگار پر ایمان لائے (۱۲۱)
(یعنی) موسیٰ اور ہارون کے پروردگار پر (۱۲۲)
فرعون نے کہا کہ پیشتر اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں تم اس پر ایمان لے آئے؟ بے شک یہ فریب ہے جو تم نے مل کر شہر میں کیا ہے تاکہ اہل شہر کو یہاں سے نکال دو سو عنقریب (اس کا نتیجہ) معلوم کر لو گے (۱۲۳)
میں (پہلے تو) تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا پھر تم سب کو سولی چڑھا دوں گا (۱۲۴)
وہ بولے کہ ہم تو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں (۱۲۵)
اور اسکے سوا تجھ کو ہماری کونسی بات بری لگی ہے کہ جب ہمارے پروردگار کی نشانیاں ہمارے پاس آگئیں تو ہم ان پر ایمان لے آئے۔ اے پروردگار ہم پر صبر واستقامت کے دہانے کھول دے اور ہمیں (ماریو تو) مسلمان ہی ماریو (۱۲۶)

يُرِيدُ أَن يُخْرِجَكُم مِّنْ أَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ﴿١١٠﴾
قَالُوٓا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَأَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حَـٰشِرِينَ ﴿١١١﴾
يَأْتُوكَ بِكُلِّ سَـٰحِرٍ عَلِيمٍ ﴿١١٢﴾
وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوٓا إِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِن كُنَّا نَحْنُ الْغَـٰلِبِينَ ﴿١١٣﴾
قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿١١٤﴾
قَالُوا يَـٰمُوسَىٰٓ إِمَّآ أَن تُلْقِيَ وَإِمَّآ أَن نَّكُونَ نَحْنُ الْمُلْقِينَ ﴿١١٥﴾
قَالَ أَلْقُوا فَلَمَّآ أَلْقَوْا سَحَرُوٓا أَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوهُمْ وَجَآءُو بِسِحْرٍ عَظِيمٍ ﴿١١٦﴾
وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰ مُوسَىٰٓ أَنْ أَلْقِ عَصَاكَ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ﴿١١٧﴾
فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١١٨﴾
فَغُلِبُوا هُنَالِكَ وَانقَلَبُوا صَـٰغِرِينَ ﴿١١٩﴾
وَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سَـٰجِدِينَ ﴿١٢٠﴾
قَالُوٓا ءَامَنَّا بِرَبِّ الْعَـٰلَمِينَ ﴿١٢١﴾
رَبِّ مُوسَىٰ وَهَـٰرُونَ ﴿١٢٢﴾
قَالَ فِرْعَوْنُ ءَامَنتُم بِهِۦ قَبْلَ أَنْ ءَاذَنَ لَكُمْ إِنَّ هَـٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوهُ فِي الْمَدِينَةِ لِتُخْرِجُوا مِنْهَآ أَهْلَهَا فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿١٢٣﴾
لَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُم مِّنْ خِلَـٰفٍ ثُمَّ لَأُصَلِّبَنَّكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿١٢٤﴾
قَالُوٓا إِنَّآ إِلَىٰ رَبِّنَا مُنقَلِبُونَ ﴿١٢٥﴾
وَمَا تَنقِمُ مِنَّآ إِلَّآ أَنْ ءَامَنَّا بِـَٔايَـٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا رَبَّنَآ أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ ﴿١٢٦﴾

جادو اور معجزہ میں فرق

جب امراءِ دربار نے دیکھا جن میں مذہبی پیشوا اور دنیاوی سردار سب شامل تھے تو کہہ اٹھے کہ انہیں فنِ جادوگری میں کمال حاصل ہے کم از کم اتنا ضرور مان گئے کہ یہ کمال آج تک کسی جادوگر سے دیکھا نہ سنا چونکہ ان کے قلوب اس قدر سیاہ اور تباہ ہو چکے تھے کہ قبول حق کی استعداد ہی نہ تھی ورنہ جادوگروں پر موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی برتری تو سامنے تھی نیز جادو اور معجزہ میں کئی طرح سے فرق ہوتا ہے سب سے پہلے تو افراد ہی مختلف طرح کے ہوتے ہیں جادوگر کا شیطان سے رابطہ ہوتا ہے لہٰذا وہ غلیظ اور بدکار ہوتا ہے جبکہ نبی کا رابطہ ذات باری سے ہوتا ہے لہٰذا عقائد اور اعمال میں پاکیزگی ہوتی ہے دوسرا یہ کہ جادو کا اظہار ذاتی بڑائی یا اپنی بات منوانے کے لیے کیا جاتا ہے جبکہ معجزہ کا اظہار عظمتِ باری کو منوانے کے لیے ہوتا ہے تیسرا فرق یہ ہوتا ہے کہ جادو سے چیز کی اصل تبدیل نہیں ہوتی صرف انسانی آنکھیں دھوکا کھاتی ہیں مگر معجزہ شے کی حقیقت کو بدل دیتا ہے اور جو کچھ نظر آتا ہے وہ واقعی ہوتا بھی ہے یہی پہچان کرامتِ ولی اور شعبدہ میں بھی ہے کہ کرامت دراصل نبی کا معجزہ ہی ہے جو کامل اتباع کے طفیل ولی کے ہاتھ پہ ظاہر ہوا۔

تو کہنے لگے کہ اس کا سبب ہماری سمجھ میں تو یہی آتا ہے کہ یہ قوم فرعون سے اس کی سلطنت اور وطن چھیننا چاہتا ہے اور محض اقتدار کی خاطر یہ اپنے کمال کا اظہار کر رہا ہے اب سب ایوان مل کر رائے دیں کہ اس کے بارے کیا کریں۔

جادو سے ڈرنا نہ چاہیئے

بالآخر سب نے یہ طے کیا کہ" فرعون کو چاہیئے اسے مہلت دے اور اس کے جادو کا مقابلہ اپنے قوم کے جادوگروں سے کرایا جائے تاکہ یہ شکست کھا کر اپنے انجام کو پہنچے بھلا یہ کیا مشکل ہے آخر ہمارے پاس بھی تو ایک سے ایک ماہر جادوگر ہے چنانچہ جادوگروں کو جمع کرنے کے لیے تمام شہروں میں قاصد روانہ کر دیئے جائیں" چنانچہ ہر طرف سے جادوگر جمع ہونا شروع ہو گئے جن کی تعداد بعض روایات کے مطابق سینکڑوں میں تھی اور سینکڑوں اونٹوں پر لاٹھیوں اور رسوں کے انبار لاد کر لائے گئے اور مقابلے کی تیاری شروع ہو گئی انہوں نے آتے ہی فرعون سے درخواست کی کہ ہم مقابلہ جیت گئے تو ہمیں انعام بھی ملنا چاہیئے۔ صاحب تفسیر کبیر نے یہاں استدلال فرمایا ہے کہ اگر جادو کے زور سے کچھ ہو سکتا تو انہیں فرعون سے مانگنے کی ضرورت نہ تھی مٹی کو سونا بنا لیتے یا دنیا کے بادشاہ بن جاتے مگر جادو صرف

نظر کا دھوکا ہوتا ہے شئے کی حقیقت کو تبدیل نہیں کر سکتا اس لیے جادوگر سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں وہ دیکھ رہے تھے کہ فرعون خود عاجز اور ذلیل ہے تب ان سے مدد کا طلب گار ہے پھر بھی اس سے مانگ رہے تھے لہٰذا اس نے وعدہ کر لیا کہ نہ صرف انعام دوں گا بلکہ تمہیں میرا قرب عطا کیا جائے گا۔ میرے درباری اور مقرب بنا دیئے جاؤ گے۔ طے شدہ وقت اور مقام پر مقابلے کے لیے پہنچے ایک طرف فرعونی تکبر اور نمود و نمائش لاؤ لشکر اور تماشائی تھے جادوگروں کی فوج تھی دوسری طرف اللہ کا اولوالعزم رسول اپنے بھائی کے ساتھ بالوں کے کمبل کا لباس اور کچے چمڑے کی جوتی، ہاتھ میں عصا بظاہر اکیلا و تنہا مگر تائیدِ مالک الملک کے ساتھ جلوہ افروز ہوا۔

ادب کا ثمرہ

جادوگر الوہیت اور نبوت کے تصوّر سے آشنا نہ تھے مگر موسیٰ علیہ السلام کی عظمت کے قائل ضرور ہو گئے کہ ضرور کوئی صاحب کمال ہے جس نے فرعون کو پریشان کر دیا ہے لہٰذا ادب کا اظہار کیا اور کہا آپ پہلے لاٹھی ڈالنا پسند فرمائیں گے یا ہمیں اجازت ہے کہ ہم ڈالیں علامہ ابن کثیرؒ نے بھی یہی استدلال فرمایا کہ جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام سے ادب کا معاملہ کیا تو اللہ کریم نے انہیں ہدایت نصیب فرما دی اور فرعون نے تکبر کیا لہٰذا محروم رہا۔ اور بھی بہت سی مثالوں کے علاوہ خود آقائے نامدار ﷺ کے ساتھ جن لوگوں نے اگرچہ اطاعت نہیں کی بلکہ کفر و شرک کی طرف سے اسلام کے خلاف جنگوں میں بھی شریک ہوئے مگر اخلاقی اعتبار سے آپ ﷺ سے گستاخی کے مرتکب نہیں ہوئے انہیں توبہ کی توفیق نصیب ہو گئی اور جو لوگ اخلاقاً گستاخ اور بے ادب تھے محرومی و حسرت کی موت کا شکار ہوئے اور کبھی ہدایت نہ پا سکے یہی حال اہل اللہ کا ہوتا ہے با ادب مستفید ہوتا ہے اور بے ادب محروم رہتا ہے۔

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام سے اجازت پا کر جادوگروں نے اپنی لاٹھیاں اور رسیاں پھینک دیں مگر لوگوں کی نگاہوں پہ جادو کر دیا اور لوگوں کو ڈرایا بھی تفسیر کبیر میں ہے کہ جگہ جگہ یہ اعلان بھی کیا گیا کہ ہر آدمی اپنی حفاظت کا خود خیال رکھے اس طرح انہوں نے جادو کا بہت بڑا کارنامہ پیش کیا یعنی دو کام کیے قوت متخیلہ پر مسمریزم کی طرح گرفت کر کے اور ساتھ لوگوں کو پریشان کر کے اپنا کام نکالا کہ جب آدمی خوفزدہ اور پریشان ہوتا ہے تو اس کی قوت متخیلہ کو متاثر کرنا آسان ہو جاتا ہے اور وہ پریشانی کی وجہ سے دفاع نہیں کر سکتا۔

اللہ کریم نے اسے سحر عظیم فرمایا ہے جس سے ثابت ہے کہ اصل شئے تبدیل نہیں ہوتی ہاں دیکھنے والوں

کو ویسی نظر آتی ہے جیسے جادوگر دکھانا چاہتا ہے مثلاً جادوگر کسی انسان کو گدھا بنا دے تو وہ واقعی نہیں بنے گا مگر لوگوں کو بھی اور اپنے آپ کو بھی ایسا ہی پائے گا اور ایسی ہی حرکات شروع کر دے گا لیکن اگر مر گیا تو حساب انسانوں ہی کے ساتھ دے گا جانوروں میں شمار نہ ہو گا۔

اب موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد ہوا ذرا آپ بھی لاٹھی ڈال دیں ہزاروں بڑے بڑے شہتیر اور رسے میدان میں اژدہوں کی صورت میں پھنکارتے پھرتے تھے جنہیں گرد اگرد سے جادوگر بمشکل روک رہے تھے اور لوگوں کو بچنے اور ہوشیار رہنے کی تلقین ہو رہی تھی کہ اللہ کریم نے موسیٰ علیہ السلام کے دل پہ القا فرمایا آپ اس ہما ہمی اور جادو کے اظہار کے عین شباب کے وقت لاٹھی ڈال دیں۔

لاٹھی کا ڈالنا تھا کہ ایک عظیم اژدہا بن گیا اتنا بڑا کہ ان سب کو نگلنے لگا اور سانپوں اژدہوں کی عادت ہے اپنے سے چھوٹے کو کھا جاتے ہیں میدان بھرا ہوا تھا لاکھوں کی تعداد تھی اور بڑے بڑے اژدہے تھے مگر لاٹھی سب سے بڑا اژدھا بن گئی اور ان سب کو نگل گیا اور ان سے میدان خالی کر دیا مگر بھوک سے منہ پھیلائے پھنکار رہا تھا۔

یہ حق کی فتح تھی موسیٰ علیہ السلام کو جادوگروں پہ عظیم فتح حاصل ہوئی اور جتنا رعب انہوں نے بنایا تھا ختم ہو گیا اور لوگوں کو اندازہ ہو گیا کہ ان کی اور ان کے جادو کی کوئی حیثیت نہیں۔ نہ صرف مغلوب ہوئے بلکہ بہت رسوائی ہوئی اور حق کو عزت ملی۔ مگر اس کے ساتھ ہی وہ سجدے میں گر گئے اور اعلان کر دیا کہ ہم پروردگارِ عالم پہ ایمان لاتے وہ پروردگار جسے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام اپنا رب مانتے ہیں یہ شاندار معجزہ فرعون نے بھی اور اس کی تمام قوم نے بھی دیکھا تھا مگر ایمان لانے کی توفیق صرف جادوگروں کو نصیب ہوئی یہ نبی کے ادب کرنے کا صلہ تھا جو اللہ کریم نے عطا فرما دیا۔ اور جب جادوگر ایمان لائے تو لوگوں کی اکثریت بھی اس طرف مائل ہو گئی اور لاکھوں لوگوں نے اعلان کر دیا کہ حق موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہے۔

مگر فرعون نے بھی فوراً پانسہ پھینکا اور کہنے لگا اچھا تو یہ ملک کے خلاف سازش تھی میں اب سمجھا تم سب نے مل کر موسیٰ علیہ السلام سے یہ سازش تیار کی ہے کہ اس طرح سے لوگوں کو خوفزدہ کر کے اقتدار پر قابض ہو جاؤ پھر تو موسیٰ علیہ السلام لوگوں کو شہروں سے نکال باہر کریں گے اور اپنی غریب قوم کو وہاں آباد کر دیں گے یہ بالکل ایسا ہی تھا جیسے آج ہر سیاست دان جب کام اس کی مرضی کے خلاف ہو تو ملک کے لیے سخت خطرے کا اعلان کر دیتا ہے

اس بات کا موجد فرعون تھا جادوگروں کا کمال اور لوگوں کا متاثر ہونا پھر موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ اور اس کے نتیجے میں جادوگروں کا ایمان لانا جو پہلے سے بھی بڑا معجزہ تھا اس تمام کام کو ایک سیاسی سازش کہہ کر لوگوں سے اس کا حقیقی اثر زائل کرنا چاہا اور کہنے لگا ابھی تمہاری اس حرکت کی سزا دے کر تمہارا بھرم کھول دیتا ہوں میں تمہیں ایسی سخت سزا دوں گا کہ ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کٹوا دوں گا پھر تمہارے اس آدھے بدن کو سولی پہ لٹکایا جائے گا۔

حصولِ علم کا سب سے اعلیٰ ذریعہ

دین اور آخرت کا علم یا ذاتِ باری اور صفاتِ باری کی بات عقل نہیں دل سیکھتا ہے اور اس کے سیکھنے کا صرف ایک ذریعہ ہے کہ قلبِ نبوت سے رابطہ استوار کرے تو بغیر لبوں کی جنبش کے اور بغیر تقریر و تحریر کے خالص اور کھرے علوم اس تک پہنچ جاتے ہیں۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے جو جادوگر کافر تھے اور ساری امیدوں کا مرکز فرعون کو بنا رکھا تھا اب مومن ہیں اور ذرا ذوقِ شہادت دیکھیے اور علم کا اندازہ کریں کہ کہنے لگے اگر تم ہمیں سولی دو گے تو بہت مزہ آئے گا کہ ہم اپنے رب کی بارگاہ میں پہنچ جائیں گے گویا وہ نہ صرف عظمتِ باری کو پا گئے بلکہ حیات موت مابعد الموت اور ان تمام باتوں کو جان گئے۔ شیخ کے ساتھ تعلق کا کمال بھی یہی ہے کہ دل زندہ ہو کر ان علوم کو حاصل کر لے۔

فرمانے لگے کہ اللہ کی آیات پہ ایمان لانے کی اگر یہ سزا ہے تو کوئی بات نہیں یہ جان تو اسی مقصد پہ نثار ہونی چاہیے ہاں ہم از خود کچھ بھی تو نہیں لہٰذا اے ہمارے رب ہم پر صبر انڈیل دے ایسا صبر عطا کر کہ کافر ایذا دے کر شرمندہ ہو اس کے کان ہماری آہ نہ سن سکیں اور ہمیں اسلام پر موت نصیب فرما۔ سبحان اللہ زندگی اور اس کی تمام لذتوں سے بڑھ کر اسلام عزیز ہے اور صبح کے سورج نے جنہیں فرعون کا جادوگر دیکھا تھا شام کے ڈھلتے سورج نے انہیں موسیٰؑ کے شہداء کے روپ میں دیکھا۔

رکوع نمبر ۱۵ آیات ۱۲۷ تا ۱۲۹ قَالَ الْمَلَاُ ۹/۵

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ۭ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَاۗءَهُمْ

اور قوم فرعون میں جو سردار تھے کہنے لگے کہ کیا آپ موسیٰ اور اس کی قوم کو چھوڑ دیجیے گا کہ ملک میں خرابی کریں اور آپ سے اور آپ کے معبودوں سے کنارہ کش ہو جائیں۔ وہ

127. The chiefs of Pharaoh's people said: (O King), wilt thou suffer Moses and his people to make mischief in the land, and flout thee and thy gods? He

وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

بولے کہ ہم ان کے لڑکوں کو توقتل کر ڈالیں گے اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیں گے اور بے شبہ ہم ان پر غالب ہیں ﴿۱۲۷﴾

said: We will slay their sons and spare their women, for lo! we are in power over them.

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۸﴾

موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ خدا سے مدد مانگو اور ثابت قدم رہو زمین تو خدا کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا مالک بناتا ہے۔ اور آخر بھلا تو ڈرنے والوں کا ہے ﴿۱۲۸﴾

128. And Moses said unto his people: Seek help in Allah and endure. Lo! the earth is Allah's. He giveth it for an inheritance to whom He will. And lo! the sequel is for those who keep their duty (unto Him).

قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۗ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ ع

وہ بولے کہ تمہارے آنے سے پہلے بھی ہم کو اذیتیں پہنچتی رہیں اور آنے کے بعد بھی۔ موسیٰ نے کہا کہ قریب ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور اس کی جگہ تمہیں زمین میں خلیفہ بنائے پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو ﴿۱۲۹﴾

129. They said: We suffered hurt before thou camest unto us, and since thou hast come unto us. He said: It may be that your Lord is going to destroy your adversary and make you viceroys in the earth, that He may see how ye behave.

اسرار و معارف

فرعون کی اس مکاری نے قوم کو گمراہ کرنے کا کام تو کسی حد تک کیا مگر باوجود سب طرح کی جہالت کے انہوں نے یہ بات پوچھ ہی لی کہ بھئی ایمان لانے والوں کو تو بڑی زبردست سزا ملی مگر خود موسیٰ علیہ السلام کا آپ نے کچھ نہیں بگاڑا نہ ان کی قوم کے لیے کوئی سزا تجویز کی اگر یہی حال رہا تو موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم تو تباہی مچا دیں گے اور آپ کو اور آپ کے معبودوں کو ترک کر دیں گے مگر فرعون حقیقتِ حال جان چکا تھا اور موسیٰ علیہ السلام سے سخت خوفزدہ تھا صرف تکبر کی وجہ سے دل انابت سے خالی تھا اور توبہ کی توفیق نصیب نہ تھی کہنے لگا بھئی ہم نے ان پر پہلے ہی بہت سخت سزا مقرر کر رکھی ہے کہ نوزائیدہ بچوں کو قتل کر دیا جائے اور بچیوں کو زندہ رکھا جائے تاکہ ہماری خدمت کریں اور اب ہم ان پر اور بھی سختی کریں گے آخر وہ ہیں کیا چیز مگر موسیٰ علیہ السلام کا نام پھر بھی نہ لے سکا مفسرین کے مطابق ان سے بے حد خوفزدہ ہو گیا تھا۔

پریشانیوں کا حل

موسیٰ علیہ السلام نے حالات دیکھ کر قوم سے فرمایا کہ دیکھو تمام پریشانیوں سے نجات کا آسان نسخہ ہے کہ اللہ سے مدد طلب کرو جس کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی اطاعت اختیار کرو خواہ وہ خلاف مزاج بھی ہو صبر کا معنیٰ اپنے آپ کو روکنا ہے یعنی خلاف پسند بات کو بھی برداشت کرنا اور یہاں مراد گناہ اور نافرمانی سے رکنا ہے نیز حالات کی ناسازگاری پر غلط راستے اختیار کرنے سے رکنا تو پریشانی کا درست اور

آسان حل یہ ہے اللہ کی اطاعت اختیار کر کے اسکی مدد طلب کرو اور اللہ کی نافرمانی سے باز آجاؤ تو زمین اس کی اپنی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اقتدار عطا کر دیتا ہے یعنی اگر حکومت ظالم یا ناپسندیدہ ہے تو اسے تبدیل کرنے کے لیے بھی ظالمانہ رویہ اپنایا گیا تو ظلم بڑھے گا ختم تو نہ ہوگا لہٰذا اس کا طریقہ یہ ہے کہ اطاعتِ الٰہی اختیار کی جائے تو وہ اقتدار ظالم سے چھین کر مظلوم کو دینے پہ قادر ہے رہی آخرت اور دائمی زندگی تو اس کا فیصلہ ہو چکا کہ وہ صرف نیکوکار لوگوں کا حصہ ہے وہاں بدکاروں کو کچھ نہیں مل سکے گا۔

آئندہ کی خبر

قوم بھی عجیب تھی غالباً کیفیاتِ قلبی کی قیمت سے کماحقہٗ آشنا نہ تھے اور محض دنیا کے آرام کی بات اکثر کرتے تھے کہنے لگے موسیٰ علیہ السلام آپ کے آنے سے کیا فرق پڑا آپ نہیں تھے تو یہ ذلت ہمارا مقدر تھی آپ آئے تو بھی ہم اسی ذلت میں گرفتار ہیں یہاں آپ نے پیشگوئی فرمائی۔ مراد یہ تھی کہ انہیں استقامت نصیب ہو تو نیکی کریں اور گمراہی سے بچیں تو فرمایا عنقریب اللہ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور یہ زمین جس پر تمہارا عرصہ حیات تنگ کیا رہا ہے تمہارے زیر نگیں ہوگی تمہیں اللہ کی طرف سے حکومت نصیب ہوگی مگر انسان کی حکومت تو اللہ کریم کی نیابت و خلافت کا نام ہے کہ وہ پھر تمہیں بھی دیکھے گا کہ تم کون سا رویہ اپناتے ہو یعنی اگر اقتدار میں آکر تم نے بھی غلط روش اختیار کی تو تم بھی تباہی کو آواز دینے والے ہوگے۔

اقتدار بہت بڑا امتحان ہوتا ہے

اس لیے کہ اقتدار و اختیار عطا فرما کر اللہ کریم یہ امتحان لیتے ہیں کہ خلافت یعنی اللہ کریم کے حکم کے مطابق کام کرتا ہے یا اپنی پسند کو نافذ کرتا ہے اور حدیث پاک کے مطابق ہر شخص حکمران ہے کوئی بڑا کوئی چھوٹا کسی کا اقتدار ملک پر ہے تو کسی کا خاندان پہ یا کم از کم اپنے وجود پہ لہٰذا سب ہی اپنی حیثیت کے مطابق جوابدہ ہوں گے اور غلط کار عذاب الٰہی کی گرفت میں آجائیں گے۔

رکوع نمبر ۱۶ آیات ۱۳۰ تا ۱۴۱ قَالَ الْمَلَاُ $\frac{9}{6}$

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَ نَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝۱۳۰ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ

اور ہم نے فرعونیوں کو قحطوں اور میووں کے نقصان میں پکڑا تاکہ نصیحت حاصل کریں ۝۱۳۰ تو جب ان کو آسائش حاصل ہوتی تو کہتے کہ ہم اسکے

130. And We straitened Pharaoh's folk with famine and the dearth of fruits, that peradventure they might heed.

131. But whenever good befell them, they said: This is

وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى
وَمَنْ مَّعَهٗ ۗ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ
اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾
وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا
بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾
فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَ
الْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ
فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾
وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى
ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ
كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَ
لَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾
فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ
بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾
فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ
بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾
وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ
مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا
فِيْهَا ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى
بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ڏ بِمَا صَبَرُوْا ۭ وَدَمَّرْنَا
مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا
كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾ ع
وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا
عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ
قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ
اٰلِهَةٌ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾
اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ
مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾
قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ
فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾
وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ
سُوْۗءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَاۗءَكُمْ وَ
يَسْتَحْيُوْنَ نِسَاۗءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ

مستحق ہیں اور اگر سختی پہنچتی تو موسیٰ اور اُن کے
رفیقوں کی بدشگونی بتاتے دیکھو اُن کی بدشگونی خدا کے
ہاں (مقدر) ہے لیکن ان میں اکثر نہیں جانتے ﴿۱۳۱﴾
اور کہنے لگے کہ تم ہمارے پاس (خواہ) کوئی ہی نشانی لاؤ تاکہ
اس سے ہم پر جادو کرو مگر ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں ہیں ﴿۱۳۲﴾
تو ہم نے اُن پر طوفان اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور
خون کتنی کھلی ہوئی نشانیاں بھیجیں مگر وہ تکبر ہی کرتے رہے
اور وہ لوگ تھے ہی گنہگار ﴿۱۳۳﴾
اور جب اُن پر عذاب واقع ہوتا تو کہتے کہ موسیٰ ہمارے
لئے اپنے پروردگار سے دُعا کرو جیسا اُس نے تم سے عہد
کر رکھا ہے اگر تم ہم سے عذاب کو ٹال دوگے تو ہم تم پر ایمان بھی لے
آئینگے اور بنی اسرائیل کو بھی تمہارے ساتھ جانے (کی اجازت) دینگے ﴿۱۳۴﴾
پھر جب ہم ایک مدت کیلئے جس تک اُنکو پہنچنا تھا اُن سے
عذاب دُور کر دیتے تو وہ عہد کو توڑ ڈالتے ﴿۱۳۵﴾
تو ہم نے اُن سے بدلہ لے کر ہی چھوڑا کہ اُن کو دریا میں ڈبو دیا
اسلئے کہ وہ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے اور اُن سے بے پروائی کرتے تھے ﴿۱۳۶﴾
اور جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے اُن کو زمین (شام) کے
مشرق و مغرب کا جس میں ہم نے برکت دی تھی وارث
کر دیا اور بنی اسرائیل کے بارے میں اُنکے صبر کی وجہ سے تمہارے
پروردگار کا وعدۂ نیک پورا ہوا اور فرعون اور قوم فرعون جو
(محل) بناتے اور (انگور کے باغ) جو چھتریوں پر چڑھاتے
تھے سب کو ہم نے تباہ کر دیا ﴿۱۳۷﴾
اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا کے پار اُتارا تو وہ ایسے لوگوں کے
پاس جا پہنچے جو اپنے بتوں (کی عبادت) کے لئے بیٹھے رہتے تھے
(بنی اسرائیل) کہنے لگے کہ موسیٰ جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں ہمارے
لئے بھی ایک معبود بنا دو موسیٰ نے کہا کہ تم بڑے ہی جاہل لوگ ہو ﴿۱۳۸﴾
یہ لوگ جس شغل میں (پھنسے ہوئے) ہیں وہ برباد ہونے والا ہے
اور جو کام یہ کرتے ہیں سب بیہودہ ہیں ﴿۱۳۹﴾
(اور یہ بھی) کہا کہ بھلا میں خدا کے سوا تمہارے لئے کوئی اور
معبود تلاش کروں حالانکہ اُس نے تم کو تمام اہل عالم پر فضیلت بخشی ہے ﴿۱۴۰﴾
اور (ہمارے اُن احسانوں کو یاد کرو) جب ہم نے تم کو فرعونیوں
(کے ہاتھ) سے نجات بخشی وہ لوگ تم کو بڑا دُکھ دیتے تھے تمہارے
بیٹوں کو قتل کر ڈالتے تھے اور بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور

ours; and whenever evil smote them they ascribed it to the evil auspices of Moses and those with him. Surely their evil auspice was only with Allah. But most of them knew not.

132. And they said: Whatever portent thou bringest wherewith to bewitch us, we shall not put faith in thee.

133. So We sent them the flood and the locusts and the vermin and the frogs and the blood—a succession of clear signs. But they were arrogant and became guilty.

134. And when the terror fell on them they cried: O Moses! Pray for us unto thy Lord, because He hath a covenant with thee. If thou removest the terror from us we verily will trust thee and will let the Children of Israel go with thee.

135. But when We did remove from them the terror for a term which they must reach, behold! they broke their covenant.

136. Therefore We took retribution from them; therefore We drowned them in the sea: because they denied Our revelations and were heedless of them:

137. And We caused the folk who were despised to inherit the eastern parts of the land and the western parts thereof which We had blessed. And the fair word of the Lord was fulfilled for the Children of Israel because of their endurance; and We annihilated (all) that Pharaoh and his folk had done and that they had contrived.

138. And We brought the Children of Israel across the sea, and they came unto a people who were given up to idols which they had. They said: O Moses! Make for us a god even as they have gods. He said: Lo! ye are a folk who know not.

139. Lo! as for these, their way will be destroyed and all that they are doing is in vain.

140. He said: Shall I seek for you a god other than Allah when He hath favoured you above (all) creatures?

141. And (remember) when We did deliver you from Pharaoh's folk who were afflicting you with dreadful torment, slaughtering your sons and sparing your women. That was

اسرار و معارف

چنانچہ فرعون کی قوم بھی گرفتار بلا ہو گئی یاد رہے اللہ اتنا کریم ہے کہ فوراً تباہی ان پر بھی نہیں بھیجی بلکہ تھوڑی سی شدت بعض امور میں پیدا فرمائی کہ انہیں نصیحت ہو اور توبہ کریں لہذا ان پر قحط مسلط فرما دیا اور پھلوں میں کمی واقع ہو گئی تاکہ انہیں اپنی بے بسی کا احساس ہو مگر دل کی سیاہی ایسی باتوں کو سمجھنے میں رکاوٹ بنتی ہے جیسے آجکل بھی رزق کی تنگی سے بچنے کے مختلف حیلے ذاتی اور قومی ہر سطح پر اپنائے جاتے ہیں۔ یہ خیال نہیں آتا کہ توبہ کرلیں، ایسے ان کا حال تھا بلکہ اتفاقاً اگر کوئی اچھا واقعہ پیش آتا تو اپنی دانائی کا نتیجہ قرار دیتے اور مصیبت کو موسیٰ علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں کی نحوست لیکن یہ جان لینا چاہیئے کہ بدکار کے اعمال کی نحوست ہی اس کی تباہی کے لیے کافی ہوتی ہے اور یہی حال ان کا بھی تھا۔

اصلاح کیلئے سختی کی جاتی ہے

دل کی سیاہی کا یہ حال تھا کہ کہنے لگے موسیٰ یہ سب باتیں آپ کے جادو کے اثر سے ہیں اور ہم نے بھی طے کر لیا ہے کہ آپ پر کبھی ایمان نہ لائیں گے مفسرین کرام کے مطابق اس مقابلے کے بعد بیس برس موسیٰ علیہ السلام مسلسل اس قوم کو دعوت دیتے رہے اور اس اثنا میں بطور معجزہ ان پر مختلف صورتیں وارد ہوتی رہیں۔

مثلاً ان پر بارش اور پانی کا طوفان بھیج دیا گیا جس نے قبطیوں کے کھیت اور گھر تک بھر دیئے ساتھ اسرائیلی بھی تھے مگر وہ محفوظ رہے مجبور ہو کر موسیٰ علیہ السلام سے دعا کی درخواست کی کہ اگر ہمیں اس عذاب سے نجات نصیب ہو تو آپ پر ایمان بھی لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آزاد کر دیں گے جہاں چاہیں رہیں کتنی بڑی نعمت تھی کہ ملک و سلطنت بھی رکھو بنی اسرائیل یہاں سے چلے جائیں گے مگر بدبختی نے انہیں نہ چھوڑا عذاب دور ہوا تو الٹا کھیت فصلوں سے بھر گئے تو پھر مکر گئے اللہ نے ٹڈیاں بھیج دیں جنہوں نے نہ صرف کھیت بلکہ گھروں میں سے لکڑی کا سامان تک کھا لیا۔ پھر وہی بات کر معافی دلوا دیں اور پھر وعدے سے پھر گئے تب جوئیں مسلط کر دیں گئیں جن سے گھر بار

سب بھر گیا بنہ مانے تو مینڈک بھیج دیئے کہ مکان صحن حتیٰ کہ چولہے تک اٹ گئے اور کھانا پکانا ممکن نہ رہا ۔ پھر خون کا عذاب مسلط کر دیا کہ کھانا پینا سب خون ہو جاتا الغرض یکے بعد دیگرے مسلسل عذاب آتے رہے جب کوئی مصیبت آتی اور اس کے دفاع سے عاجز آ جاتے تو موسیٰ علیہ السلام سے کہتے کہ آپ سے اللہ کریم کا وعدہ ہے آپ کی بات نہ ٹالیں گے ہمارے حق میں دعا کر دیجئے ہم اس مصیبت سے بچ گئے تو اطاعت اختیار کر لیں گے مگر جب مصیبت ختم ہو جاتی تو پھر نافرمانی شروع کر دیتے ۔

اہل اللہ اور دُنیا کے مصائب

تو پتہ چلتا ہے کہ دنیا کے مصائب انسان کی اصلاح اور اس پہ اس کی بے بسی کو ظاہر کرنے کے لیے آتے ہیں نیز اہل اللہ سے دعا کرائی جائے تو ٹل بھی جاتے ہیں مگر حقیقی فائدہ یہ ہے کہ پھر اللہ کریم کی اطاعت نصیب ہو جائے اگر ایسا نہ ہو تو مصیبت ٹل جانے کے باوجود انسان خسارے میں ہے ۔

چنانچہ جب وہ لوگ کسی طرح باز نہ آئے تو اللہ کریم نے انہیں غرق کر کے تباہ کر دیا اور اس کے لیے ایسے اسباب پیدا فرمائے کہ وہ سمجھ ہی نہ سکے اور خود گھروں سے نکل کر سمجھا کہ موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو پکڑ کر سزا دیں گے مگر اللہ نے خود انہیں کو غرقِ دریا کر دیا اس لیے کہ انہوں نے احکامِ الٰہی سے انکار اور غفلت شعاری کو اپنا رکھا تھا ۔

قدرت باری کا تماشہ دیکھو جس قوم کو کئی نسلوں سے غلام بنا رکھا تھا اور قبطی کوئی اہمیت دینے کو تیار نہ تھے حتیٰ کہ غلامی سے آزاد کرنا گوارا نہ تھا اللہ کریم نے اسی قوم کو اس بابرکت زمین پہ جو سونا اگلتی تھی مکمل اقتدار و اختیار کا مالک بنا دیا مشارق و مغارب کی وراثت سے مراد کلی اختیار ہے اور اقتدار و اختیار تو بطور توارث ہی کے چلتا ہے کبھی کسی کو ہمیشہ نصیب نہیں رہتا اپنے سے پہلوں سے حاصل کرتا ہے اور بعد والوں کے لیے چھوڑ جاتا ہے چنانچہ قبطیوں اور عمالقہ سے مصر اور ارض شام کا اقتدار چھین کر بنی اسرائیل کو عطا کر دیا اس لیے کہ انہوں نے صبر کیا تھا یعنی ہزار خامیوں کے باوجود موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت پہ قائم رہے یہی صبر ہے آج بھی اگر ہم اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کی اطاعت پہ جم جائیں تو حالات بدلنے میں دیر نہیں لگتی چنانچہ نصرت اللہ کا خوبصورت وعدہ پورا ہوا اور فرعون اور اس کی قوم تباہ و برباد ہو گئے ان کے دفاعی نظام کسی کام نہ آ سکے بلکہ سب اسباب

بھی ناکام ہی رہے ۔

ادھر جب بنی اسرائیل کو سمندر سے پار اتارا اور انہوں نے فرعون اور اس کی قوم کو تباہ ہوتے ہوئے دیکھ بھی لیا تھا کچھ ہی آگے بڑھے تو ایک قوم کو پایا جو بتوں کی پوجا میں لگے ہوئے تھے تو پکار اٹھے موسیٰ ہمارے لیے بھی ایسے بُت بنا دو کہ سامنے رکھ کر عبادت کیا کریں تو آپ نے فرمایا تم بہت ہی جاہل قوم ہو۔

اللہ کریم کی تو کوئی مثال بنائی نہیں جاسکتی یہ جو کچھ انہوں نے بنا رکھا ہے سب فانی ہے اور تباہ ہونے والا ہے بھلا اس کو باقی کا متبادل کیسے بنایا جاسکتا ہے لہٰذا جو کچھ یہ کر رہے ہیں سب باطل ہے کہ ان کے معبود ہی نہ رہیں گے تو عبادت کا حاصل کیا ہو گا۔

اور تم مجھ سے یہ توقع رکھو کہ تمہیں اللہ کے سوا کسی دروازے پہ لے جاؤں گا قطعاً غلط ہے تم نہیں دیکھتے اللہ کریم نے تمہیں ایک زمانے پر فضیلت بخشی ہے فرعون اور اس کی قوم کس طرح عذاب کی صورت بن تم پر مسلط تھے حتیٰ کہ تمہارے بچوں کو ذبح کر دیتے اور بچیاں اپنی غلامی کے لیے رکھ لیتے تھے مگر تم اس قدر کمزور تھے کہ شکایت بھی نہ کر سکتے تھے پھر اللہ کریم نے تمہاری مدد فرمائی فرعون اور اس کی قوم کو غرقِ دریا کر دیا اور ملک کو تمہارے لیے خالی کرا لیا اور تم معزز اور حکمران بنا دیئے گئے بھلا تمہیں زیب دیتا ہے کہ اس کے علاوہ کسی اور کے در پہ جھکنے کی سوچو

رکوع نمبر ۱۷   آیات ۱۴۲ تا ۱۴۷   قَالَ الْمَلَاُ ۹/۷

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا
بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ
وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ
فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ
الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴۲﴾

اور ہم نے موسیٰ سے تیس رات کی میعاد مقرر کی اور دس (راتیں) اور ملا کر اُسے پورا (چلہ) کر دیا تو اُس کے پروردگار کی چالیس رات کی میعاد پوری ہو گئی۔ اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارُون سے کہا کہ میرے (کوہِ طور پر جانے کے) بعد تم میری قوم میں میرے جانشین ہو۔ (ان کی) اصلاح کرتے رہنا اور شریروں کے رستے نہ چلنا (۱۴۲)

142. And when We did appoint for Moses thirty nights (of solitude), and added to them ten, and he completed the whole time appointed by his Lord of forty nights; and Moses said unto his brother: Take my place among the people. Do right, and follow not the way of mischief-makers.

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ
رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ
قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ
فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ

اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کئے ہوئے وقت پر (کوہِ طور پر) پہنچے اور اُن کے پروردگار نے اُن سے کلام کیا تو کہنے لگے کہ اے پروردگار مجھے (جلوہ) دکھا کہ میں تیرا دیدار (بھی) دیکھوں۔ پروردگار نے کہا کہ تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے۔ ہاں پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو اگر یہ اپنی جگہ

143. And when Moses came to Our appointed tryst and his Lord had spoken unto him, he said: My Lord! Show me (Thy self), that I may gaze upon Thee. He said: Thou wilt not see Me, but gaze upon the mountain! If it stand still in its place,

تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ
دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ
قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾
قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى
النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَبِكَلَامِيْ ۖ فَخُذْ مَآ
اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾
وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ
مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ
فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا
بِاَحْسَنِهَا ۗ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۴۵﴾
سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ
فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ وَاِنْ يَّرَوْا
كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا
سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ
يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۗ ذٰلِكَ
بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۴۶﴾
وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ
حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۗ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا
مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ ع

قائم رہا تو تم مجھکو دیکھ سکوگے جب اُنکا پروردگار پہاڑ پر نمودار
ہوا تو (تجلی انوارِ ربانی نے) اسکو ریزہ ریزہ کر دیا۔ اور موسیٰ بیہوش
ہو کر گر پڑے جب ہوش میں آئے تو کہنے لگے کہ تیری ذات پاک ہے
اور میں تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں اور جو ایمان لانیوالے ہیں انمیں سب سے اول ہوں ﴿۱۴۳﴾
(خدا نے) فرمایا موسیٰ میں نے تم کو اپنے پیغام اور اپنے کلام سے
لوگوں سے ممتاز کیا ہے۔ تو جو میں نے تم کو عطا کیا ہے اسے پکڑ رکھو
اور (میرا) شکر بجالاؤ ﴿۱۴۴﴾
اور ہم نے (تورات کی) تختیوں میں ان کیلئے ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز
کی تفصیل لکھدی پھر (ارشاد فرمایا کہ) اسے زور سے پکڑے رہو اور
اپنی قوم سے بھی کہہ دو کہ ان باتوں کو جو اسمیں (مندرج ہیں اور
بہت بہتر ہیں) پکڑے رہیں میں عنقریب تم کو نافرمان لوگوں کا گھر دکھاؤں گا ﴿۱۴۵﴾
جو لوگ زمین میں ناحق غرور کرتے ہیں ان کو اپنی آیتوں سے
پھیر دوں گا۔ اگر یہ سب نشانیاں بھی دیکھ لیں تب بھی ان پر
ایمان نہ لائیں اور اگر راستی کا رستہ دیکھیں تو اسے (اپنا)
رستہ نہ بنائیں۔ اور اگر گمراہی کی راہ دیکھیں تو اُسے
رستہ بنالیں۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے ہماری آیات کو
جھٹلایا اور ان سے غفلت کرتے رہے ﴿۱۴۶﴾
اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کے آنے کو جھٹلایا
اُن کے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ یہ جیسے عمل کرتے ہیں ویسا
ہی ان کو بدلہ ملے گا ﴿۱۴۷﴾

then thou wilt see Me. And when his Lord revealed (His) glory to the mountain He sent it crashing down. And Moses fell down senseless. And when he woke he said: Glory unto Thee! I turn unto Thee repentant and I am the first of (true) believers.

144. He said: O Moses! I have preferred thee above mankind by My messages and by My speaking (unto thee). So hold that which I have given thee, and be among the thankful.

145. And We wrote for him, upon the tablets, the lesson to be drawn from all things and the explanation of all things, then (bade him): Hold it fast; and command thy people (saying): Take the better (course made clear) therein. I shall show thee the abode of evil-livers.

146. I shall turn away from My revelations those who magnify themselves wrongfully in the earth, and if they see each token believe it not, and if they see the way of righteousness choose it not for (their) way, and if they see the way of error choose it for (their) way. That is because they deny Our revelations and are used to disregard them.

147. Those who deny Our revelations and the meeting of the Hereafter, their works are fruitless. Are they requited aught save what they used to do?

اسرار و معارف

چنانچہ جب فرعون سے امن نصیب ہوا تو اب ضرورت پیش آئی کہ اگر بت پرستی درست نہیں تو کوئی طریقِ عبادت اور شریعت تو ہونا چاہیئے جسے اختیار کر کے دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل کی جائے تو اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ طور پر آکر تیس راتوں کا اعتکاف کریں تاکہ آپ کو کتاب عطا ہو اور پھر دس راتیں مزید بڑھا دی گئیں یعنی مطلوبہ نسبت یا توجہ الی اللہ تیس کی بجائے چالیس راتوں میں نصیب ہوئی غرض ایک حالت مطلوب تھی جو اللہ کریم چاہتے تو بغیر کسی مجاہدے کے بھی عطا فرما سکتے تھے مگر دنیا عالمِ اسباب ہے لہٰذا اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا

خلوت کا اثر

چنانچہ مسلسل تیس راتیں اور تیس دن روزہ بھی رکھا اور خلوت بھی اختیار کی کہ خلوت کو متوجہ الی اللہ ہونے میں خاص اہمیت حاصل ہے جب حواس ظاہری کچھ دیکھ سن نہیں رہے ہوتے تو قلب کی طرف کوئی اطلاع نہیں بھیجتے جس کی وجہ سے اسے جمعیت نصیب ہوتی ہے اسی لیے ذاکرین روشنیاں گل کر کے اور زبان بند کر کے متوجہ الی اللہ ہونے کی سعی کرتے ہیں نیز تیس پر دس بڑھا دیئے یہاں یہ تعلیم فرمانا مقصود تھا کہ ہر کام اندازے کے مطابق ہو جانا ضروری نہیں لہٰذا اس کے لیے مہلت دی جانی چاہیئے نیز جب تک کیفیات اپنی خاص حالت سے وارد نہ ہوں شیخ کو مراقبات نہ کرانے چاہئیں اور تیس راتیں فرما کر یہ اشارہ بھی فرما دیا کہ دینی امور میں قمری تاریخوں کا اعتبار ہے اگرچہ امور دنیا میں شمسی تاریخیں شمار کرنا درست اور جائز ہے۔

چلے کی اصل

چلے کی اصل بھی یہی چالیس راتیں ہیں اور جب نبی کریم ﷺ نے بھی فرمایا کہ جو شخص چالیس روز خلوص کے ساتھ اللہ کی عبادت کرے تو اس کے قلب سے حکمت کے چشمے جاری ہو جائیں گے تو یہ بات ثابت ہوئی کہ اصلاح باطنی کے لیے چلے کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

خلیفہ یا جانشین

نیز ہر کام میں صبر، حوصلے اور تدریج کا درس بھی ملا چنانچہ حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا جانشین نامزد فرما کر ارشاد فرمایا کہ میرے بعد تمام امور کی اصلاح پہ متوجہ رہیئے گا یہ اصول ہاتھ آیا کہ غیر حاضری میں خواہ وہ کتنی ہی اہم کام کے لیے ہو اپنے پیچھے رہنے والوں کا اہتمام کر کے جانا چاہیئے۔ اور جو لوگ محض بدانتظامی کو بزرگی خیال کرتے ہیں ان کا رد ہو گیا کہ دین حسن انتظام کا نام ہے لہٰذا حاکم اپنی غیر حاضری میں اپنا نائب مقرر کر کے جائے خواہ ملک کا ہو یا گھر کا جو لوگ بیوی بچوں کا انتظام کئے بغیر تبلیغ کے لیے چلہ وغیرہ لگانے چلے جاتے ہیں ان کیلئے بھی لمحہ فکریہ ہے کہ کلام باری کے حصول کے لیے جانے والا نبی تو اپنے پیچھے انتظام کر کے تشریف لے جا رہا ہے بھلا کوئی دوسرا کیسے آنکھیں موند کر چلا جائے گا۔ اور ہارون علیہ السلام اگرچہ خود بھی نبی تھے مگر بطورِ خاص تاکید فرمائی کہ میرے بعد اصلاح کے لیے کوشاں رہیئے اور اگر کوئی غلط راستہ اپنانا چاہے تو آپ سے اسے کسی قسم کا تعاون نہ مل سکے۔ اس سے حاصل ہوا کہ باہر جانے والے کو کام کے بارے ہدایات دے کر جانا ضروری ہے اور یہی سنت سے بھی ثابت ہے آپؐ نے اپنی غیر حاضری میں اپنے جانشین مقرر فرمائے اور ہدایات

جاری فرمائیں۔

رویتِ باری

اب دوسری طرف موسیٰ علیہ السلام کی بات سنیئے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ جب آپ طُور پہ معتکف تھے اور انہیں اللہ کریم سے شرفِ کلام نصیب ہوا تو ذوقِ دیدار بھی بھڑکا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کیا اے اللہ مجھے اپنا دیدار کرا دے کہ میں تجھے دیکھ سکوں فرمایا دیکھا جانا تو ناممکن نہیں ہے مگر حالت موجودہ یعنی حیاتِ دنیا میں اس کی برداشت نہیں یہاں یہ ارشاد نہیں ہوا کہ دیکھنا ناممکن ہے بلکہ فرمایا آپ دیکھ نہیں سکیں گے یعنی برداشت نہ کر پائیں گے دنیا میں بدن مکلف اور روح تابع ہے برزخ میں روح مکلف اور بدن تابع ہوگا مگر آخرت میں روح اور بدن برابر مکلف ہوں گے جہاں بدنی لذات کا احساس ہوگا وہاں روحانی تجلیات اور فرشتوں سے کلام بھی نصیب ہوگا لہٰذا وہاں قوت بہت بڑھ جائے گی دیدارِ باری نصیب ہوگا صرف اپنے اعمال کی سیاہی میں گرفتار لوگ ہی محروم رہیں گے مگر دنیا میں وہ طاقت حاصل نہیں لہٰذا دیدار عقلاً ممکن ہونے کے باوجود شرعاً درست نہیں ہاں وہ ذات جسے یہ قوت یہاں ہی نصیب ہو جیسے آقائے نامدار ﷺ تو آپ کی شان میں کلام کرنا درست نہیں اگر وجودِ بشری کے ساتھ سدرۃ المنتہیٰ سے آگے تشریف لے جا سکتے ہیں تو یہی ثبوت کافی ہے کہ آپؐ کی روح پاک اور جسد اطہر کو کامل قوتیں حاصل تھیں یہاں بات موسیٰ علیہ السلام کی ہو رہی ہے۔

تجلی

تو ارشاد ہوا حیاتِ دنیا میں اس کی برداشت کی تاب نہیں آپ تجربۃً دیکھیں اس پہاڑ پر نگاہ رکھیں۔ اگر یہ اپنی جگہ قائم رہا تو پھر آپ بھی دیکھ سکیں گے چنانچہ اللہ کریم نے پہاڑ پر تجلی فرمائی۔ صوفیہ کے نزدیک تجلی کا معنیٰ بالواسطہ دیکھنا ہے جیسے شیشے سے دیکھا جائے اس لیے اسے رویت نہیں کہا جا سکتا لغت میں تجلی کے معنی اگرچہ منکشف ہونے کے ہیں چنانچہ جب پہاڑ پر تجلی فرمائی گئی تو برداشت نہ کر سکا اور جس حصہ پہ تجلی ہوتی ریزہ ریزہ ہو گیا نیز موسیٰ علیہ السلام بھی تاب نہ لا سکے اور بے ہوش ہو کر گر گئے۔

کشفی کیفیات

کشفاً دیکھا جائے تو جس چوٹی پر موسیٰ علیہ السلام تشریف فرما تھے اس کے سامنے دوسری چوٹی پر چکا چوند ہوئی درمیان میں وادی سما بھی تھی مگر اس کے باوجود تاب نظارہ نہ رہی اور حواس کھو بیٹھے پھر جب ہوش آیا تو پکار اٹھے کہ تیرا جمال ان مادی نگاہوں کی رسائی سے بہت ہی بلند

اور بالاتر ہے لہٰذا میں اپنی بے تابانہ طلب سے معذرت کا طالب ہوں اور سب سے بڑھ کر آپ کے ارشادات پر یقین رکھنے والا ہوں۔

اللہ کی طرف سے جو عطا ہو وہی سب سے بہتر انعام ہوتا ہے

ارشاد ہوا اے موسیٰ ہم نے آپ کو نہ صرف رسالت سے سرفراز فرمایا بلکہ بلاواسطہ کلام سے بھی نوازا لہٰذا جو میری طرف سے عطا ہوا اس پر سختی سے قائم رہیے اس کی جملہ شرائط کو ادا کرنے کا اہتمام کیجیے اور شکر ادا کرتے رہیے یہاں طالبین کے لیے بہترین سبق ہے کہ مجاہدہ میں کوتاہی نہ کریں مگر مقامات کیا نصیب ہوتے ہیں یہ اللہ کریم کا اپنا کام ہے جو مل جائے الحمدللہ

چنانچہ ہم نے لکھی ہوئی تختیاں انہیں عطا فرمائیں ہر قسم کی نصیحت اور ہر ضرورت کی تفصیل ان پر درج فرمادی اور فرمایا کہ ان پر قائم رہیے اور اپنی قوم کو حکم دیجیے کہ نہایت احسن طریقے سے ان پر عمل کریں۔ یعنی پورے خلوص کے ساتھ اپنائیں تو نافرمان لوگوں کی آبادیاں تمہارے قدموں میں ہوں گی اور تمہیں فتح نصیب ہوگی

گمراہی کا سبب

جو لوگ ناحق تکبر میں مبتلا ہیں انہیں میں اپنی آیات اور ارشادات کو ماننے کی توفیق ہی نہ دوں گا بلکہ تکبر اور گناہ کے اثر سے ان کے دلوں میں ایسی کجی پیدا کر دی جائے گی کہ ہر قسم کے معجزات دیکھنے کے باوجود ایمان لانا نصیب نہ ہوگا اور نیکی کا راستہ پاکر بھی چلنے کی توفیق نہ ہوگی اور بُرائی کی طرف پورے زور سے بھاگیں گے۔

اس لیے کہ اللہ کی آیات کو جھٹلانے اور اس کی یاد سے غافل رہنے کا یہی انجام ہوتا ہے بلکہ یہ غفلت بڑھتے بڑھتے آخرت کے انکار پر پہنچا دیتی ہے اور جنہیں آخرت کی حاضری کا یقین نہ رہے ان سے اگر کوئی نیک عمل بھی ہو چکا ہو تو وہ ضائع ہو جاتا ہے۔

گناہ اور غفلت مُفضی الی الکفر ہوتی ہے

یعنی نافرمانی اور گناہ یادِ الٰہی سے غفلت کا سبب بنتے ہیں اور اگر یہ غفلت ہمیشہ رہے اور اس کا ازالہ نہ ہو تو نہ صرف یادِ حق سے غافل رہتا ہے بلکہ آخرت کی حاضری سے بھی غافل ہو کر منکر ہو جاتا ہے اور یوں کفر میں مبتلا ہونے والا سب نیکیاں برباد کر لیتا ہے کہ جزا تو اسی پر مرتب ہو گی جو عمل اختیار کیا جائے۔

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ
حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ۭ اَلَمْ
يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ
سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۸﴾
وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ
قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا
وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾
وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ
اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ
اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَ
اَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ ۭ قَالَ
ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا
يَقْتُلُوْنَنِيْ ڮ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَاۗءَ وَلَا
تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۰﴾
قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا
فِيْ رَحْمَتِكَ ڮ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ ع

اور قوم موسیٰ نے موسیٰ کے بعد اپنے زیور کا ایک بچھڑا بنالیا (وہ)
ایک جسم (تھا) جس میں سے بیل کی آواز نکلتی تھی۔ ان لوگوں نے
یہ نہ دیکھا کہ وہ نہ ان سے بات کر سکتا ہے اور نہ ان کو رستہ دکھا سکتا ہے۔
اس کو انہوں نے (معبود) بنالیا اور (اپنے حق میں) ظلم کیا (۱۴۸)
اور جب وہ نادم ہوئے اور دیکھا کہ گمراہ ہو گئے ہیں تو کہنے لگے
کہ اگر ہمارا پروردگار ہم پر رحم نہیں کرے گا اور ہم کو معاف
نہیں فرمائے گا تو ہم برباد ہو جائیں گے (۱۴۹)
اور جب موسیٰ اپنی قوم میں نہایت غصے اور افسوس کی حالت
میں واپس آئے تو کہنے لگے کہ تم نے میرے بعد بہت ہی بداطواری
کی۔ کیا تم نے اپنے پروردگار کا حکم (یعنی میرا اپنے پاس آنا) جلد
چاہا (یہ کہا) اور (شدت غضب سے تورات کی) تختیاں ڈال دیں اور
اپنے بھائی کے سر (کے بالوں) کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے۔ انہوں
نے کہا کہ بھائی جان لوگ تو مجھے کمزور سمجھتے تھے اور قریب تھا
کہ قتل کر دیں۔ تو ایسا کام نہ کیجئے کہ دشمن مجھ پر ہنسیں اور مجھے ظالم لوگوں میں مت ملائیے (۱۵۰)
تب انہوں نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار مجھے اور میرے بھائی کو معاف کر
اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے (۱۵۱)

148. And the folk of Moses, after (he had left them), chose a calf (for worship), (made) out of their ornaments, of saffron hue,[7] which gave a lowing sound. Saw they not that it spake not unto them nor guided them to any way? They chose it, and became wrong-doers.

149. And when they feared the consequences thereof and saw that they had gone astray, they said: Unless our Lord have mercy on us and forgive us, we verily are of the lost.

150. And when Moses returned unto his people, angry and grieved, he said: Evil is that (course) which ye took after I had left you. Would ye hasten on the judgement of your Lord? And he cast down the tablets, and he seized his brother by the head, dragging him toward him. He said: Son of my mother! Lo! the folk did judge me weak and almost killed me. Oh, make not mine enemies to triumph over me and place me not among the evil-doers!

151. He said: My Lord! Have mercy on me and on my brother; bring us into Thy mercy, Thou the Most Merciful of all who show mercy.

اسرار و معارف

موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا حال سنیں کہ جب انہوں نے اثبات نبوت کے مقابلے میں اپنی عقل پہ بھروسہ کیا تو عجیب گمراہی میں مبتلا ہو گئے۔ سامری نام کا ایک مشہور آدمی تھا اس نے سب سے سونا چاندی جمع کر کے اسے پگھلایا اور اس میں وہ مٹی ڈال دی جو وہ جبرائیل امین کی . . . کے قدموں سے اٹھا لایا تھا چنانچہ ایک بچھڑے ، بنادیا جس میں کسی حد تک زندگی کا اثر تھا اور گائے کی طرح آواز نکالتا تھا کہ وہ مٹی حیات آفریں تھی" اگر مرکب کے پاؤں کی مٹی حیات آفریں ہو سکتی ہے تو ذرا اہل اللہ کی قلبی توجہ کا اندازہ کیجئے" اور یہ لوگ ایسی جہالت میں گرفتار ہوئے کہ صرف آواز نکالنے پہ فدا ہو گئے یہ بھی نہ سوچا کہ سننا بات کو سمجھنا اور جواب دینا تو عام انسانی وصف ہے اور اس میں تو یہ بھی ناپید ہے چہ جائیکہ اس میں الوہیت کے اوصاف کو مانا جائے بس انہوں نے اسی کو معبود بنالیا ایک بہت بڑی تعداد اس گمراہی کا شکار ہوئی اگرچہ بعد میں انہیں یہ احساس ہو گیا تھا کہ ہم نے سخت

غلطی کی اور اب اگر اللہ کریم ہم پر رحم نہ فرمائیں اور ہماری خطا معاف نہ کریں تو ہماری تباہی تقینی ہے چنانچہ ان کی توبہ اور راہِ حق میں قتل کا واقعہ سورۂ بقرہ میں گذر چکا۔ یہ نعمت انبیاء کی اور صلحاء کی معیت میں نصیب ہوتی ہے کہ بُرائی کا احساس ہو کر توبہ کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔

موسیٰ علیہ السلام سخت غصے میں پلٹے اور بہت متاسف بھی تھے فرمایا تم نے میرے بعد بہت غلط راستہ اختیار کر لیا نادانو اپنے مالک کے حکم کا انتظار کر لیا ہوتا جب تمہیں علم تھا کہ اللہ کریم سے ہدایات حاصل کرنے گیا ہوں تو ان کا انتظار بھی نہ کر پائے۔ یعنی تم نے نبی کی تعلیمات کا انتظار کرنے کی بجائے اپنی عقل اور رائے سے فیصلہ کیا حالانکہ نبی اللہ سے بات حاصل کرکے آگے بتاتا ہے اور عقل امورِ دنیا کے لیے ہے امورِ آخرت میں نہ اس کی رسائی ہے نہ اس کی رائے کی کوئی اہمیت۔

تعلیماتِ انبیائے کے مقابلہ میں عقل کی کوئی حیثیت نہیں

چنانچہ انہوں نے تختیاں رکھ دیں اور ہارون علیہ السلام کو سر کے بالوں سے پکڑ لیا اور بہت سخت ناراض ہوئے تو انہوں نے عرض کیا کہ آپ دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دیں میں نے پوری کوشش کی ہے اور انہیں منع کرتا رہا مگر انہوں نے کوئی پرواہ نہیں کی بلکہ میرے قتل تک پر آمادہ ہو گئے تھے آپ کم از کم مجھے ان بدکاروں کا ساتھی شمار نہ فرمائیں چنانچہ بات سمجھ کر انہوں نے دعا فرمائی کہ اے اللہ مجھے اور میرے بھائی کو معاف فرما اور ہمیں اپنی رحمت ناصہ میں داخل فرما کہ تو بہت بڑا رحم کرنے والا ہے۔

دعا کا ادب یہ ہے کہ کسی کے لیے بھی دعا کرے تو خود کو بھی شامل رکھے اور اپنے عجز اور اللہ کی عظمت کا تذکرہ کرے۔

رکوع نمبر ۱۹   آیات ۱۵۲ تا ۱۵۳   قَالَ الْمَلَاُ 9/9

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ
غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ﴿۱۵۲﴾
وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ
بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا

(خدا نے فرمایا کہ) جن لوگوں نے بچھڑے کو (معبود) بنا لیا تھا اُن پر پروردگار کا غضب واقع ہوگا اور دنیا کی زندگی میں ذلت نصیب ہوگی۔
اور ہم افترا پردازوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں ﴿۱۵۲﴾
اور جنہوں نے بُرے کام کئے پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور ایمان لے آئے تو کچھ شک نہیں کہ تمہارا پروردگار اس کے

152. Lo! those who chose the calf (for worship), terror from their Lord and humiliation will come upon them in the life of the world. Thus do We requite those who invent a lie.
153. But those who do ill deeds and afterward repent and

لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٥٣﴾
وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ
الْاَلْوَاحَ ۚ وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ
لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿١٥٤﴾
وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا
لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ
رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ
وَاِيَّايَ ۭ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاۗءُ
مِنَّا ۚ اِنْ هِىَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ۭ تُضِلُّ بِهَا
مَنْ تَشَاۗءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَاۗءُ ۭ اَنْتَ
وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ
خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ﴿١٥٥﴾
وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً
وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ۭ قَالَ
عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَاۗءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ
وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۭ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ
يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ
هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٥٦﴾
اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ
الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي
التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ
وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ
وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَـبٰۗىِٕثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ
اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ
فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ
وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ
اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٥٧﴾ ع

بعد (بخش دے گا کہ وہ) بخشنے والا مہربان ہے ﴿١٥٣﴾
اور جب موسیٰ کا غصہ فرو ہوا تو تورات کی تختیاں اٹھا لیں
اور جو کچھ اُن میں لکھا تھا وہ اُن لوگوں کے لئے جو اپنے
پروردگار سے ڈرتے ہیں ہدایت اور رحمت تھی ﴿١٥٤﴾
اور موسیٰ نے اُس میعاد پر جو ہم نے مقرر کی تھی اپنی قوم کے
ستر آدمی منتخب (کر کے کوہِ طور پر حاضر) کئے۔ جب اُن کو زلزلے نے
پکڑا تو موسیٰ نے کہا کہ اے پروردگار اگر تو چاہتا تو اُن کو اور مجھ کو پہلے
ہی سے ہلاک کر دیتا کیا تو اس فعل کی سزا میں جو ہم میں سے بے عقل
لوگوں نے کیا ہے ہمیں ہلاک کر دے گا یہ تو تیری آزمائش ہے اس سے تو جس کو
چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے ہدایت بخشے۔ تو ہی ہمارا کارساز
ہے تو ہمیں (ہمارے گناہ) بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو
سب سے بہتر بخشنے والا ہے ﴿١٥٥﴾
اور ہمارے لئے اس دنیا میں بھی بھلائی لکھ دے اور آخرت میں
بھی۔ ہم تیری طرف رجوع ہو چکے۔ فرمایا کہ جو میرا
عذاب ہے اُسے تو جس پر چاہتا ہوں نازل کرتا ہوں اور
جو میری رحمت ہے وہ ہر چیز کو شامل ہے۔ میں اُس کو
اُن لوگوں کے لئے لکھ دوں گا جو پرہیزگاری کرتے اور زکوٰۃ
دیتے اور ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں ﴿١٥٦﴾
وہ جو (محمد) رسول (اللہ) کی جو نبی اُمّی ہیں پیروی کرتے ہیں
جن (کے اوصاف) کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے
ہیں۔ وہ اُنہیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور بُرے کام سے روکتے ہیں۔
اور پاک چیزوں کو اُن کے لئے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں
کو اُن پر حرام ٹھہراتے ہیں اور اُن پر سے بوجھ اور طوق جو اُن
(کے سر) پر (اور گلے میں) تھے اُتارتے ہیں۔ تو جو لوگ اُن پر ایمان
لائے اور اُن کی رفاقت کی اور اُنہیں مدد دی۔ اور جو نور اُن کے
ساتھ نازل ہوا ہے اُس کی پیروی کی وہی مُراد پانے
والے ہیں ﴿١٥٧﴾

believe—lo! for them, afterward, Allah is Forgiving, Merciful.

154. Then, when the anger of Moses abated, he took up the tablets, and in their inscription there was guidance and mercy for all those who fear their Lord.

155. And Moses chose of his people seventy men for Our appointed tryst and, when the trembling came on them, he said: My Lord! If Thou hadst willed Thou hadst destroyed them long before, and me with them. Wilt Thou destroy us for that which the ignorant among us did? It is but Thy trial (of us). Thou sendest whom Thou wilt astray and guidest whom Thou wilt. Thou art our Protecting Friend, therefore forgive us and have mercy on us, Thou, the Best of all who show forgiveness.

156. And ordain for us in this world that which is good, and in the Hereafter (that which is good). Lo! We have turned unto Thee. He said: I smite with My punishment whom I will, and My mercy embraceth all things, therefore I shall ordain it for those who ward off (evil) and pay the poor-due, and those who believe in Our revelations;

157. Those who follow the messenger, the Prophet who can neither read nor write, whom they will find described in the Torah and the Gospel (which are) with them. He will enjoin on them that which is right and forbid them that which is wrong. He will make lawful for them all good things and prohibit for them only the foul, and he will relieve them of their burden and the fetters that they used to wear. Then those who believe in him, and honour him, and help him, and follow the light which is sent down with him; they are the successful.

اسرار و معارف

غیر اللہ سے امید وابستہ کرنیوالا ذلت میں مبتلا ہوتا ہے

ایک قانون ارشاد فرما دیا کہ جن لوگوں نے

بچھڑے کی پرستش اختیار کی انہیں دنیا میں بھی اللہ کریم کا غضب اور ذلت پیش آئے گی یعنی ایسے لوگ جو حالات سے گھبرا کر یا جلد بازی میں اللہ کا دروازہ چھوڑ کر کسی دوسری ذات سے امید وابستہ کر لیتے ہیں یا اپنی عقل ہی کو راہنما اور ماوٰی وملجا بنا لیتے ہیں ان کو دنیا میں بھی دو طرح کا عذاب پیش آتا ہے اول اللہ کا غضب جس کا نتیجہ گمراہی اور عقیدے کا فساد ہوتا ہے اور دوسرے پریشانی اور ذلت۔ آج کے معاشرے میں یہ سب اچھی طرح دیکھا جا سکتا ہے خصوصاً مغرب کا اللہ کریم سے بیزار معاشرہ تو ہو بہو اس کی تصویر ہے کہ عقائد تباہ ہو چکے ہیں اور آبرو نام کی کوئی چیز ان کے پاس نہیں بلکہ اب تو ذلت کے اس قدر عادی ہوتے جا رہے ہیں کہ آبرو کا تصوّر تک گم ہوتا جا رہا ہے فرمایا جو بھی اللہ کریم پہ بہتان باندھے اسے یہ سزا پیش آتی ہے بلکہ یہ اس کے گناہ کا منطقی نتیجہ ہے صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں کہ دین میں بدعات اور رسومات کا جاری کرنا بھی اللہ پر افترا ہے اور ایسے لوگ بھی ہمیشہ اس عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں ہاں ایک راستہ ہے کہ گناہ سرزد ہو جائے تو توبہ کا دروازہ کھلا

توبہ

ہے توبہ کرے اور توبہ سے مراد ہے کہ اپنا عقیدہ اور عمل درست کرے بنی اسرائیل کو تو توبہ کے لیے بھی قتل کی سختی برداشت کرنا پڑی چنانچہ جو قتل ہو گئے شہید قرار پائے اور جو بچ رہے انہیں معاف فرما دیا گیا جیسا سورہ بقرہ میں گذر چکا ہے مگر اس امت کے لیے رب کریم نے قانون آسان فرما دیا کہ گناہ یا غلط روش کے بعد اپنے عقاید کی اصلاح کرے اور دل سے غیر اللہ کے ساتھ وابستگی دور کرے پھر عملاً اطاعت اختیار کرے تو اللہ کریم بخشنے والے اور رحم کرنے والے ہیں یعنی عملاً توبہ کرنے والے کو محروم نہیں فرماتے خواہ کس قدر گناہ کر چکا ہو جب موسیٰ علیہ السلام سے ناراضگی اور خفگی کی کیفیت دُور ہوئی تو وہ تختیاں اٹھا لیں جن میں تورات لکھی ہوئی تھی اس لیے کہ انہی میں راہ ہدایت بھی تھی اور وہی حصولِ رحمت کا ذریعہ بھی تھیں کہ تورات بھی رب جلیل کا ذاتی کلام تھا۔

کلام سے استفادہ

مگر یہ یاد رہے کہ کلام سے استفادہ کرنے کے لیے صاحب کلام کی عظمت سے آشنا ہونا ضروری ہے ورنہ وہ فائدہ مرتب نہیں ہوتا اور یہ آشنائی کی تحریک کلام کو سُن یا پڑھ کر پیدا ہوتی ہے یہ بہت لطیف بات ہے اللہ کا کلام پڑھ کر اللہ سے آشنائی اس کی صفات سے آگاہی کی تحریک پیدا ہوتی ہے اور یہ نعمت بارگاہِ نبوّت سے ملتی ہے جہاں سے کلام نصیب ہوا جب

یہ دولت یعنی معرفت نصیب ہوتی ہے تو کلام سے ہدایت و رحمت نصیب ہوتی ہے اسی لیے یہ ترتیب ارشاد فرمائی ہے یتلوا علیھم اٰیاتہٖ تلاوت کلام۔ ویزکیھم۔ معرفتِ باری۔ ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ہدایت اور رحمت۔ لہٰذا یہ نعمتیں اسی کو نصیب ہوتی ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے اور اس کے ناراض ہونے سے خوف زدہ رہتے ہیں۔

جب تورات پیش فرمائی تو نیا مسئلہ کھڑا ہو گیا یہ کیسے پتہ چلے کہ واقعی اللہ کا کلام ہے بنی اسرائیل نے کہا بھئی ہم نے تو سنا نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام بہت پریشان ہوئے اور آخر طے ہوا کہ اللہ میں ان کے چیدہ افراد کو لاتا ہوں آپ انہیں بھی اپنا کلام سنوا دیں اور اجازت پا کر آپ نے سب قبائل سے ستر آدمی چن لیے جنہیں لے کر پھر طور پہ حاضر ہوئے یہ قصہ بھی پہلے گذر چکا ہے چنانچہ وہ کہنے لگے بھئی صرف آواز سن کر کیا پتہ چلے گا کون بات کر رہا ہے اللہ کریم کو ہمارے سامنے لائیے اور ہم ان سے باتیں کریں اور پوچھ کر تصدیق کریں کہ یہ انہیں کا کلام ہے اللہ کریم کا یہ احسان کہ انہیں کلام باری سنائی دے یہ اتنا بڑا تھا کہ غالباً غیر انبیا میں یہ لوگ ہمیشہ انفرادی حیثیت اور مقام کے حامل قرار پاتے مگر وہ اپنی

اپنی حیثیت سے بڑھ کر بات کرنا خود کو ہلاکت میں ڈالتا ہے

حیثیت بھول گئے اور رویتِ باری کا مطالبہ کر دیا اور اس گستاخی پر ایسی سزا ملی کہ تباہ ہو گئے راہ سلوک میں بھی یہ دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ اپنی حیثیت سے بڑھ کر مطالبہ کرتے ہیں جیسے خواہ مخواہ پیر اور خلیفہ بننے کے خواب اور نتیجۃً جو پاس ہوتا ہے وہ بھی ضائع کر کے خود گمراہ ہو کہ دوسروں کی گمراہی کا باعث بن جاتے ہیں اللہ کریم جس کو جو استعداد عطا فرماتے ہیں اتنے مقامات بھی ضرور دیتے ہیں مگر اپنی حیثیت سے بڑھ کر مطالبہ کرنا سخت نادانی ہے چنانچہ یہ لوگ بھی ہلاک ہو گئے بجلی اور زلزلے کی کیفیات نے ہلاک کر دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی بارِ الٰہا اگر تو چاہتا تو انہیں پہلے بھی ہلاک کر سکتا تھا کہ ان سے بارہا نادانی سرزد ہوئی ہیں بھی تو تیرا عاجز بندہ ہوں تو چاہے تو مجھے بھی ہلاک کر دے مگر اے میرے رب یہ ان کی بیوقوفی یہ ہلاکت کی سزا تو بہت بڑا امتحان ہے بنی اسرائیل کو جانتا ہے وہ مجھ پہ طوفان کھڑا کر دیں گے اور کہہ دیں گے کہ لے جا کر کہیں گڑھے میں پھینک دیا ہے۔

اللہ تو قادر ہے اسی پر چاہے تو کسی کو ہدایت بھی عطا کر سکتا ہے کہ ان کی گستاخی کا نتیجہ دیکھ کر اطاعت کا راستہ اختیار کر لے

آزمائش سے پناہ مانگنا چاہیئے

اور تو خفا ہو تو انسان گمراہ ہو سکتا ہے کہ اصل سبب کو چھوڑ کر نبی پر بہتان لگانے شروع کر دے بہر حال اپنی آزمائش سے محفوظ رکھ کہ تو ہی تو ہمارا ساتھی اور مددگار بھی ہے ہمیں معاف بھی فرما اور ہم پر رحم فرما کہ تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے تیری بخشش کا اظہار یوں ہو کہ دنیا میں نیکی اور بھلائی ہمارا مقدر ہو جائے یعنی نیک عمل کی توفیق نصیب ہو اور آخرت میں اس کا نیک اجر نصیب ہو ہم تیری ہی ذات لاشریک کی طرف رجوع کرتے ہیں یعنی اللہ کریم کی آزمائش سے پناہ مانگنا اور دنیا و آخرت کی بہتری کا طلب کرنا ضروری ہے مگر ساتھ اس کی بارگاہ کی طرف رجوع کرنا اور ساری امیدیں اسی سے وابستہ کرنا اس کی بنیاد ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا کہ موسیٰ ؑ میں سب خطا کاروں کو عذاب بھی نہیں کرتا مگر بعض نہایت سرکش اور متکبر ہوتے ہیں لہٰذا عذاب کی گرفت میں جکڑے جاتے ہیں ورنہ تو ہر خطا کار عذاب کا مستحق ہوتا ہے مگر میں درگزر فرماتا ہوں اس لیے کہ میری رحمت ہر شے سے وسیع تر ہے اور ہر طرح کا گناہ معاف ہو سکتا ہے مگر یاد رہے رحمتِ خاصہ کو وہی پاتے ہیں جو متقی ہوتے ہیں تقویٰ دل کی کیفیت کا نام جو بارہا بیان ہو چکا یعنی اگرچہ بدکار بھی اور کافر بھی رحمت عامہ سے دنیا میں مستفید ہوتا ہے کہ فوری گرفت نہیں ہوتی مال اولاد صحت اقتدار اور بے شمار نعمتیں حاصل کرتا ہے مگر انجام کار اگر توبہ نصیب نہ ہو تو پھر محروم ہو جاتا ہے کہ رحمتِ خاصہ تو صرف ان لوگوں کے لیے ہے جن کے دل روشن اور تقویٰ سے متصف ہوتے ہیں جو دنیا کو ناجائز ذرائع سے جمع کرنے کی بجائے حلال کما کر اللہ کے نام پر خرچ کرتے ہیں اور جن کے عقائد صاف ستھرے ہوتے ہیں۔ ایتائے زکوٰۃ کو ہر جگہ ایمان کے ساتھ ذکر فرما کہ یہ باور کرا دیا ہے۔

ایتائے زکوٰۃ

کہ مومن عبادات کے ساتھ حصول رزق کے جائز ذرائع اختیار کرتا ہے اور لوگوں کی جیبوں پر نظر رکھنا اسے زیب نہیں دیتا بلکہ معذورین کی مدد بھی کرتا ہے خود صاحب نصاب ہو گا تو زکوٰۃ ادا کرے گا مگر افسوس کہ علما کے ایک بہت بڑے طبقے نے عملی زندگی کو اختیار ہی نہیں کیا اور ساری عمر زکوٰۃ لینے پر گزار دی حالانکہ زکوٰۃ دینا کمال ایمان اور حسنِ اسلام تھا۔ اور زکوٰۃ لینا تو ان کے لیے جائز تھا اور ہے جو کسی وجہ سے کام کرنے کی اہلیت سے محروم ہوں۔

فرمایا یہ اوصاف آپؐ کی امت

صحابہ کرامؓ کی تعریف اور اُن کے ساتھ اُمّتِ محمدیہؐ کی تعریف

کے ان لوگوں کو بدرجہ کمال نصیب ہوں گے جو نبیٔ اُمّی ﷺ کا مبارک زمانہ پاکر آپؐ کی اطاعت کا شرف حاصل کریں گے اُمّی سے مراد ایسا شخص جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو۔ اور یہ نقص شمار ہوتا ہے مگر آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی سے اس قدر علمی کمالات کا ظہور ہوا کہ عالم انسانیت اس کی کوئی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے چالیس سالہ زندگی اہل مکہ کے روبرو گذری نہ کوئی مدرسہ دیکھا نہ کسی عالم کی مجلس مگر جب اعلانِ نبوت فرماکر لب کشائی فرمائی تو کوئی موضوع تشنہ نہ رہا اور جو کچھ فرمایا وہ اس موضوع پر ہمیشہ کے لیے حرفِ آخر ثابت ہوا لہٰذا ایں کمال آپؐ کے لیے اُمّی ہونا ہی ایک بہت بڑا کمال ثابت ہوا۔ اور وہ رسولِ اُمّی جو ان کے ہاں تورات و انجیل میں لکھا ہوا ہے یعنی جس کے اوصاف آسمانی کتب میں اس قدر وضاحت سے لکھے اور نازل فرمائے گئے گویا انہیں دیکھنا خود ذاتِ گرامی کو دیکھنا ہے آج بھی اگرچہ ان کتب میں مزید تحریف ہو چکی ہے مگر آپؐ کے قصائد جابجا ملتے ہیں اور علما نے ان کتب سابقہ سے "حوالے" جمع فرما کر کتب تصنیف کی ہیں اور اس دور میں یہود و نصاریٰ کا تردید نہ کرنا ہی بہت بڑا ثبوت ہے ورنہ تو وہ قرآن کے خلاف طوفان کھڑا کر دیتے یہاں مفسرین کرام نے واقعات بھی نقل فرمائے ہیں جنہیں بخوفِ طوالت نقل نہیں کیا جا رہا۔

کمالاتِ نبوّت میں سے

اگلا وصف یہ ارشاد ہوا کہ وہ نبیؐ نیک کام کا حکم کرتا ہے اور بُرے کام سے روکتا ہے حالانکہ یہ کام تو سب انبیاءؑ نے کیا ہے اور یہی منصب نبوت کے لائق بھی ہے مگر آقائے نامدارؐ کے کمالات میں سے ہے کہ جسے نسبت نصیب ہو جائے طبعاً نیکی مرغوب ہو جاتی ہے اور برائی سے نفرت ہو جاتی ہے اور یہی کمالات شیخ کی پہچان بھی ہیں اگر ان میں سے کوئی حصہ نصیب ہو تو بہتر ورنہ ایسا آدمی اس لائق نہیں کہ اسے بطور شیخ یا استاد اپنایا جائے۔

اور وہ نبی ان پہ پاکیزہ چیزیں حلال کر دے گا "یعنی بعض اچھی چیزیں جو بنی اسرائیل پر بطور سزا منع کر دی گئی تھیں جیسے حلال جانوروں کی چربی وغیرہ"۔ گندی چیزوں سے منع فرمائے گا جیسے مردار، خون، شراب، آمدنی کے ناجائز ذرائع یا بُری عادات وغیرہ۔ تو آپ ﷺ کی بعثت کے بعد اشیا یا امور اچھے اور برے ہونے کا معیار آپؐ

اچھائی اور بُرائی کا معیار

کی شریعت ہے۔ جس کام کی شرعاً اجازت ہے وہ اچھا ہے جو چیز شرعاً حلال

ہے وہ بہترین ہے اور جس کام سے آپؐ روک دیں وہ بُرا ہے جس چیز کو شریعت نے حرام کر دیا وہ مادی اعتبار سے بھی مفید نہیں ہو سکتی۔ اگلا وصف یہ ارشاد ہوا کہ وہ ان کے بوجھ ہلکے کرتا ہے اور ان کی زنجیریں کاٹتا ہے یعنی وہ امورِ شاقہ جو بنی اسرائیل پر حکماً نافذ کر دیئے گئے تھے اور وہ پابندیاں جن میں وہ اپنی گستاخیوں کی وجہ سے جکڑے گئے تھے ان سب سے آزاد کر دیتا ہے جیسے بنی اسرائیل کو کپڑا دھونے کی اجازت نہ تھی بلکہ ناپاک ہونے والا حصہ کاٹنا پڑتا تھا یعنی دھو کر پاک نہیں کر سکتے تھے یا جس عضو سے گناہ سرزد ہوا توبہ کے لیے اس کو کاٹ دیا جائے یا مالِ غنیمت نہیں لے سکتے تھے اور اس طرح کے بہت سے احکام تھے جن سے اسلام نے ساری انسانیت کو آزاد کر دیا۔ نبیِ رحمتؐ نے جو شریعت مطہرہ دی ہے اس سے بڑھ کر آسان راستے کا تصور بھی محال ہے اب اس کے بعد ماننے والوں کا وصف ارشاد ہوا جس کے سب سے پہلے مخاطب صحابہ کرامؓ ہیں جو اُن اوصاف کے مظہر تھے کہ وہ لوگ جو آپؐ پر ایمان لائے اور آپؐ کی انتہائی درجہ کی تعظیم اختیار کی اور ہر کام میں آپؐ کے خادم اور مددگار ثابت ہوئے اور جو نور آپؐ لائے تھے اس کا اتباع اختیار کیا۔

عظمتِ نبوّت

یہاں ایمان سے مراد ہی یہ لی گئی ہے کہ نبیِ مکرم ﷺ کی بہت زیادہ عزت اور آپؐ سے محبت کرتے ہوں یعنی ایسی غلامی اور ایسا اتباع مقصود نہیں جو مجبوراً کرنا پڑے بلکہ وہ اتباع مطلوب ہے جو محبت سے مجبور ہو کر اور عشق نبویؐ میں سرشار ہو کر کیا جائے اتنی عزت اور ایسی عظمت دل میں رکھتا ہو کہ آپؐ کی پسند کے خلاف امور کو کبھی پسند ہی نہ کرے اور خلافِ مزاج امور ترک کر دے انبیاءؑ کی اطاعت تو فرض ہوتی ہی ہے مگر نبیِ کریم ﷺ کی صرف اطاعت کی بات نہیں بلکہ ادب و احترام اور محبت کے ساتھ اطاعت فرض ہے اسی لیے قرآنِ حکیم نے جا بجا بارگاہِ رسالت کے آداب کی تعلیم فرمائی ہے۔

اور عزت و احترام کا مدار اس بات پر رکھا کہ آپؐ کا ہاتھ بٹایا جائے وَنَصَرُوْهُ۔ یعنی جو کام آپؐ کرنا چاہتے ہیں اس میں آپؐ کی حتی المقدور مدد کرے مثلاً آپؐ نے مخلوق کو اللہ کا پیغام پہنچانا تھا اور دنیا سے ظلم کو مٹانا چاہا تو صحابہ کرامؓ نے رُوئے زمین پہ یہ پیغام بھی پہنچایا اور روئے زمین سے ظلم و جور کی بیخ کنی بھی فرما دی اب بھی ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ دین کے غلبہ کے لیے انصاف اور پاکیزہ عقائد کو پہنچانے کیلئے

پوری کوشش کی جائے اور عملاً نیکی کو نہ صرف اختیار کیا جائے بلکہ اسے غالب کرنے کیلئے پوری کوشش کی جائے۔

سُنّت کا اتباع فرض ہے

اور ایسے لوگ جو اس نور کا یعنی کلام باری کا جو ہر طرح کی ظلمت کے مقابلے میں ایک روشن راستہ ہے اتباع کرتے ہیں ایسے ہی لوگ ہر طرح کی کامیابی اور دو عالم کی فلاح کو پا لیتے ہیں اس لیے کہ سنن میں امور دو طرح سے ہیں ایسے امور جن کا تعلق عبادات سے ہے ان پر عمل اور اطاعت ہمارے لیے فرض ہے اگرچہ وہ فعل خود سنت ہے اور دوم امور عادیہ ایسے کام جو آپ نے بطور عادت اپنائے ان کا اتباع حصول برکات کا بہترین سبب ہونے کے ساتھ ساتھ ضروری نہیں ہوگا کہ عادات وقت اور فاصلے سے متاثر ہونے والی چیزیں ہیں جیسے لباس یا کھانے مگر ان میں یہ خیال ضرور رہنا چاہیئے کہ کفار کے مشابہ نہ ہو جائیں یہاں مندرجہ ذیل امور ایک ترتیب سے ارشاد ہوئے ہیں

اول اتباع نبوت جو شروع آیت میں مذکور ہے کہ ایمان و عمل اور خود قرآن کو اللہ کی کتاب ماننا بھی آپ کی اطاعت اور اتباع پر منحصر ہے لہٰذا سُنّت کا اتباع بھی فرض ہوا دوسرے آپ نے جو عقائد ارشاد فرمائے ہیں بلاکم وکاست قبول کرنا اور آپ سے محبت آپ کا ادب واحترام جو اطاعت پہ مجبور کر دے اور آپ کی منشا کی تکمیل پہ جان لڑا دینا اور اس نور یعنی قرآن کا اتباع جو آپ کے ساتھ نازل ہُوا یہ کلید جنت ہے۔

رکوع نمبر ۲۰   آیات ۱۵۸ تا ۱۶۲   قَالَ الْمَلَاُ 9/10

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۨالَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ۖ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ الَّذِىْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

(اے محمد) کہہ دو کہ لوگو میں تم سب کی طرف خدا کا بھیجا ہوا ہوں (یعنی اس کا رسول ہوں) (وہ) جو آسمانوں اور زمین کا بادشاہ ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندگانی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے تو خدا پر اور اسکے رسول پیغمبر اُمی پر جو خدا پر اور اس کے تمام کلام پر ایمان رکھتے ہیں ایمان لاؤ اور اُن کی پیروی کرو تاکہ ہدایت پاؤ ﴿۱۵۸﴾

اور قوم موسیٰ میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو حق کا رستہ بتاتے اور اسی کے ساتھ انصاف کرتے ہیں ﴿۱۵۹﴾

158. Say (O Muhammad): O mankind! Lo! I am the messenger of Allah to you all—(the messenger of) Him unto whom belongeth the Sovereignty of the heavens and the earth. There is no God save Him. He quickeneth and He giveth death. So believe in Allah and His messenger, the Prophet who can neither read nor write,[6] who believeth in Allah and in His words, and follow him that haply ye may be led aright.

159. And of Moses' folk there is a community who lead with truth and establish justice therewith.

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا
وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗۤ
اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ
مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ
اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ
وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا
مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا
وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾
وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ
وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ
وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ
خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ؕ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾
فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا
غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا
عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا
يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ ع

اور ہم نے انکو یعنی بنی اسرائیل کو الگ الگ کر کے بارہ قبیلے اور
بڑی بڑی جماعتیں بنا دیا اور جب موسیٰ سے انکی قوم نے پانی
طلب کیا تو ہم نے انکی طرف وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مار دو۔ تو
اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور سب لوگوں نے اپنا اپنا گھاٹ معلوم
کر لیا۔ اور ہم نے ان کے سروں پر بادل کو سائبان بنائے رکھا اور
ان پر من و سلویٰ اتارتے رہے۔ اور ان سے کہا کہ جو پاکیزہ چیزیں ہم
تمہیں دیتے ہیں انہیں کھاؤ۔ اور ان لوگوں نے ہمارا کچھ نقصان
نہیں کیا بلکہ جو نقصان کیا اپنا ہی کیا ﴿۱۶۰﴾
اور یاد کرو جب ان سے کہا گیا کہ اس شہر میں سکونت اختیار کر لو
اور اس میں جہاں سے جی چاہے کھانا (پینا) اور وہاں شہر میں جاؤ تو
حطّہ کہنا اور دروازے میں داخل ہونا تو سجدہ کرنا۔ ہم تمہارے
گناہ معاف کر دینگے اور نیکی کرنیوالوں کو اور زیادہ دینگے ﴿۱۶۱﴾
مگر جو ان میں ظالم تھے انہوں نے اس لفظ کو جس کا ان کو
حکم دیا گیا تھا بدل کر اس کی جگہ اور لفظ کہنا شروع
کیا تو ہم نے ان پر آسمان سے عذاب بھیجا اس لئے
کہ ظلم کرتے تھے ﴿۱۶۲﴾

160. We divided them into twelve tribes, nations; and We inspired Moses, when his people asked him for water, saying: Smite with thy staff the rock! And there gushed forth therefrom twelve springs, so that each tribe knew their drinking-place. And We caused the white cloud to overshadow them and sent down for them the manna and the quails (saying): Eat of the good things wherewith We have provided you. They wronged Us not, but they were wont to wrong themselves.

161. And when it was said unto them: Dwell in this township and eat therefrom whence ye will, and say "Repentance,"[9] and enter the gate prostrate; We shall forgive you your sins; We shall increase (reward) for the right-doers.

162. But those of them who did wrong changed the word which had been told them for another saying, and We sent down upon them wrath from heaven for their wrongdoing.

اسرار و معارف

حبیب آپ سے پہلے مبعوث ہونے والے انبیاء، آپ کی خبر پہنچاتے رہے اور اپنی اپنی امت سے آپ پر ایمان لانے کا مطالبہ فرماتے رہے نیز یہ اقرار بھی لیتے رہے کہ اگر تم میں سے کوئی آپ کا زمانہ پائے یا تمہاری اولادوں میں سے تو آپ کی اطاعت اختیار کرے پھر جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کے لیے اعلیٰ منازل اور درجات کی درخواست کی تو ارشاد ہوا کہ سب سے بلند منازل تو انہیں کو نصیب ہونگے جو نبی اُمّی ﷺ کا زمانہ پا کر ایمان سے سرفراز ہوں گے اور یہاں آپ کی محبت اور غلامی کو ہی کمال دین اور منتہائے کمال قرار دیا تو ارشاد ہوا کہ آپ بھی اعلان فرما دیجئے کہ اے اولاد آدم علیہ السلام میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جب پہلوں کے لیے ماننا ضروری تھا تو بعثت کے وقت اور پھر ہمیشہ کے لیے تمام انسانوں کے لیے ایمان لانا ضروری ٹھہرا لہٰذا آپ

اعجازِ نبویؐ اور ختمِ نبوت

اعلان فرمادیں کہ میں کسی ایک قوم یا کسی خطہ زمین یا کسی مخصوص زمانے کے لیے نہیں بلکہ تمام اولادِ آدم علیہ السلام کے لیے اور سب زمانوں کے لیے اللہ کا رسول ہوں وہ عظیم الشان رسول کہ پہلے لوگ اپنے نبیوں کی وساطت سے مجھ پر ایمان لائے اور بعثت کے بعد ہر اس انسان کیلئے جو میرا نام اور پیغام سُنے ایمان لانا فرض ہوگیا اور نہ لانے والا کافر ٹھہرا یہی ختم نبوت ہے کہ آپؐ کی بعثت سے نبوت کی تکمیل ہوگئی اور کسی بھی نئے نبی کی دنیا کے کسی حصے میں اور کسی قوم میں نیز کسی زمانے میں کوئی ضرورت نہ رہی اب اگر کوئی دعویٰ کرے تو کذاب ہوگا اسی لیے فقہا نے لکھا ہے کہ دعوٰیٔ نبوت کرنے والا تو کافر ہے ہی اگر کوئی اس سے دلیلِ نبوت کا طالب ہو تو وہ بھی کافر ہو جائے کہ اس نے ختم نبوت کو نہ سمجھا اور یہ خیال کرتا ہے کہ اگر دلائل مل جائیں تو نیا نبی بھی آنا ممکن ہے اسی لیے جو لوگ ایسے کذابوں پر یقین کر کے گمراہ ہوتے ہیں دراصل ان میں کفر کے جراثیم پہلے سے موجود ہوتے ہیں۔ حالانکہ ختم نبوت کا یہ کمال ہے کہ اگر پہلے گذرے ہوئے انبیاءؑ سے اب کوئی دنیا میں تشریف لائے تو اسے بھی آپؐ کا اتباع کرنا ہوگا جیسا حدیث شریف میں موسیٰ علیہ السلام کے بارے ارشاد ہے کہ اگر آج وہ بھی زندہ ہوتے تو میرے اتباع کے علاوہ کوئی چارہ نہ پاتے اور عیسیٰ علیہ السلام جو ابھی آسمانوں پہ زندہ تشریف رکھتے ہیں جب دنیا میں آئیں گے تو باوجود کہ اپنی نبوت پر برقرار رہیں گے اتباع شریعت محمدی ﷺ کا ہی کریں گے دوسری بات یہاں آپ ﷺ کا بہت بڑا معجزہ ظاہر ہوا کہ جس دور میں آپؐ مبعوث ہوئے کوئی ڈاک تار ٹیلیفون وغیرہ کا تصور نہ تھا آپؐ ایک لق و دق صحرا کے درمیان دور افتادہ بستی میں ایک پہاڑی پر کھڑے ہو کر اعلان نبوت فرماتے ہیں اور حال یہ ہے کہ روئے زمین پہ کوئی بھی اللہ رب العزت کے نام تک سے واقف نہ تھا اس حال میں یکہ و تنہا یہ اعلان فرمانا ہی بہت بڑا اعجاز ہے کہ منوانا تو دور کی بات ہے اس بات کو اس دور کی ساری آبادیوں تک پہنچانا بھی بظاہر ناممکن نظر آتا ہے مگر کمال محمدیؐ ملاحظہ ہو کہ بہت تھوڑے عرصے میں لوگ ایمان لائے اور دوسروں تک پہنچانے والے بنے حتیٰ کہ تیئیس ۲۳ سال میں نزولِ قرآن کی تکمیل تک پورا جزیرہ نمائے عرب ایک اسلامی ریاست بن چکا تھا اور پھر وصالِ نبویؐ کے اتنے ہی عرصہ بعد غلامانِ نبوتؓ نے روئے زمین پہ چین سے ہسپانیہ تک اور سائبیریا سے افریقہ تک ایک عظیم الشان سلطنت قائم کر دی جو ایمان

باللہ اور اطاعتِ رسولؐ کی مظہر بھی تھی اور داعی بھی تب سے اب تک کلمہ توحید کی گونج چار دانگ عالم میں سنائی دے رہی ہے اور انشاءاللہ تاقیامت ایسا ہوتا رہے گا یہی اس بات کی دلیل ہے کہ آپؐ کی امت کبھی گمراہی پر جمع نہ ہوگی بلکہ ایک جماعت ہر دور میں نورِ نبوت کی امین رہے گی اور

جماعت حقہ باقی رہے گی

ارشاد نبویؐ بھی ہے کہ ایک جماعت ایسی ہمیشہ رہے گی جو حق پر قائم ہوگی اور ہر طرح کی رسومات اور خرافات کا رد کرتی رہے گی اور فرائض رسالت ادا کرتے میں آپؐ کی قائم مقام ہوگی امام رازیؒ نے کونوا مع الصادقین کی آیہ کریمہ سے استدلال فرمایا ہے کہ صادقین کی جماعت ہمیشہ رہے گی تب ان کے ساتھ رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہی اجماعِ امت کے حق ہونے کی دلیل بھی ہے کہ خلافِ حق پر صادقین تو باقی لوگوں سے متفق نہ ہوں گے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

یہاں ایک بہت بڑی غلط فہمی کا ازالہ بھی ہو گیا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے آدمی کسی بھی مذہب پر رہے بس اچھے کام کرے کسی کو دکھ نہ دے نیکی کرے سچ بولے تو وہ نجات پا لے گا یہ قطعی غلط ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد آپؐ پر ایمان لانا ہی بھلائی کی بنیاد ہے پہلے کسی بھی مذہب پر ہو جب آپؐ کا ذکر سنے تو ایمان لا کر ہی اسلام میں داخل ہو سکے گا اور صرف بحیثیت مسلمان نیکی کر سکے گا جو دنیا و آخرت میں کام آئے اسلام کے بغیر کی گئی نیکی کا بدلہ دنیا میں پا لے گا مگر آخرت میں نامراد رہے گا ہاں کسی تک آپؐ کا نامِ نامی ہی نہ پہنچے تو اگر پہلے کسی سچے دین پر ہے تو بھی یا محض عقل سے اللہ کی توحید کا قائل ہے تو بھی نجات کا مستحق ٹھہرے گا مگر ایسا کونسا گوشہ ہے جہاں آپؐ کے اسم گرامی کی روشنی نہ پہنچ رہی ہو ہاں اسے دل میں بسانا قسمت کا کھیل ہے۔ تو ارشاد ہوا کہ ساری انسانیت کے لیے ایک رسول مبعوث ہونا کوئی عجیب بات نہیں آخر سب کا مالک بھی تو ایک ہے جس کا رسول مبعوث ہوا ہے نہ صرف زمینوں بلکہ آسمانوں تک میں ہر جا اسی کی حکومت و سلطنت ہے اور اس کی شان ایسی بے مثل ہے کہ اس کے علاوہ کوئی عبادت کا مستحق نہیں اس لیے کہ اس کے علاوہ سب موت و حیات کی کشمکش میں جکڑے ہوئے ہیں اکیلا وہ ہے جو حیات بھی دیتا ہے اور موت بھی لہٰذا اے اولادِ آدم تمہاری بھلائی بھی اسی میں ہے کہ اللہ کی عظمت و یکتائی کا اقرار کرو اور نبی امیؐ پر ایمان لاؤ جو خود بھی اللہ کی عظمت پر

یقین رکھنے والا ہے اور اس کی تمام کتابوں اور سب نبیوںؑ کو ماننے والا ہے یعنی اپنے عظیم رتبے کے باوجود جو درجہ کسی کو اللہ نے دیا ہے اللہ کا رسولﷺ اس کا اقرار فرماتا ہے تم بھی اس کی اطاعت اور غلامی اختیار کر لو تاکہ ہدایت پاسکو اسی لیے متقدمین کا یہ ارشاد بہت قیمتی ہے کہ بارگاہِ الوہیت تک رسائی کے سب راستے بند ہو چکے صرف ایک راستہ ہے اور وہ ہے آپﷺ کا اتباع۔

فرمایا موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں بھی ایسی حق پرست جماعت ہے جو ہمیشہ حق پہ قائم رہی اور حق کا پرچار بھی کرتی رہی یہ وہ لوگ ہیں جو آپﷺ کی بعثت تک اپنی شریعت پر قائم رہے اور جب آپﷺ مبعوث ہوئے تو مشرف باسلام ہو گئے ایسے خوش نصیب عیسائیوں میں بھی تھے اور اب تک بعض خوش قسمت اسلام قبول کرتے جا رہے ہیں۔

پھر روئے سخن قوم موسیٰ علیہ السلام کی طرف فرمایا کہ ہمارے کرم دیکھو کہ ان کے بارہ خاندانوں کو ہم نے الگ الگ حیثیت عطا فرما دی اور جب پانی کی تنگی کا شکار ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو ہم نے فرمایا کہ اپنا عصا پتھر پر ماریں تو اس سے بارہ ہی چشمے پھوٹ نکلے اور ہر خاندان کا الگ سے مقرر کر دیا پھر انہیں دھوپ نے تنگ کیا تو ہم نے بادلوں کا سائبان بنا دیا اور آسمان سے ان پر من وسلویٰ یعنی بہترین کھانے نازل فرمائے اور ساتھ ہی یہ ہدایت فرمائی کہ صاف ستھری یعنی حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ مگر بعض بدنصیب نہ مانے تو بھلا ہمارا کیا بگڑا نقصان تو انہوں نے اپنا ہی کیا اور خود کو تباہی کے حوالے کر دیا یہ سب باتیں اس حوالے سے ارشاد فرمائی جا رہی ہیں کہ ہمارے کرم دیکھو اب تو رحمتِ عالم کو مبعوث فرما کر انسانیت پہ کتنا احسان فرمایا ہے جو بدنصیب غلامی سے محروم رہے گا بھلا وہ نقصان کس کا کریگا۔

یا پھر ہم نے قوم موسیٰ کو بغیر لڑائی کے شہروں پر قبضہ دیا اور کھانے کی بہترین نعمتیں عطا کر کے فرمایا کہ جو چاہو کھاؤ پیو مگر شہر میں داخلے کے وقت سجدہ کرتے ہوئے اور اپنی کوتاہیوں سے بخشش چاہتے ہوئے داخل ہونا تاکہ تمہاری سب خطائیں معاف فرما دیں نہ صرف گذشتہ کی تلافی کر دیں بلکہ جو لوگ خلوص قلب سے عمل کریں انہیں مزید انعامات سے نوازیں۔

تو ہوا کیا بدبختوں نے الفاظ تک بدل ڈالے عمل تو کیا خاک کرنے لہذا اس گستاخی پر آخر می

رسومات کو دین سمجھا جائے تو آسمانی آفات کے آنے کا باعث بنتا ہے ۔

محرومی تو اپنی جگہ دنیا میں بھی ان پر آسمانی بلائیں ٹوٹ پڑیں یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ آپؐ کا اتباع چھوڑ کر اگر رسومات اور بدعات کو باعث ثواب جان کر ان پر عمل کیا جائے تو عذابوں کا نزول ہوتا ہے جیسے فصلوں کی تباہی قحط سالی مختلف امراض زلزلے وغیرہ موجودہ دنیا میں سائنس کی بے پناہ ترقی اور بچاؤ کے جدید انتظامات کے باوجود طرح طرح کے عذاب بیماری جنگ اور آفات سماوی کی صورت میں دنیا پہ مسلط ہیں۔ آج بھی اگر کوئی پناہ کا طالب ہو تو اتباع رسالت کا دروازہ کھلا ہے قوم اختیار کرے تو قوم فلاح پائے گی کوئی فرد اپنالے تو وہ فرد کامیاب رہے گا۔

رکوع نمبر ۲۱ — آیات ۱۶۳ تا ۱۷۱ — قَالَ الْمَلَاُ — 9/11

وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ
حَاضِرَةَ الْبَحْرِ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ
إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا
وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ لَا تَأْتِيهِمْ كَذَٰلِكَ
نَبْلُوهُم بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿١٦٣﴾
وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ
قَوْمًا اللَّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا
شَدِيدًا قَالُوا مَعْذِرَةً إِلَىٰ رَبِّكُمْ
وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿١٦٤﴾
فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ أَنجَيْنَا الَّذِينَ
يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ
ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿١٦٥﴾
فَلَمَّا عَتَوْا عَن مَّا نُهُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ
كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ﴿١٦٦﴾
وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ إِلَىٰ
يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَن يَسُومُهُمْ سُوءَ الْعَذَابِ
إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ

اور ان سے اس گاؤں کا حال تو پوچھو جو لب دریا واقع تھا جب یہ لوگ ہفتے کے دن کے بارے میں حد سے تجاوز کرنے لگے (یعنی) اس وقت کہ اُنکے ہفتے کے دن مچھلیاں اُنکے سامنے پانی کے اوپر آتیں اور جب ہفتے کا دن نہ ہوتا تو نہ آتیں اسی طرح ہم اُن لوگوں کو اُنکی نافرمانیوں کے سبب آزمائش میں ڈالنے لگے ﴿١٦٣﴾

اور جب اُن میں سے ایک جماعت نے کہا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو خدا ہلاک کرنیوالا یا سخت عذاب دینے والا ہے تو انہوں نے کہا اس لئے کہ تمہارے پروردگار کے سامنے معذرت کر سکیں اور عجب نہیں کہ وہ پرہیزگاری اختیار کریں ﴿١٦٤﴾

جب اُنہوں نے ان باتوں کو فراموش کر دیا جن کی اُنکو نصیحت کی گئی تھی تو جو لوگ بُرائی سے منع کرتے تھے اُنکو ہم نے نجات دی اور جو ظلم کرتے تھے اُنکو بُرے عذاب میں پکڑ لیا کہ نافرمانی کئے جاتے تھے ﴿١٦٥﴾

غرض جن اعمال (بد) سے اُنکو منع کیا گیا تھا جب وہ اُن (پر اصرار اور ہمارے حکم سے گردن کشی) کرنے لگے تو ہم نے اُنکو حکم دیا کہ ذلیل بندر ہو جاؤ ﴿١٦٦﴾

اور (اس وقت کو یاد کرو) جب تمہارے پروردگار نے (یہود کو) آگاہ کر دیا تھا کہ وہ اُن پر قیامت تک ایسے شخص کو مسلط رکھے گا جو اُن کو بُری بُری تکلیفیں دیتا رہے بیشک تمہارا پروردگار جلد عذاب

163. Ask them (O Muhamad) of the township that was by the sea, how they did break the sabbath, how their big fish came unto them visibly upon their sabbath day and on a day when they did not keep sabbath came they not unto them. Thus did We try them for that they were evil-livers.

164. And when a community among them said: Why preach ye to a folk whom Allah is about to destroy and punish with an awful doom, they said: In order to be free from guilt before your Lord, and that haply they may ward off (evil).

165. And when they forgot that whereof they had been reminded, We rescued those who forbade wrong, and visited those who did wrong with dreadful punishment because they were evil-livers.

166. So when they took pride in that which they had been forbidden, We said unto them: Be ye apes, despised and loathed!

167. And (remember) when thy Lord proclaimed that He would raise against them till the Day of Resurrection those who would lay on them a cruel torment. Lo! verily thy Lord

لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٦٧﴾
وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ
الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۫
وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ
يَرْجِعُوْنَ ﴿١٦٨﴾
فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ
يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ
سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ
يَاْخُذُوْهُ ۭ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ
اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا
مَا فِيْهِ ۭ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ
يَتَّقُوْنَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٦٩﴾
وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا
الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿١٧٠﴾
وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ
وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ
اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٧١﴾ ع

کرنے والا ہے اور وہ بخشنے والا مہربان بھی ہے ﴿١٦٧﴾
اور ہم نے اُن کو جماعت جماعت کر کے مُلک میں منتشر کر دیا۔
بعض اُن میں سے نیکوکار ہیں اور بعض اور طرح کے (یعنی بد)
اور ہم آسائشوں اور تکلیفوں (دونوں) سے اُن کی آزمائش
کرتے رہے تاکہ (ہماری طرف) رجوع کریں ﴿١٦٨﴾
پھر انکے بعد ناخلف انکے قائم مقام ہوئے جو کتاب کے وارث بنے
یہ (بے تامل) اس دُنیائے دنی کا مال و متاع لے لیتے ہیں اور کہتے
ہیں کہ ہم بخش دیے جائینگے اور (لوگ ایسوں پر طعن کرتے ہیں) اگر
انکے سامنے بھی ویسا ہی مال آجاتا ہو تو وہ بھی اسے لے لیتے ہیں۔
کیا انسے کتاب کی نسبت عہد نہیں لیا گیا کہ خدا پر سچ کے سوا اور کچھ
نہیں کہینگے۔ اور جو کچھ اس (کتاب) میں ہے اسکو انہوں نے پڑھ بھی لیا ہے
اور آخرت کا گھر پرہیزگاروں کیلئے بہتر ہے کیا تم سمجھتے نہیں ﴿١٦٩﴾
اور جو لوگ کتاب کو مضبوط پکڑے ہوئے ہیں اور نماز کا التزام رکھتے ہیں
(انکو ہم اجر دینگے کہ) ہم نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے ﴿١٧٠﴾
اور جب ہم نے اُن (کے سروں) پر پہاڑ اُٹھا کھڑا کیا گویا وہ سائبان تھا
اور انہوں نے خیال کیا کہ وہ اُن پر گرتا ہے تو (ہم نے کہا کہ) جو
ہم نے تمہیں دیا ہے اُسے زور سے پکڑے رہو اور جو اس میں لکھا ہے
اس پر عمل کرو تاکہ بچ جاؤ ﴿١٧١﴾

is swift in persecution and lo! verily He is Forgiving, Merciful.

168. And We have sundered them in the earth as (separate) nations. Some of them are righteous, and some far from that. And We have tried them with good things and evil things that haply they might return.

169. And a generation hath succeeded them who inherited the Scriptures. They grasp the goods of this low life (as the price of evil-doing) and say: It will be forgiven us. And if there came to them (again) the offer of the like, they would accept it (and would sin again). Hath not the covenant of the Scripture been taken on their behalf that they should not speak aught concerning Allah save the truth? And they have studied that which is therein. And the abode of the Hereafter is better, for those who ward off (evil). Have ye then no sense?

170. And as for those who make (men) keep the Scripture, and establish worship—lo! We squander not the wages of reformers.

171. And when We shook the Mount above them as it were a covering, and they supposed that it was going to fall upon them (and We said): Hold fast that which We have given you, and remember that which is therein, that ye may ward off (evil).

اسرار و معارف

آپ ذرا ان سے پوچھ کر دیکھیں کہ یہ صرف بات نہیں بلکہ قانونِ قدرت ہے اور یہ یعنی آپؐ کے زمانہ کے یہودی بھی اس واقعہ سے پوری طرح باخبر ہیں کہ دریا کنارے یہودیوں کی ہی ایک بستی آباد تھی جن کو یہ حکم دیا گیا کہ ہفتہ کے روز مچھلی کا شکار نہ کیا کریں مگر عجیب بات یہ ہوئی کہ ہفتہ کے روز تو مچھلیاں پانی کے اوپر سے نظر آنے لگتیں اور دوسرے دنوں میں یہ حال نہ ہوتا بلکہ محنت اور تلاش سے شکار ہاتھ لگتا یا نہ بھی لگتا تو دراصل یہ ان کا امتحان تھا۔ اس لیے کہ وہ پہلے بھی نافرمانی کیا کرتے تھے اور یہ بھی قانونِ فطرت

نافرمانی پہ خطا کے مواقع بطور امتحان زیادہ کر دیئے جاتے ہیں

ہے کہ نیک لوگوں پہ

آزمائش ایسی آتی ہے جس میں نیکی کی توفیق نصیب رہتی ہے اگرچہ مادی یا ظاہری تکلیف بھی ہو مگر بدکاروں پہ جو امتحان ڈالا جاتا ہے اس میں گناہ کے مواقع سہل کر دیئے جاتے ہیں اور یہ بہت کڑی آزمائش ہے چنانچہ انہوں نے دریا کنارے گڑھے بنالیے جو ہفتہ کو مچھلیوں سے بھر جاتے تو واپسی کا راستہ بند کر دیتے اور پھر باقی دنوں میں پکڑا کرتے تو کچھ لوگوں نے اسے غلط سمجھ کر دوسروں کو بھی اس برائی سے روکا کہ گناہ آخر گناہ ہے محض ظاہری ہیر پھیر سے اس کی حقیقت تبدیل نہ ہوگی۔ایک طبقہ ایسا وجود میں آگیا جنہوں نے کہا بھئی آپ کیوں منع کرتے ہو جب کہ اللہ نے انہیں تباہی کے راستے پر لگا دیا ہے تو انہوں نے کہا کہ ہم اللہ

تبلیغ ضروری ہے

ہی کے روبرو سرخرو ہونے کے لیے انہیں برائی سے روک رہے ہیں اور یہ غرض بھی ہے کہ اللہ کرے یہ بھی اللہ سے دلی تعلق قائم کرنے کی اہلیت پالیں مگر انہوں نے نہ مانا بلکہ جو کہا جاتا اسے یوں لیتے جیسے بھولی بسری بات یعنی کوئی پرواہ نہ کرتے تو جو لوگ برائی سے منع کرتے تھے انہیں ہم نے نجات بخشی اور بدکاروں کو ان کی برائی کے نتیجے میں بہت برے عذاب میں گرفتار کر دیا۔ یہاں منع کرنے والوں کی نجات کا تذکرہ فرمایا مگر جو تبلیغ احکام کو غیر ضروری جانتے تھے ان کا ذکر نہیں بلکہ صرف تباہ ہونے والوں کا ہے گویا برائی سے نہ روکنے والا بھی ایک طرح سے اس کے کرنے میں شریک ہے لہذا عذاب کی لپیٹ میں آسکتا ہے۔اور جب وہ حد سے بڑھے تو سزا بھی اعمال ہی کی طرح پہ ہوتی ہے ادھر بھی بات بڑھ گئی اور ہم نے فرمادیا کہ ذلیل بندر بن جاؤ یعنی انسانی اشکال سے بھی محروم ہو کر چیختے چلاتے تباہ ہوگئے۔

حتیٰ کہ یہود کی مسلسل نافرمانیوں اور احسان فراموشیوں کے باعث آپ کے پروردگار نے انبیاءؑ کی معرفت خبر کر دی کہ دنیا میں بھی یہود پہ ہمیشہ کوئی نہ کوئی طاقت مسلط رہے گی جو انہیں طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا رکھے گی اور اللہ کریم جب عذاب کرنا چاہیں تو کوئی دیر نہیں لگتی اور اگر انسان نافرمانی سے باز آجائے تو اللہ بہت بڑا بخشنے والا بھی ہے اس جیسا کوئی مہربان بھی تو نہیں۔ یہاں یہ شبہ پیدا نہ ہو کہ اب تک تو واقعی ذلیل ہوتے رہے مگر اب تو یہود کی حکومت اسرائیل کے نام سے

یہود کی حکومت

بن چکی ہے در اصل یہ بھی یہود پر مختلف طاقتوں کا تسلط ہے کہ اسلام کی مخالفت اور مسلمانوں کو ایذا دینے کے لیے روس، امریکہ اور برطانیہ نے یہ چھاؤنی بنائی ہے اور ہزار ملمع سازی کے باوجود ہر آدمی یہ جانتا ہے کہ یہ ملعون ان طاقتوں کے گماشتے ہیں ان کی اپنی آج بھی کوئی حیثیت نہیں اور یہ ریاست بھی ان کے لیے عذاب ہی کی ایک صورت ہے ماضی قریب میں اکیلے ہٹلر نے ان کا جو حشر کیا وہ تاریخ کا حصہ ہے اور اس سے پہلے بھی اسی طرح کے حالات سے ان کی ساری تاریخ بھری پڑی ہے مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے معارف القرآن میں بہت مزے کی بات فرمائی ہے کہ اسرائیل میں یہودیوں کا اجتماع بھی ان کی تباہی کا پیش خیمہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دمشق میں نازل ہو کر ان سب بدبختوں کو تہ تیغ کریں گے اور اللہ کے مجرم یونہی اسباب کے تحت اپنے مقتل میں پہنچا کرتے ہیں اللہ کریم ہتھکڑی دے کر سپاہی نہیں بھیجا کرتے اور انہیں بطور سزا مختلف خطوں میں اور مختلف فرقوں میں تقسیم کر دیا اس لیے کہ کچھ لوگ بھلے بھی تھے جو نیکی پہ قائم رہے اور دوسرے بدکار تھے جو اختلاف پیدا کرتے

گروہ بندی بھی سزا ہے

ہوئے مختلف گروہوں میں بٹ گئے چنانچہ یہ ثابت ہوا کہ حق کے خلاف کرنا اور اغراض دنیا کے لیے گروہ بندی اللہ کا عذاب ہے الحمدللہ مسلمان اس سے بہت حد تک محفوظ ہیں اور ہر ملک میں ایک جمعیت کے طور پہ ہیں یا پھر اسلامی حکومتیں قائم ہیں چنانچہ یہود پہ بھی ہر طرح کی آزمائش آئی خوشحالی بھی اور فقر و فاقہ بھی جس سے غرض یہ تھی کہ یہ اپنی اصلاح کر لیں مگر ان کی تو نسلوں میں بدی چلتی اور پھیلتی گئی بعد میں آنے والے جو کتاب کے وارث بنے انہوں نے چند سکے لیکر اور دنیا کی دولت یا عیش کے لیے اللہ کریم کی کتاب میں تبدیلیاں کر دیں اور تحریف کر دی لطف کی بات یہ ہے کہ اس پر امیدِ نجات بھی ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمیں مغفرت بھی نصیب ہو گی بجائے جرم پہ نادم ہونے کے اصرار کر کے بخشش کے طالب ہیں اور حال یہ کہ ابھی چند سکے ملیں تو ابھی اور اسی وقت مزید تحریف کرنے کو تیار ہیں۔ یعنی نجات گناہ کو ترک کرنے اور بخشش طلب کرنے پر ہے مسلسل برائی اختیار کر کے امید نجات خود فریبی ہے۔

غلط فتویٰ دینا

حالانکہ ان سے ان کی کتاب میں یہ وعدہ لیا گیا تھا کہ اللہ کی ذات پر کبھی جھوٹ نہ بولیں اور سوائے سچ کے کچھ نہ کہیں اور یہ بات انہوں نے خوب پڑھی بھی یعنی دنیا کے لالچ میں غلط فتویٰ دینا ذات باری پہ جھوٹ باندھنے کے مترادف ہے اور آخرت تو ان لوگوں کے لیے ہے جن کے قلوب اللہ پر فدا ہوں جو متقی ہوں کیا ان میں اتنی سی عقل بھی نہیں۔

لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ

یہ تو بہت سیدھی سی بات ہے کہ جو لوگ اللہ کریم کی کتاب کو پوری قوت سے پکڑتے ہیں یعنی اس پر عمل کرنے میں پوری محنت صرف کرتے ہیں اور عبادات کو اختیار کرتے ہیں تو ایسے نیک لوگوں کا اجر کبھی ضائع نہیں جاتا بلکہ ان کو تو نیکی پہ قائم رکھنے میں بہت کوشش بھی کی گئی یہ بھی اللہ کریم کی رحمت تھی کہ ان پر پہاڑ کو معلق کر دیا گیا اور انہیں نظر آ رہا تھا کہ ابھی گرا کہ گرا اور فرمایا کہ اللہ کی کتاب کو پوری محنت سے اختیار کرو جو حکم دے اسے یاد کر کے اس پر عمل اختیار کرو تاکہ تمہارے قلوب میں تقویٰ کا وصف پیدا ہو سکے بعض لوگ دین پر عمل کرانے کو اکراہ فی الدین سمجھتے ہیں حالانکہ اس کا معنٰی یہ ہے کہ کسی کو دین قبول کرنے پہ مجبور نہ کیا جائے گا اور یہ کسی بھی دین میں جائز نہ تھا مگر دین قبول کرنے کے بعد عمل میں سستی کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی اور حکومت کی ذمہ داری ہے کہ لوگوں سے عمل کروائے۔ بلکہ تعزیرات میں ایسے لوگوں کے لیے سزائیں مقرر بھی ہیں۔

رکوع نمبر ۲۲ آیات ۱۷۲ تا ۱۸۱ قَالَ الْمَلَاُ ۹/۱۲

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ
ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي
مع اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ڔ
شَهِدْنَا ڔ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا
عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿١٧٢﴾
اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ
وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا
بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿١٧٣﴾
وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿١٧٤﴾
وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا

اور جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے یعنی ان کی پیٹھوں سے
ان کی اولاد نکالی تو ان سے خود ان کے مقابلے میں اقرار کرا لیا
(یعنی ان سے پوچھا کہ) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔ وہ
کہنے لگے کیوں نہیں ہم گواہ ہیں (کہ تو ہمارا پروردگار ہے) یہ اقرار اسلئے
کرایا تھا) کہ قیامت کے دن (کہیں یوں نہ) کہنے لگو کہ ہم کو تو اس کی خبر ہی نہ تھی ﴿١٧٢﴾
یا یہ (نہ) کہو کہ شرک تو پہلے ہمارے بڑوں نے کیا تھا۔ اور ہم تو ان کی
اولاد تھے (جو) ان کے بعد (پیدا ہوئے) تو کیا جو کام اہل باطل
کرتے رہے اس کے بدلے تو ہمیں ہلاک کرتا ہے؟ ﴿١٧٣﴾
اور اسی طرح ہم (اپنی) آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تاکہ یہ رجوع کریں ﴿١٧٤﴾
اور ان کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنا دو جس کو ہم نے اپنی آیتیں

172. And (remember) when thy Lord brought forth from the Children of Adam, from their reins, their seed, and made them testify of themselves, (saying): Am I not your Lord? They said: Yea, verily. We testify. (That was) lest ye should say at the Day of Resurrection: Lo! of this we were unaware;

173. Or lest ye should say: (It is) only (that) our fathers ascribed partners to Allah of old and we were (their) seed after them. Wilt Thou destroy us on account of that which those who follow falsehood did?

174. Thus We detail Our revelations, that haply they may return.

175. Recite unto them the tale of him to whom We gave Our revelations, but he

وَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ
مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿١٧٥﴾
وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ
اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ
الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ
تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ
الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ
الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿١٧٦﴾
سَاۗءَ مَثَلَا ۨ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا
وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿١٧٧﴾
مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ
يُّضْلِلْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿١٧٨﴾
وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ
الْاِنْسِ ڮ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ
وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ
اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ كَالْاَنْعَامِ
بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿١٧٩﴾
وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۠ وَذَرُوا
الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَاۗىِٕهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ
مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٨٠﴾
ع وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿١٨١﴾

عطا فرمائیں (اور ہفت پارچہ علم شرائع سے مزین کیا) تو اسنے انکو
اُتار دیا پھر شیطان اُسکے پیچھے لگا تو وہ گمراہوں میں ہوگیا ﴿١٧٥﴾
اور اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں سے اس (کے درجے) کو بلند
کر دیتے۔ مگر وہ تو پستی کی طرف مائل ہوگیا اور اپنی خواہش کے
پیچھے چل پڑا۔ تو اس کی مثال کُتے کی سی ہوگئی کہ اگر سختی
کرو تو زبان نکالے رہے اور یُوں ہی چھوڑ دو تو بھی زبان
نکالے رہے۔ یہی مثال اُن لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیتوں
کو جھٹلایا تو اُن سے یہ قصہ بیان کر دو تاکہ وہ فکر کریں ﴿١٧٦﴾
جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی اُن کی مثال بُری
ہے اور انہوں نے نقصان کیا تو اپنا ہی کیا ﴿١٧٧﴾
جس کو خدا ہدایت دے وہی راہ یاب ہے۔ اور جس کو گمراہ کرے
تو ایسے ہی لوگ نقصان اُٹھانے والے ہیں ﴿١٧٨﴾
اور ہم نے بہت سے جن اور انسان دوزخ کیلئے پیدا کئے ہیں اُنکے
دل ہیں لیکن اُن سے سمجھتے نہیں اور اُنکی آنکھیں ہیں مگر اُن سے
دیکھتے نہیں۔ اور اُنکے کان ہیں پر اُن سے سنتے نہیں۔ یہ لوگ بالکل
چارپایوں کی طرح ہیں بلکہ اُن سے بھی بھٹکے ہوئے۔ یہی وہ
ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں ﴿١٧٩﴾
اور خدا کے سب نام اچھے ہی اچھے ہیں تو اس کو اُسکے ناموں سے
پکارا کرو۔ اور جو لوگ اسکے ناموں میں کجی (اختیار) کرتے
ہیں اُنکو چھوڑ دو۔ وہ جو کچھ کر رہے ہیں عنقریب اُسکی سزا پائینگے ﴿١٨٠﴾
اور ہماری مخلوقات میں سے ایک وہ لوگ ہیں جو حق کا رستہ بتاتے ہیں اور اسی کے ساتھ انصاف کرتے ہیں ﴿١٨١﴾

sloughed them off, so Satan overtook him and he became of those who are led astray.

176. And had We willed We could have raised him by their means, but he clung to the earth and followed his own lust. Therefor his likeness is as the likeness of a dog; if thou attackest him he panteth with his tongue out, and if thou leavest him, he panteth with his tongue out. Such is the likeness of the people who deny Our revelations. Narrate unto them the history (of the men of old), that haply they may take thought.

177. Evil as an example are the folk who denied Our revelations, and were wont to wrong themselves.

178. He whom Allah leadeth, he indeed is led aright, while he whom Allah sendeth astray—they indeed are losers.

179. Already have We urged unto hell many of the jinn and humankind, having hearts wherewith they understand not, and having eyes wherewith they see not, and having ears wherewith they hear not. These are as the cattle—nay, but they are worse! These are the neglectful.

180. Allah's are the fairest names. Invoke Him by them. And leave the company of those who blaspheme His names. They will be requited what they do.

181. And of those whom We created there is a nation who guide with the Truth and establish justice therewith.

اسرار و معارف

اور جہاں تک دینی شعور کا تعلق ہے تو وہ ازل ہی سے انسان میں ودیعت فرما دیا گیا تھا پہلی بات تو یہ ہے کہ ارواح عالمِ امر سے متعلق ہے اور یہ عالم تخلیق سے بلند تر براہ راست صفاتِ باری سے متعلق ہے پھر ارواح کو پیدا فرما کر یونہی چھوڑ نہیں دیا گیا بلکہ حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے پھر ان کی اولاد در اولاد کی پشت سے قیامت تک پیدا ہونے والی اولاد آدمؑ کو نکال کر یکجا جمع فرما دیا اور ان سے

خطاب فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب نے کہا کہ بیشک اے اللہ تو ہی ہمارا رب ہے اور سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم نہ صرف اقرار کرتے ہیں بلکہ ہم اس بات کے گواہ بھی ہیں اور یوں وہ خود اپنی جانوں پر بھی گواہ قرار پائے۔

عہدِ الست ارواح سے یا بدن بھی تھا

مفسرین کرام نے یہاں عجیب بحثیں فرمائی ہیں کہ یہ عہد صرف ارواح سے لیا گیا یا بدن بھی ساتھ تھے حضرت مفتی محمد شفیعؒ نے سب کا ماحصل یہ تحریر فرمایا ہے کہ بدن کے اجزا کو لطیف جسم کی صورت میں ارواح کے ساتھ شامل فرما دیا گیا اور اللہ قادر ہے جو ایک ایٹم میں نظام شمسی قائم کر دیتا ہے اس کی قدرت کاملہ سے کچھ بھی بعید نہیں اور یہاں جو ارشاد فرمایا گیا کہ آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی ذریت نکالی گئی یہ بھی اسی بات پہ دلالت ہے کہ پشت اجزاء بدن کا مرکز ہے جہاں ہر انسان میں اس کی نسل سے پیدا ہونے والوں کے اجزا سلب میں محفوظ ہوتے ہیں ارواح تو پشتوں میں نہیں رہتیں اپنی تخلیق سے عنداللہ عالمِ امر میں اور پھر تکمیل بدن کے بعد شکمِ مادر میں آ جاتی ہیں نیز یہ بھی ہے کہ اگر بدن کی آلائش ساتھ نہ ہو تو مجرد روح نافرمانی بھی نہیں کر پاتی بدن کی ظلمت ہے جو اس کی نگاہوں سے عظمتِ باری کو بھی پنہاں کر دیتی ہے لہٰذا بدن کو اس تعارف کی بہت زیادہ ضرورت بھی تھی تو گویا آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کے اجزاء اور پھر سلسلہ در سلسلہ قیامت تک پیدا ہونے والے تمام افراد کے ایسے اجزا۔ بیک آن جمع فرما کر ارواح کو ان سے ملا بھی دیا ان سب کو شعور اور گویائی کی طاقت بھی مہیا کر دی اور اپنی ذات کے کمالات کو اپنی ربوبیت کے وصف میں ظاہر اور منکشف فرما دیا کہ لو بات کرو کیا میرے علاوہ بھی کوئی ہے جو تمہارا رب کہلانے کا مستحق قرار پائے۔

اقرار ربوبیّت

اور یہاں اپنی الوہیت کا اقرار نہیں لیا بلکہ ربوبیت کا اقرار لیا گیا ہے اس کی وجہ بڑی واضح ہے کہ انسان جب اللہ کے سوا کسی اور سے امید وابستہ کرتا ہے تو اللہ کی اطاعت چھوڑ کر اس کی غلامی اختیار کرتا ہے لیکن اگر اس بات پر جم جائے کہ میرا رب یعنی میری تمام ضرورتیں پوری کرنے والا صرف اور صرف اللہ ہے تو کبھی اس کی نافرمانی کی طرف قدم نہیں اٹھاتا اگر غلطی سرزد ہو جائے تو فوراً توبہ کرتا ہے بخشش کا طالب ہوتا ہے لہٰذا وہاں ربوبیت ہی کا اقرار لیا گیا اگرچہ دنیا میں آ کر وہ بات یاد نہ رہی

ہو مگر اس کا تخم تو وجودِ انسانی میں بو دیا گیا اور تاریخ انسانی پہ نگاہ کریں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ ہر دور میں اور ہر خطے میں انسانوں میں مذہب کے نام پر کچھ نہ کچھ رسومات رہی ہیں اور تا حال بھی جو لوگ مذہب حقہ سے محروم ہیں وہ بھی کسی نہ کسی مذہبی رسم کے پیروکار ہیں غالباً اس کی وجہ وہی بیج ہے جو اللہ کریم کی تلاش و جستجو کے لیے ابدان میں بو دیا گیا تھا۔ اور اس محرک نے اپنا کام ضرور دکھایا اگرچہ سب لوگ ہدایت نہ پا سکے اور اعمال کی تاریکیوں کے باعث سیدھا راستہ تلاش کرنے میں ناکام و نامراد رہنے والوں کی بھی کمی نہ رہی مگر عہدِ الست کا داعیہ ہر انسان میں پایا گیا۔

اولاد کو والد سے منسوب ہونا چاہیئے

یہ بھی ثابت ہوا کہ ماؤں کے شکموں سے نہیں بلکہ باپوں کی پشت سے نکالنے کا ذکر فرما کر یہ واضح فرما دیا کہ اولاد والد کی طرف منسوب ہونا ضروری ہے اور یہ امر معاشرہ کی پاکیزگی کا سبب بھی ہے نیز والد سے ہی میراث بھی نصیب ہوتی ہے نہ صرف مالی بلکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ اخلاقی اور روحانی میراث بھی ملتی ہے سوائے اس کے کہ کوئی از حد بدقسمت ہو اور والد کا اعلان کرنا ضروری نہ رہے تو جنسی بے راہ روی کو بڑھنے کی کھلی چھٹی مل جاتی ہے اس لیے آپ کا ارشاد ہے کہ اولاد جس کے بستر پر ہو اس کی ہوگی یعنی جس سے عورت کا نکاح ہو اور زانی کے لیے پتھر ہیں یعنی محروم رہے گا۔ اگر بغیر نکاح کے اولاد ہو جائے تو ایسی خاتون پہ سزا جاری کی جائے گی پہلے اس بارے میں روافض نے متعہ کے راستے بچے پیدا کئے اور ایران میں ایسی نسل وجود میں آئی جن کا مقولہ تھا "مادر است - پدر نیست"، کہ ماں ہے باپ کی خبر نہیں اور اب یورپ کی جدید تہذیب کی بدتہذیبی کی وجہ سے یہ لعنت مغرب میں بہت بڑھ گئی ہے کہ بغیر شادی کے خواتین کی کئی کئی اولادیں ہیں۔ اگر قانوناً ہر شخص کی نسبت باپ کی طرف ضروری ہو تو اس خرابی کا بھی بہت حد تک تدارک ہو سکتا ہے چنانچہ روزِ الست بھی یہی راستہ اپنایا گیا دنیا کے سامنے تو باپ چھپ سکتا ہے اللہ کے سامنے تو غائب ہونا ممکن نہ تھا ہر کسی کے لیے باپ کا ہونا تو مقدر تھا ہی اب کسی نے درست طریقہ اختیار کیا یا غلط راہ اپنائی یہ الگ بات ہے۔

عہدِ الست کہاں ہوا

صاحب تفسیر مظہری نے نقل فرمایا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مختلف محدثین کرام نے نقل فرمایا ہے کہ آدم علیہ السلام کے نزولِ جنت کے بعد جب آپ عرفات یا وادیٔ نعمان میں پہنچے اور قبول توبہ کے بعد نئی زندگی شروع ہوئی تو اس وقت اسی میدان یعنی عرفات میں یہ عہد لیا گیا اس کی سند بہت قوی ہے اگرچہ کلبی کی روایت ہے آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد

آسمان پر ہی لیا گیا اور اسی لیے اسی آیہ کریمہ سے بیعت کی برکات کا اظہار بھی ہوتا ہے کہ یہ اقرار بھی اپنا ایک

بیعت کا ثبوت اور فائدہ

اثر رکھتا ہے لہٰذا آپؐ نے عقبہ میں انصار سے بیعت لی اور پھر اکثر اہم امور پر بیعت لی گئی حتٰی کہ حدیبیہ کی بیعت کا ذکر تو کتاب اللہ میں موجود ہے فتح مکہ کے موقع پر بھی ثابت ہے آپ ﷺ کے بعد خلفاءِ راشدینؓ اور تا حال علماء صلحا میں یہ طریق جاری ہے اگرچہ اس کی اقسام متعدد ہیں کفر سے توبہ پر۔ گناہ سے توبہ پر۔ دین میں پیروی اور اعمال میں اصلاح حاصل کرنے پر، امارت پر۔ جہاد پر کسی اہم کام پر یا قلبی واردات کے حصول پر یہ آخری والی بیعت صوفیاء کی بیعت ہے۔

تو فرمایا کہ اب یہ وعدہ یاد رکھو فردائے قیامت کہہ دو کہ ہمیں بھول گیا تھا اور اس کریم نے انبیاءؑ کا مقدس و مکرم گروہ بھی پیدا فرما دیا جن سے آپؐ کی اعانت و اتباع کا عہد لیا گیا اور جنہوں نے ہر زمانے میں انسانیت کو یہ عہد یاد دلایا اور بارگاہ ربوبیت کی طرف دعوت دی یہ سب اس کے احسانات ہیں جنہیں انسان شمار بھی نہیں کر سکتا اور پھر آخر میں آقائے نامدار ﷺ کو مبعوث فرما کر کمالات کو لٹا دیا سوائے اس کے کہ کسی کی روح گناہ کی دلدل میں اتنی گہری ڈوب چکی ہو کہ اللہ نے اس کے لیے واپسی کا راستہ ہی بند کر دیا ہو۔ اور پھر یہ بھی نہ کہنا ہمارے بزرگوں نے رسومات کفریہ اور امور شرکیہ جاری کیے تھے ہم تو ان کے گھروں میں پیدا ہوئے اور وہی کچھ سیکھا جو پہلے سے گھر میں تھا لہٰذا اب ہمیں ان کی حرکاتِ بد کی سزا نہ دی جائے کہ وہ تو تھے ہی گمراہ مگر ہم نے گمراہی ایجاد نہیں کی اس کا علاج ابھی سے کر دیا گیا ہے کہ تم سب کو براہِ راست اپنی عظمت سے شناسا کر دیا اور اپنی ربوبیت سے آگاہ کر دیا ہے تمہارے قلوب میں تڑپ اور جستجو رکھ دی گئی ہے لہٰذا اس جذبے کی حفاظت کرنا کہ تمہیں راہِ ہدایت کے لیے اکساتا رہے اور حق کے بغیر چین ہی نہ پا سکو فرمایا یہ بھی ہمارا کرم ہے کہ لوگوں سے کھول کھول کر بات ارشاد فرماتے ہیں تاکہ وہ حقیقت جان سکیں اور یوں انہیں واپسی نصیب ہو اور اللہ کی دوری کے عذاب سے نکل سکیں۔

یہ سارا اہتمام اور اس قدر شفقت اس لیے فرمائی گئی ہے کہ اگر بدن اور اس کی لذات کے لالچ میں انسان پھنس جائے تو کس قدر خرابی پیدا ہوتی ہے اور دنیا میں کتنا فساد برپا ہوتا ہے اس کا اندازہ کرنے کے لیے آپؐ انہیں اس آدمی کا واقعہ سنایئے جس کو ہم نے اپنی آیات دی تھیں یہاں آیات دینے سے آیات کا علم مراد لیا گیا ہے

مگر میری ناقص سمجھ کے مطابق اس سے مراد دل کی وہ کیفیت ہے جو ہر آیت کی تلاوت سے الگ الگ نصیب

آیات سے مراد قلبی حالت ہے

ہوتی ہے اور عموماً بلند پایہ صاحب حال حضرات کو یہ نعمت نصیب ہوتی ہے کہ خاص آیات کی تلاوت سے

ایک خاص تجلی نصیب ہوتی ہے جو دل پہ ایک خاص کیفیت مرتب فرماتی ہے اسی لیے بعض نقال بھی یہ کرتے ہیں کہ آیت تلاوت کرکے کہہ دیا دل پر اس کی کیفیت بناؤ حالانکہ اگر شیخ کامل کی صحبت نصیب ہو تو کیفیت بنانا نہیں پڑتی اللہ کریم کی طرف سے وارد ہوجاتی ہے اس لیے کہ مراقبات یا قلبی کیفیات ثمرات ہیں اور ثمرات ہمیشہ وہبی یعنی اللہ کریم کی طرف سے ہوتے ہیں۔

ایک بلند پایہ صُوفی کی گمراہی کا واقعہ

فرمایا وہ ضروریاتِ بدنی میں پھنس کر ان کمالات اور کیفیات سے نکل گیا فَانۡسَلَخَ مِنۡهَا سے مراد ہے جیسے سانپ کینچلی سے نکل جاتا ہے یا جانور کی کھال کھینچ لی جاتی ہے یعنی پھر وہ دنیا کے لالچ میں آکر اس حال سے نکل گیا اور جب نکلا تو شیطان اس کے پیچھے لگ گیا اور یوں وہ گمراہ ہوگیا۔

حدیث شریف میں حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ کے مطابق یہ شخص بنی اسرائیل سے تھا اور صاحب حال اور مقتدا و پیشوا تھا نیز مستجاب الدعوات تھا اسی کی قوم کو جبارین بھی کہا گیا ہے چنانچہ جب فرعون غرق ہوا اور بنی اسرائیل شام کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں اس قوم کے شہر لینے کا حکم ملا تو اس کی قوم اس کے پاس آئی اور عرض کرنے لگے کہ موسیٰ علیہ السلام بڑے سخت آدمی ہیں لاکھوں کے لشکر ان کے ہمراہ ہیں اور ہمارے علاقے کی طرف بڑھ رہے ہیں نیز غرق فرعون سے بھی واقف تھے اور بہت زیادہ ڈر رہے تھے آپ کی دعا قبول ہوتی ہے لہٰذا دعا کریں کہ وہ ہمیں نقصان نہ پہنچا سکیں تو اس نے کہا وہ اللہ کے نبی ہیں اور فرشتے ان کے ہم رکاب ہوتے ہیں بھلا میری حیثیت کیا ہے اگر ان سے ٹکراؤں تو تباہ ہوجاؤں گا۔ جب انہوں نے بہت اصرار کیا تو کہا اچھا رات کو اللہ کریم سے اجازت طلب کروں گا جب دوبارہ آئے تو بتایا کہ ان کی غلامی اور اطاعت کا حکم ہے نہ کہ مخالفت کا مگر وہ لوگ منت کرتے رہے اور جب نہ مانا تو بہت سا مال و زر نذرانہ پیش کیا جو بیوی کے اصرار پہ اس نے رکھ لیا اگلے روز وہ پھر آگئے اب مجبور تو ہو ہی چکا تھا شیطان اور نفس نے بھی بہکایا تو انہیں ساتھ لے کر پہاڑ پہ گیا اور بددعا شروع

کی بگہ اللہ کی شان جو بددعا موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے لیے کرتا اس کی جگہ اپنی قوم کا نام منہ سے نکلتا تو انہوں نے کہا یہ کیا کرتے ہو خود ہی ہماری تباہی کا سامان کر رہے ہو تو اس نے کہا یہ اللہ کی طرف سے ہے میرا اختیار نہیں ساتھ ہی اس کی زبان منہ سے باہر لٹک گئی حال سلب ہو گیا اور جب یہ سلب ہوتا ہے تو ایمان کو ساتھ لے جاتا ہے۔

کیفیات قلبی سلب ہوں تو عموماً ایمان بھی سلب ہو جاتا ہے

یہ بھی عجیب بات ہے کہ اگر طالب سے کیفیات سلب کی جائیں تو عموماً ایمان ساتھ سلب ہو جاتا ہے اور وہ شخص کفر میں مبتلا ہو جاتا ہے ایسے ہی جب کسی کے اپنے کرتوتوں کی وجہ سے حال سلب ہوتا ہے تو اکثر ایمان کو ساتھ لے جاتا ہے اسی لیے حضرت شیخ مکرم رحمۃ اللہ علیہ ایسا نہیں کرتے تھے مگر ایک ساتھی جو بہت تیز مشاہدات رکھتا تھا اور بلند منازل کا حامل تھا جب کشف میں غلطیاں کھا کر ان پر عمل کرنے لگا اور بار بار سمجھانے سے باز نہ آیا تو حضرتؒ نے اس کا حال سلب فرما لیا کہ خلقِ خدا کی گمراہی کا سبب نہ بنے اس کے بعد اسے دیکھا گیا تو وجودِ باری کا بھی منکر تھا اعاذنا اللہ منہا اور ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں جو کبھی صاحبِ حال تھے مگر دنیا کے لالچ میں آکر اقتدار اور دولت کی خاطر غلط راہ پر ہو لیے جب ان کا حال گیا تو از خود ایمان کو بھی ساتھ لے گیا ؎

دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار　　　　که پیدا نہ شد تختہ بر کنار

چنانچہ وہ بھی اس نعمت عالی سے محروم ہو کر ابلیس کے قابو آ گیا اور گمراہ ہو گیا تو اس نے کہا میرا دین بھی گیا اور دنیا بھی اب صرف حیلہ ہو سکتا ہے میں تمہیں وہ سکھاتا ہوں وہ یہ کہ اپنی قوم کی جوان بچیوں کو بنا سنوار کر چیزیں فروخت کرنے کے بہانے قومِ موسیٰ میں بھیجو اور ان سے کہو کہ کوئی ان سے چھیڑ کرے تو اسے منع نہ کریں اگر وہ لوگ زنا میں مبتلا ہو گئے تو پھر وہ بھی اللہ کی مدد سے محروم ہو جائیں گے چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا تو ان میں کی ایک عورت پر بنی شمعون کا سردار ابن شلوم فدا ہو گیا اور زنا کا مرتکب ہوا تو موسوی لشکر میں وبا پھوٹ پڑی اور ہزاروں لوگ طاعون سے مر گئے آخر ان دونوں کو قتل کر کے باہر لٹکا دیا گیا اور اللہ سے پناہ چاہی تو معافی نصیب ہوئی اس شخص کا نام بلعم بن باعور لکھا گیا ہے۔

فرمایا یہ ایسی نعمت تھی کہ ہم چاہتے تو ان کیفیات کی وجہ سے اسے اور بلند سے بلند تر رتبے عطا کرتے مگر وہ اپنی دون ہمتی اور لالچ کے باعث زمین سے چمٹ گیا زر و جواہر ہوں یا سونا چاندی دنیا کی دولت ہو یا اقتدار سب مٹی ہی ہے زمین میں سے ہے زمین میں ہی مل جانے والا ہے تو وہ اس مٹی سے چپک گیا اور خواہشات نفس کا اسیر ہوا۔

اور اس درجہ ذلیل ہو گیا کہ اس کی مثال تو کتے کی سی ہو گئی کہ اس پہ بار پڑے تو ہانپتا ہے نہ پڑے تو ہانپتا ہے ہر وقت زبان باہر لٹکائے زور زور سے سانس لے رہا ہوتا ہے اور جو لوگ بھی ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں سب اسی حال کو پہنچتے ہیں انہیں یہود و نصاریٰ کو دیکھیں کہ آپؐ کا انتظار کرتے تھے آپؐ کی نشانیاں بیان کرتے اور مقابلے کے وقت آپؐ کے وسیلے سے کفار پر فتح کی دعائیں کرتے مگر جب آپؐ مبعوث ہوئے تو دنیا کے لالچ اور اقتدار کی ہوس میں پھنس کر نہ صرف ایمان لانے سے محروم رہے بلکہ مخالفت میں پیش پیش ہیں۔

انہیں یہ واقعہ ضرور سنایئے کہ کسی کو اپنے زہد اور عالم ہونے پر فخر نہ کرنا چاہیئے ورنہ بلعم بن باعور کی طرح تباہ ہونے میں بھی دیر نہیں لگتی اس لیے اگر کیفیاتِ قلبی اور ذوقِ عبادت کے ساتھ عمل صالح نصیب ہو تو اللہ کا شکر اور استقامت کی دعا کرنا اور سنتِ نبویؐ کو ہر حال میں مضبوطی سے تھامے رکھنا چاہیئے اور یہ واقعہ ایک بہت بڑا درسِ عبرت ہے نیز جو لوگ احکامِ الٰہی کی مخالفت کی لعنت میں گرفتار ہو جاتے ہیں ان کا حال بہت ہی بُرا ہوتا ہے اور وہ اپنی جانوں پہ ظلم کرنے والے ہوتے ہیں۔

ھدایت اور گمراھی

درحقیقت ہدایت تو وہی پاسکتا ہے جسے اللہ کریم ہدایت دے اور جسے اللہ تعالےٰ ہی گمراہ کر دے تو ایسے لوگ سخت خسارے اور نقصان میں ہیں اس جگہ یہ نہ سمجھا جائے کہ رب کریم زبردستی بعض لوگوں کو گمراہ کر دیتے ہیں اس لیے کہ تخلیق کا مقصد بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہم نے جن و انس کو اپنی عبادت یعنی حصولِ معرفت کے لیے پیدا کیا ہے مگر کچھ لوگ اپنی پسند اور اختیار سے یا آباؤ اجداد کے پیچھے چل کر یا بدکاروں کی مجلس اور دوستی کے باعث اللہ کریم کی نافرمانی کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں جس کے نتیجے میں بطور سزا ہدایت کی توفیق سلب کر لی جاتی ہے اور کچھ خوش نصیب ایسے ہوتے ہیں جو نیک مجالس اور نیک کام اختیار کرتے ہیں تو اللہ کریم ان کے لیے مزید ہدایت اور ترقی کی راہیں کشادہ فرماتے چلے جاتے ہیں اس جگہ یہی مراد

ہے کہ جس نے اللہ ہی سے بگاڑ لی تو کوئی اس کی کیا مدد کر سکے گا اور جس کو رب جلیل کی مدد اور تائید نصیب ہو گئی اسے کسی دوسرے سے کیا خطرہ۔ بگر اس کا مدار انسانی کردار ہے اور یہ سب کچھ اچانک نہیں ہوا کہ اللہ کریم کے علم ہی میں نہ ہو اور انسانوں کو کسی خوش فہمی میں مبتلا ہو کر پیدا نہیں فرمایا جیسا کہ شیعہ حضرات نے اللہ کے لیے بداء کو مانا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کریم کو پہلے سے نتائج کا علم نہیں ہوتا جب کام ہو چکتا ہے تو خبر ہوتی ہے یہ مصیبت انہوں نے خلفاء راشدینؓ کی شان میں نازل ہونے والی آیات

عقیدہ بداء کی نفی

کے جواب میں گھڑی ہے کہ جب آیات نازل ہوئیں تب اچھے تھے بعد میں بدل گئے لیکن ارشاد ہو رہا ہے ہم جانتے تھے کہ کون کون سے کتنے جن اور کون کون سے اور کتنے انسان بالآخر جہنم میں داخل ہوں گے اور اتنے یقین سے جانتے تھے کہ گویا انہیں جہنم ہی کے لیے پیدا فرمایا جا رہا ہے یہاں علما نے مسئلہ قدر پہ بات کی ہے لیکن وہ بحث عام قاری کے مقصد کی نہیں بس اتنا کافی ہے کہ اللہ کریم ہر چیز کا خود خالق اور بلا شرکت غیرے مالک بھی ہے جسے جہاں چاہے رکھے کوئی بھی شخص اعتراض کا کوئی حق نہیں رکھتا مگر باوجود ایں ہمہ اس جگہ جو کچھ مراد ہے وہ بہت واضح ہے کہ اللہ کریم کو نہ بداء ہوتا ہے نہ وہ بھولتا ہے اس کا علم ازلی اور قدیم ہے اور حضوری ہے سب ماضی ہو یا مستقبل اسکے سامنے حاضر ہے اور پیدائش سے قبل وہ جانتا تھا کہ میدان عمل میں سے کون سرخرو نکلے گا اور کون جہنم میں گریگا مگر اس کے باوجود پیدا کیا اور ہر طرح کی استعداد بخشی تمام مخلوق میں حیات بھی ہے اور اپنی حیات کا نہ صرف احساس اس کی بقا اور بہتری کی فکر کی توفیق بھی ہے مثلاً مٹی پتھر یا جمادات میں حیات ہے مگر عام نگاہ سے پتہ نہیں چلتا دوسرا درجہ نباتات کا ہے ان میں بڑھنا اور پھلنا پھولنا ہے۔ وہ موسموں

قلب

کے اثر کو تو محسوس کرتے ہی ہیں انسانی پیار اور محبت کا تجربہ کیا گیا تو ثابت ہوا کہ محبت کا اثر لے کر زیادہ پھل پھول دیتے ہیں پھر حیوانات کا درجہ ہے ان میں شعور اس سے زیادہ ہے لہذا خوراک حاصل کرتے ٹھکانہ بناتے یا نسل بڑھانے اور دشمن سے بچاؤ اور دفاع بھی سوچ لیتے ہیں اور سب سے اوپر انسان ہے جو نہ صرف جسم کی بہتر پرورش اور حفاظت کا اہتمام کرتا ہے بلکہ طرح طرح کے لذیذ کھانے اور رنگ برنگی محفلیں سجاتا خوبصورت شہر سڑکیں اور سواریاں بناتا ہے زیب و زینت پہ کروڑوں خرچ کرتا ہے اور اس کے ساتھ اپنے پیدا کرنے والے کی عظمت کا شعور رکھتا ہے اور جسم کی تربیت کے ساتھ روح کی حیات کا اہتمام کرتا ہے اس لیے کہ اسے قلب ایک لطیفہ

ربانی عطا فرمایا گیا ہے جس کو شعور کا وہ اعلیٰ درجہ عطا ہوا ہے کہ وہ عظمتِ باری کو جان سکتا ہے اور اپنی حیثیت کے مطابق اس کی پہچان اور معرفت حاصل کر کے اس کی اطاعت اختیار کرتا ہے جمادات نباتات حیوانات تو محض انسان کی خدمت کے لیے ہیں اور وہ بھی دار دنیا میں جب یہ ختم ہو گی تو ابدی زندگی میں یہ نہ ہوں گے ختم ہو جائیں گے مگر انسان کا قیام تو یہاں چند روزہ ہے اسے ہمیشہ دارِ آخرت میں رہنا ہے لہٰذا اس کی ضرورت صرف تعمیرِ بدن نہیں تعمیرِ آخرت ہے جس کی بنیاد قلب ہے ایک ایسا لطیفہ ربانی جو سمجھ رکھتا ہے جسے مکالمہ باری نصیب ہوتا ہے جو ابدی راحتوں کی لذت کو جان سکتا ہے تو فرمایا ہم نے سب انسانوں کو قلوب عطا فرمائے مگر جہنم میں جانے والے بدنصیبوں نے ان سے تفقہہ کا کام نہ لیا یعنی کچھ نہ سمجھا جب قلب ہی بے کار اور بے حس رہا تو پھر نہ آنکھ ہی ان حقائق کو دیکھ سکی اور نہ کان ہی ان صداقتوں کو سن سکے جو اسے معرفتِ باری عطا کرتیں لہٰذا اس کی زندگی محض ایک حیوان کی زندگی رہ گئی کھانا پینا گھر اور اولاد اس سے آگے وہ کچھ بھی نہ دیکھ سکا۔ اور یوں ہمیشہ کے لیے جہنم کا ایندھن بن گیا بظاہر بھی یہ بات واضح ہے کہ جن لوگوں کے قلوب نورِ ایمان سے محروم اور سمجھنے سے عاری ہیں ان کی ساری کوششوں کا ماحصل صرف دنیا کا آرام اور فائدہ ہے خواہ وہ چاند پہ گھر بنا لیں اور راکٹ و ایٹم کو استعمال کریں ان کی سوچ آخرت ، اور خالق و مالک کو جاننے سے خالی ہے انہوں نے آنکھ کان سے یا حواس سے وہ کام نہ لیا جو بحیثیت انسان لینا چاہیئے تھا ہاں ایک حیوان کی سطح پہ استعمال کر کے تو گویا انہیں استعمال ہی نہ کیا۔ لہٰذا ایسے لوگ بھی ایک طرح کے حیوانِ محض ہیں بلکہ حیوانات سے بھی گئے گزرے اس لیے کہ حیوانات نہ آخرت کے لیے مکلف تھے نہ معرفتِ باری کے اس درجہ کو پانے کے اور نہ انہیں یہ نعمت یعنی لطیفہ قلب عطا ہوا تھا مگر یہ لوگ تو یہ سب کچھ رکھتے ہوئے محض غفلت کا شکار ہو کر تباہ ہو گئے لہٰذا اس تباہی سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ اللہ کریم کے بہت اچھے اور حسین نام ہیں اسے ناموں سے پکارو یہاں دعا سے دو باتیں

ضرورتِ ذکر

مستفاد ہیں اذکار و تسبیحات کہ ان ہی سے دل کو روشنی اور جلا نصیب ہوتی ہے اور وہ تفقہہ یعنی حق کو سمجھنے کے قابل ہوتا ہے اور دوسرے عبادات اور ضرورت کی تکمیل کے لیے دعائیں اسمائے حسنیٰ وہ اسماء ہیں جو قرآن اور سنت میں ثابت ہیں ان کے علاوہ کوئی نام اللہ کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں خواہ ان کا ہم معنی ہی کیوں نہ ہو اور طریق عبادات بھی کتاب و سنت میں

موجود ہیں ان سے باہر جو رسم اختیار کی جائے گی وہ جائز نہ ہوگی۔

لہٰذا سب سے پہلی بات تو یہ ثابت ہوئی کہ اللہ کو پکارتے رہو اس کا ذکر کرتے رہو مختلف اسماء کے ساتھ اسم ذات کے ذکر کی تو بہت تاکید آئی ہے سورہ مزمل کی ابتدائی آیات میں موجود ہے نیز ہر ضرورت و حاجت میں بھی اسی کو پکارو یعنی اسباب دنیا ضرور اختیار کرو مگر سبب کے درجہ میں اور یہ یاد رکھو کہ نتیجہ تو وہ ذات کریم ہی مرتب فرمائے گی اور جو بدنصیب ذکر الٰہی دعا و مناجات اور اسمائے ربانی میں بھی الحاد اور کجروی اختیار کرتے ہیں ان کی پرواہ مت کرو اور یہ کئی طرح سے ہے مثلاً وہ آپ کا مذاق اڑاتے ہیں یا ڈراتے دھمکاتے ہیں یا آپ خود فیشن کے خلاف سمجھنے لگ جائیں یا یہ سوچنا شروع کر دیں کہ اتنے بہت سے لوگ ایسا نہیں کرتے تو میں بھی نہ کروں یہ سب باتیں فضول ہی نہیں نقصان دہ ہیں حق یہ ہے کہ انہیں کوئی اہمیت ہی نہ دی جائے اور عنقریب وہ بھی اپنے کیئے کا پھل پالیں گے۔

دعوتِ حق

نیز ساری مخلوق تو گمراہ بھی نہیں بلکہ ایسی جماعت بھی ہے کہ حق کی دعوت دیتی ہے یعنی نہ صرف خود حق پر قائم ہیں ساتھ دوسروں کو بھی حق کی طرف بلاتے ہیں اور اپنے سارے معاملات بھی حق کے مطابق طے کرتے ہیں یہ ایک خصوصی فضیلت ہے جو انسانوں میں سے خوش قسمت ترین گروہ کو نصیب ہوئی اور خصوصاً اُمتِ محمدیہ کی خصوصیات میں سے ہے مگر اس میں دو چیزیں بطور خاص توجہ طلب ہیں اول اپنا عقیدہ رسومات وخرافات سے پاک ہو اور حق ہو اور دوسری مخلوق کو حق کی طرف دعوت بھی دے خود اس حق و صداقت پر عمل پیرا بھی ہو کہ قول وفعل میں یک رنگی پائی جائے ایسا نہ ہو کہ خود اس کے اپنے افعال ہی اس کی دعوت کی تردید کر رہے ہوں جیسے بعض لوگ تبلیغ جیسے اہم کام پہ تو چلے جاتے ہیں مگر اہل خانہ کا اہتمام کر کے یا ان کے مشورہ سے نہیں جاتے یا دوسروں کو ذکر الٰہی کی دعوت دینا شروع کر دے اور خود اہتمام نہ کرے تو نتیجہ توقع کے مطابق آنا مشکل ہو جاتے گا نیز معاشرے میں حسن وخوبی بھی انہی دو وجوہات سے ہے کہ صلح اور جنگ دوستی اور دشمنی سے لے کر کاروبار معاش تک سب کچھ حق و صداقت پہ استوار کیا جائے اور پھر اس دعوت کو ساری انسانیت میں پھیلایا جائے اسی کا مظہر صحابہ کرامؓ کی ذوات مقدسہ ہیں کہ ہر کام کو حق کے طریقے سے انجام دیا اور پھر اللہ کریم نے روئے زمین پر حق کو پھیلانے کی توفیق بھی عطا فرمائی ہمارا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ سیاستدان سے لے کر مولوی

اور پیر تک اور حکمران سے لیکر عام کاشتکار و دکاندار تک ہر کوئی ذاتی خواہشات اور ذاتی لالچ اور نفع کے شکنجہ میں جکڑا ہوا ہے اس لیے سب تشتت و افتراق اور باہمی رنجش و نااتفاقی کا شکار ہیں اللہ کرے کہ ہم پھر سے حق پرستی اختیار کرکے دنیا و آخرت میں سرخرو ہوسکیں۔

رکوع نمبر ۲۳ آیات ۱۸۲ تا ۱۸۸ قَالَ الْمَلَأُ ۹/۱۳

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾

اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اُن کو بتدریج اس طریق سے پکڑیں گے کہ اُن کو معلوم ہی نہ ہوگا ﴿۱۸۲﴾

182. And those who deny Our revelations—step by step We lead them on from whence they know not.

وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۱۸۳﴾

اور میں اُنکو مہلت دیئے جاتا ہوں میری تدبیر (بڑی) مضبوط ہے ﴿۱۸۳﴾

183. I give them rein (for) lo! My scheme is strong.

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸۴﴾

کیا اُنہوں نے غور نہیں کیا کہ اُنکے رفیق (محمد) کو (کسی طرح کا بھی) جنون نہیں ہے۔ وہ تو ظاہر ظہور ڈر سنانے والے ہیں ﴿۱۸۴﴾

184. Have they not bethought them (that) there is no madness in their comrade? He is but a plain warner.

اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۵﴾

کیا اُنہوں نے آسمان اور زمین کی بادشاہت میں اور جو چیزیں خدا نے پیدا کی ہیں اُن پر نظر نہیں کی۔ اور اس بات پر (خیال نہیں کیا) کہ عجب نہیں اُن (کی موت) کا وقت نزدیک پہنچ گیا ہو۔ تو اس کے بعد وہ اور کس بات پر ایمان لائیں گے؟ ﴿۱۸۵﴾

185. Have they not considered the dominion of the heavens and the earth, and what things Allah hath created, and that it may be that their own term draweth nigh? In what fact after this will they believe?

مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۭ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

جس شخص کو خدا گمراہ کرے اُسکو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ اور وہ ان (گمراہوں) کو چھوڑے رکھتا ہے کہ اپنی سرکشی میں پڑے بھٹکتے رہیں ﴿۱۸۶﴾

186. Those whom Allah sendeth astray, there is no guide for them. He leaveth them to wander blindly on in their contumacy.

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ۘ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۭ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

(یہ لوگ) تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اسکے واقع ہونے کا وقت کب ہے کہہ دو کہ اسکا علم تو میرے پروردگار ہی کو ہے وہی اسے اسکے وقت پر ظاہر کر دیگا۔ وہ آسمان اور زمین میں ایک بھاری بات ہوگی۔ اور ناگہاں تم پر آجائیگی۔ یہ تم سے اس طرح دریافت کرتے ہیں کہ گویا تم اس سے بخوبی واقف ہو۔ کہو کہ اس کا علم تو خدا ہی کو ہے لیکن اکثر لوگ یہ نہیں جانتے ﴿۱۸۷﴾

187. They ask thee of the (destined) Hour, when will it come to port. Say: Knowledge thereof is with my Lord only. He alone will manifest it at its proper time. It is heavy in the heavens and the earth. It cometh not to you save unawares. They question thee as if thou couldst be well informed thereof. Say: Knowledge thereof is with Allah only, but most of mankind know not.

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾

کہہ دو کہ میں اپنے فائدے اور نقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا مگر جو خدا چاہے۔ اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو بہت سے فائدے جمع کر لیتا اور مجھ کو کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ میں تو مومنوں کو ڈر اور خوش خبری سنانے والا ہوں ﴿۱۸۸﴾

188. Say: For myself I have no power to benefit, nor power to hurt, save that which Allah willeth. Had I knowledge of the Unseen, I should have abundance of wealth, and adversity would not touch me. I am but a warner, and a bearer of good tidings unto folk who believe.

اسرار و معارف

جو لوگ کفر یا انکار کی راہ اختیار کرتے ہیں برائی کا راستہ اپنا لیتے ہیں وہ آہستہ آہستہ دست قدرت کی سخت گرفت میں آرہے ہوتے ہیں مگر خود انہیں پتہ تک نہیں چلتا۔ استدراج کا معنی تو آہستہ آہستہ کسی کام کے

استدراج

کرنے کے ہیں مگر اصطلاح شریعت میں ہر وہ کمال جو غفلت میں مبتلا کر دے اور اور آہستہ آہستہ تباہی کی طرف لے جا رہا ہو جیسے بعض شعبدے کسی کو اس کے ولی ہونے کا دھوکہ دیں اور وہ گمراہی میں مبتلا رہے یا مال و دولت دن بدن بڑھ رہا ہو مگر توفیق اطاعت نہ ہو اور مال کی زیادتی سے یہ سمجھے کہ اللہ کریم مجھ پر راضی ہے یا اقتدار نصیب ہو اور بغیر عقیدہ و عمل کی اصلاح کے اسے قرب الٰہی کی دلیل اور اپنے حق پر ہونے کی دلیل سمجھ بیٹھے تو یہ طریقے استدراج کہلائیں گے اور یوں عمر غفلت میں کھو کر دائمی عذاب کا شکار ہو جائیں گے اور زندگی بھر اس کی خبر نہ ہو سکی ہو گی اس لیے ارشاد ہے

گناہ پہ مہلت یا ڈھیل

میں گناہ پر بھی مہلت اور ڈھیل دے دیتا ہوں اگر گناہ پہ فوری گرفت شروع ہو جاتی تو انسان کا اختیار تو باقی نہ رہتا ادھر غلطی ہوئی ادھر سزا وارد ہو گئی تو ایک طرح سے غلطی کرنے کی اجازت نہ دینے کے برابر تھا لہٰذا اللہ کریم نے جب راستہ اختیار کرنا انسان کی رائے اور پسند پہ چھوڑا تو پھر ایک خاص وقت تک اسے جو کرنا چاہے اس کی مہلت بھی دی نیز فرمایا کوئی مجھ سے بھاگ یا چھپ بھی تو نہیں سکتا کہ ذرا ڈھیل دی تو پھسل جائے گا آخر تو میرے پاس حاضر کیا جائے گا۔

مدحت حبیب ﷺ

کیا ان لوگوں نے کبھی سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ یہ ہستی جو ان کے ساتھ رہنے والے ہیں اور اسی ماحول میں پروان چڑھتے ہیں انہیں کوئی جنون تو نہیں کہ رات دن ایک کر دیا ہے اور کس محنت و جانفشانی سے ایک ایک متنفس کی اصلاح کیلئے کوشاں ہیں اور پھر ایسے باکمال کہ غلط کاری کے جو نتائج موت کے وقت، برزخ میں اور وہ بھی جو میدان حشر میں ظاہر ہوں گے ان پر آج مطلع فرما رہے اور پوری وضاحت کے ساتھ کھول کھول کر بیان کر رہے ہیں۔

کیا یہ ارض و سما کی عظیم سلطنت اور تخلیقِ باری کے شمار سے زائد کام جو ہر آن انجام پا رہے ہیں یہ بھی ان کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی نہیں۔ کیا یہ نہیں دیکھ رہے کہ ہر پیدائش بھی کسی موت پہ قدم رکھتی ہے پہاڑ گرتا ہے تو دوسرا بنتا ہے پہلی عمارت گر کر نئی بنتی ہے پہلے درخت کٹتے ہیں تو نیا باغ لگتا ہے پہلی گھاس سوکھ کر غبار ہو جاتی ہے تو نئی پیدا ہوتی ہے پہلی نسل کوچ کرتی ہے تو دوسری میدانِ عمل میں اترتی ہے اس سب سے یہ بات نہیں جان سکتے کہ شاید ابھی کوچ کا وقت آجائے اور موت کی وادی میں اترنا پڑے تو پھر کیا انجام ہو گا اس کے لیے انہوں کیا تیاری کی ہے نیز جس قدر حقائق قرآنِ حکیم نے ارشاد فرمائے ہیں اگر یہ سب ان کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی نہیں تو پھر اس کے بعد اس سے بڑے درجے کی کوئی کتاب ہی نہیں یہ آخری کتاب ہے اور آخری سے مراد یہ بھی ہے کہ کسی چیز کے بیان میں کوئی کمی نہیں رہی کہ پھر کتاب نازل کی جائے اب اس کے بعد تو کسی کتاب کی امید نہ رکھیں۔

قیامت کب ہو گی

مگر جن کا تعلق اللہ سے بگڑ چکا ہو اور اللہ ہی نے ان سے توفیقِ ہدایت سلب فرمائی ہو بھلا انہیں کون ہدایت دے سکتا ہے کوئی بھی تو نہیں اور اللہ انہیں بُرائی میں آگے بڑھنے کی ڈھیل دے دیتا ہے پھر وہ طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں مثلاً آپؐ سے سوال کرتے ہیں۔ قیامت کب ہو گی اور کس وقت قائم ہو گی آپؐ فرما دیجئے اس کا علم میرے پروردگار کو ہے تمہیں اس کی ضرورت بھی نہیں کہ تم نے تو قائم نہیں کرنی اور جو اس کے قائم کرنے والا ہے وہ اس کے وقت سے خوب واقف ہے اور جیسے ہی وقت آیا وہ تمہیں بھی اس کی خبر کر دے گا اور اس کا خبر کرنا یہ ہو گا کہ اچانک واقع ہو جائے گی ورنہ وہ ایسی ہولناک بات ہے کہ آسمان پھٹ جائیں گے زمین تباہ ہو جائے گی اس کا علم اس طرح سے کہ کس لمحے میں واقع ہو گی اللہ کریم کے سوا کوئی دوسرا رکھ بھی نہیں سکتا کہ مخلوق پہ تو اس کا وقوع ہو گا لہٰذا انہیں پہلے سے وقت کا پتہ چل جائے تو زندگی اجیرن ہو جائے لہٰذا شخصی موت کی طرح وہ بھی اچانک واقع ہو گی۔ ہاں اس کی نشانیاں آپؐ نے بہت وضاحت سے بیان فرما دیں جیسے انسانی زندگی کی منازل موت پہ دلالت کرتی ہیں بالوں میں سفیدی نظر کی کمی دانتوں کا گرنا بڑھاپے کے دیگر آثار یہ سب موت سے خبردار کرنے والی باتیں ہیں ایسے ہی آپؐ نے قیامت کی علامات بھی بیان فرمائی ہیں لیکن بعض لوگ پھر بھی اصرار کرکے جاننے کے خواہش مند ہیں کہ جیسے آپؐ نے اس کے وقوع کے وقت کی تحقیق کر لی ہو انہیں فرما دیجئے کہ نبی کے لیے وہ علم ضروری ہوتا ہے

جو اس کے کام میں اس کے لیے ضروری ہو ہر بات کو ہر حال میں جاننا یہ اللہ کریم کا خاصہ ہے لہٰذا ایسے بے شمار علوم ہیں جن سے انبیاؑ اور فرشتے تک آگاہ نہیں ہوتے قیامت قائم کرنا نبی کے فرائض میں داخل نہیں کہ اس کے وقت سے ضرور آگاہ ہو ہاں اس کے متعلق بروقت اطلاع دینا اور اس کی تیاری کے لیے کیا ضروری ہے ان امور سے مطلع کرنا یہ منصب نبوت ہے لہٰذا رب جلیل ہی اس کے وقوع کے وقت کا علم رکھتے ہیں مگر اکثر لوگ تو اس بات کو بھی سمجھ نہیں پاتے۔ بوجہ عدم اطاعت استعداد مجروح ہو جاتی ہے اور شعور خفتہ۔

نبوّت کا منصب جلیلہ

آپؐ ان سے فرما دیجیے کہ نفع و نقصان صرف اللہ کریم کے دستِ قدرت میں ہے میں خود اپنے نفع پر اختیار نہیں رکھتا اور نہ اپنے نقصان کا اختیار رکھتا ہوں یہ رب جلیل کی پسند ہے کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے اور اسی کی عطا سے اور اسی کی اجازت سے میرا مقام عالی ہے یعنی جس حد تک وہ چاہے کہ نبی بھی اللہ کریم کی مخلوق اور اس کی قدرت کاملہ کے تابع ہر آن اسی کی عطا کا امیدوار ہوتا ہے کسی نبی، ولی یا فرشتے کو اللہ کی صفات میں شریک قرار دینا تو شرک ہے جس سے روکنے کے لیے انبیاء مبعوث ہوتے ہیں لہٰذا یہ ضروری نہیں کہ صحت و بیماری یا تنگ دستی و خوشحالی اللہ کریم کے نبی سے مانگیں یا یہ چیزیں ملیں تو اتباع کریں اور یہی غلط عقیدہ اولیاء اللہ کے ساتھ رکھا جاتا ہے کہ پیر اور ولی نفع پہنچاتے اور نقصان سے حفاظت کرتے ہیں۔ یہ سب تو اللہ کریم کی ذاتی صفات ہیں اور وہی کچھ وقوع پذیر ہوتا ہے جو اللہ کریم چاہتا ہے اور یہ بھی سن لو کہ میں علم غیب بھی نہیں رکھتا اور اگر غیب کا علم میرے پاس ہوتا یا نفع و نقصان کا اختیار تو مجھے کبھی کوئی دنیوی دکھ نہ پہنچتا، غیب سے اسے سمجھ لیتا اور نفع کا پہلو چن لیتا مگر میری زندگی تمہارے سامنے ہے کہ دکھ برداشت کرتا ہوں دنیا کے نقصان بھی اٹھانا پڑے اگرچہ یہ سب میری ذمہ داری نہیں ہے ہاں میرا مقام یہ ہے کہ میں تمہاری نگاہوں کو وہ جلا دے دوں اور تمہارے علم کو وہ وسعت دے دوں کہ تمہیں برائی کا انجام اور نیکی کا انعام نظر آئے اور قردائے قیامت پہ یقین کامل نصیب ہو جائے یہاں یہ جان لینا ضروری ہے کہ انبیاؑ کے ادنیٰ اشارے سے لاکھوں کی قسمت سنور سکتی ہے مگر یہ بھی ممکن ہے کہ رفاقت نبی کی وجہ سے گرفتار بلا ہونا پڑے کہ ساتھ تو رہا مگر ایمان نہ لایا اور نہ اطاعت نصیب ہوئی لہٰذا تکوینی اختیار اللہ کریم کا ہے ہاں انبیا اور اولیا کے طفیل برکات نصیب ہو سکتی ہیں مگر یہ شرط نہیں

علمِ غیب

دوسرے یہ بات قابل توجہ ہے کہ انبیاؑ کا موضوع ہی غیب سے متعلق ہے کہ فرشتے
برزخ آخرت اور خود ذات باری جو سب سے بڑا غیب ہے تو تمام غیوب سے
ساری مخلوق کو مطلع فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ علم غیب نہیں رکھتا تو یہ سب باتیں اللہ کی طرف سے انبیاؑ
بتائی جاتی ہیں اور جتنی بھی کسی کو بتائی گئیں سب سے زیادہ نبی کریم ﷺ کو بتائی گئیں آپ کا علم اولین و آخرین
کے علوم سے بھی زیادہ ہے مگر اس کو غیب پر اطلاع دینا کہا گیا یعنی اطلاع علی الغیب اور علم غیب وہ ہے جس
کے حصول میں کوئی واسطہ نہ ہو یہ صرف اللہ کریم کو سزاوار ہے ہاں شان نبوت یہ ہے کہ نیک و بد بھلائی اور برائی
کا نہ صرف پتہ چل جائے بدی سے بچنا نصیب ہو اور جنت کی بشارت نصیب ہو جائے اور یہی ولی کا کمال ہے
کہ عقیدے اور عمل کی اصلاح نصیب ہو جائے ہاں یہ نعمت یقیناً انہی کو نصیب ہو سکے گی جو ایمان لائیں گے
کہ نبی سے اخذ فیض کی بنیاد ایمان ہے۔

رکوع نمبر ۲۴ آیات ۱۸۹ تا ۲۰۶ قَالَ الْمَلَاُ ۹/۳

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ
وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ
فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ
بِهٖ ۚ فَلَمَّاۤ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ
اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾
فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ
فِيْمَاۤ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾
اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾
وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَاۤ اَنْفُسَهُمْ
يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾
وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ۗ
سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا

وہ خدا ہی تو ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا
بنایا تاکہ اس سے راحت حاصل کرے سو جب وہ اس کے پاس جاتا ہے تو اسے ہلکا سا
حمل رہ جاتا ہے اور وہ اس کے ساتھ چلتی پھرتی ہے پھر جب کچھ بوجھ معلوم کرتی
یعنی بچہ پیٹ میں بڑا ہوتا ہے تو دونوں میاں بیوی اپنے پروردگار خدائے عزوجل
سے التجا کرتے ہیں کہ اگر تو ہمیں صحیح و سالم بچہ دے گا تو ہم تیرے شکر گزار ہوں گے (۱۸۹)
جب وہ ان کو صحیح و سالم بچہ دیتا ہے تو اس بچے میں جو وہ ان کو دیتا ہے اس کا شریک مقرر
کرتے ہیں جو وہ شرک کرتے ہیں خدا کا رتبہ اس سے بلند ہے (۱۹۰)
کیا وہ ایسوں کو شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے اور خود پیدا کئے جاتے ہیں (۱۹۱)
اور نہ ان کی مدد کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ اپنی ہی مدد
کر سکتے ہیں (۱۹۲)
اگر تم ان کو سیدھے رستے کی طرف بلاؤ تو تمہارا کہا نہ مانیں
تمہارے لئے برابر ہے کہ تم ان کو بلاؤ یا چپ ہو رہو (۱۹۳)
(مشرکو) جن کو تم خدا کے سوا پکارتے ہو وہ تمہاری طرح کے بندے
ہی ہیں اچھا تم ان کو پکارو اگر سچے ہو تو چاہیئے کہ وہ تم

189. He it is Who did create you from a single soul, and therefrom did make his mate that he might take rest in her. And when he covered her she bore a light burden, and she passed (unnoticed) with it, but when it became heavy they cried unto Allah, their Lord, saying: If Thou givest unto us aright we shall be of the thankful.

190. But when He gave unto them aright, they ascribed unto Him partners in respect of that which He had given them. High is He, exalted above all that they associate (with Him)!

191. Attribute they as partners to Allah those who created naught, but are themselves created,

192. And cannot give them help, nor can they help themselves?

193. And if ye call them to the Guidance, they follow you not. Whether ye call them or are silent is all one to them.

194. Lo! those on whom ye call beside Allah are slaves like unto you. Call on them now, and let them answer you, if ye

لَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٩٤﴾

کو جواب بھی دیں ﴿۱۹۴﴾

are truthful!

أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَا ۖ أَمْ لَهُمْ
أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا ۖ أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ
يُبْصِرُونَ بِهَا ۖ أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ
بِهَا ۗ قُلِ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ
كِيدُونِ فَلَا تُنظِرُونِ ﴿١٩٥﴾

بھلا ان کے پاؤں ہیں جن سے چلیں یا ہاتھ ہیں جن سے پکڑیں
یا آنکھیں ہیں جن سے دیکھیں یا کان ہیں جن سے سنیں؟
کہہ دو کہ اپنے شریکوں کو بلا لو اور میرے بارے میں (جو تدبیر
کرنی ہو) کر لو اور مجھے کچھ مہلت بھی نہ دو پھر دیکھو کہ وہ
میرا کیا کر سکتے ہیں ﴿۱۹۵﴾

195. Have they feet wherewith they walk, or have they hands wherewith they hold, or have they eyes wherewith they see, or have they ears wherewith they hear? Say: Call upon your (so-called) partners (of Allah), and then contrive against me, spare me not!

إِنَّ وَلِيِّيَ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ ۖ
وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ ﴿١٩٦﴾

میرا مددگار تو خدا ہی ہے جس نے کتاب (برحق) نازل کی اور
نیک لوگوں کا وہی دوستدار ہے ﴿۱۹۶﴾

196. Lo! my Protecting Friend is Allah Who revealeth the Scripture. He befriendeth the righteous.

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ
نَصْرَكُمْ وَلَا أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ ﴿١٩٧﴾

اور جن کو تم خدا کے سوا پکارتے ہو وہ نہ تمہاری ہی مدد کی
طاقت رکھتے ہیں اور نہ خود ہی اپنی مدد کر سکتے ہیں ﴿۱۹۷﴾

197. They on whom ye call beside Him have no power to help you, nor can they help themselves.

وَإِن تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَسْمَعُوا ۖ
وَتَرَاهُمْ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ
لَا يُبْصِرُونَ ﴿١٩٨﴾

اور اگر تم ان کو سیدھے رستے کی طرف بلاؤ تو سن نہ سکیں
اور تم انہیں دیکھتے ہو کہ (بظاہر) آنکھیں کھولے تمہاری
طرف دیکھ رہے ہیں مگر (فی الواقع) کچھ نہیں دیکھتے ﴿۱۹۸﴾

198. And if ye (Muslims) call them to the Guidance they hear not; and thou (Muhammad) seest them looking toward thee, but they see not.

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ
عَنِ الْجَاهِلِينَ ﴿١٩٩﴾

(اے محمد) عفو اختیار کرو اور نیک کام کرنے کا حکم دو اور جاہلوں
سے کنارہ کر لو ﴿۱۹۹﴾

199. Keep to forgiveness (O Muhammad), and enjoin kindness, and turn away from the ignorant.

وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ
فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۚ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٠٠﴾

اور اگر شیطان کی طرف سے تمہارے دل میں کسی طرح کا وسوسہ (پیدا ہو)
تو خدا سے پناہ مانگو بیشک وہ سننے والا (اور) سب کچھ جاننے والا ہے ﴿۲۰۰﴾

200. And if a slander from the devil wound thee, then seek refuge in Allah. Lo! He is Hearer, Knower.

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ
مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم
مُّبْصِرُونَ ﴿٢٠١﴾

جو لوگ پرہیزگار ہیں جب ان کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ
پیدا ہوتا ہے تو چونک پڑتے ہیں اور (دل کی آنکھیں
کھول کر) دیکھنے لگتے ہیں ﴿۲۰۱﴾

201. Lo! those who ward off (evil), when a glamour from the devil troubleth them, they do but remember (Allah's guidance) and behold them seers!

وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّونَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ
لَا يُقْصِرُونَ ﴿٢٠٢﴾

اور ان (کفار) کے بھائی انہیں گمراہی میں کھینچے جاتے ہیں
پھر (اس میں کسی طرح کی) کوتاہی نہیں کرتے ﴿۲۰۲﴾

202. Their brethren plunge them further into error and cease not.

وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِم بِآيَةٍ قَالُوا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۚ
قُلْ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ مِن رَّبِّي ۚ
هَٰذَا بَصَائِرُ مِن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَ
رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٢٠٣﴾

اور جب تم ان کے پاس (کچھ دنوں تک) کوئی آیت نہیں لاتے تو کہتے ہیں
کہ تم نے (اپنی طرف سے) کیوں نہیں بنا لی؟ کہہ دو کہ میں تو اسی حکم کی پیروی کرتا ہوں
جو میرے پروردگار کی طرف سے میرے پاس آتا ہے۔ یہ (قرآن) تمہارے پروردگار کی جانب سے
دانش و بصیرت اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے ﴿۲۰۳﴾

203. And when thou bringest not a verse for them they say: Why hast thou not chosen it? Say: I follow only that which is inspired in me from my Lord. This (Quran) is insight from your Lord, and a guidance and a mercy for a people that believe.

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَ
أَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٢٠٤﴾

اور جب قرآن پڑھا جائے تو توجہ سے سنا کرو اور خاموش رہا کرو
تاکہ تم پر رحم کیا جائے ﴿۲۰۴﴾

204. And when the Qur'ân is recited, give ear to it and pay heed, that ye may obtain mercy.

وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَ
خِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ
بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُن مِّنَ الْغَافِلِينَ ﴿٢٠٥﴾

اور اپنے پروردگار کو دل ہی دل میں عاجزی اور خوف سے
اور پست آواز سے صبح و شام یاد کرتے رہو اور (دیکھنا)
غافل نہ ہونا ﴿۲۰۵﴾

205. And do thou (O Muhammad) remember thy Lord within thyself humbly and with awe, below thy breath, at morn and evening. And be thou not of the neglectful.

إِنَّ الَّذِينَ عِندَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ
عَنْ عِبَادَتِهِ وَيُسَبِّحُونَهُ وَلَهُ يَسْجُدُونَ ﴿٢٠٦﴾ ۩

جو لوگ تمہارے پروردگار کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے گردن کشی نہیں کرتے
اور اس پاک ذات کو یاد کرتے اور اس کے آگے سجدے کرتے ہیں ﴿۲۰۶﴾

206. Lo! those who are with thy Lord are not too proud to do Him service, but they praise Him and adore Him.

جہاں تک الوہیت علومِ غیبیہ اور نفع و نقصان کا تعلق ہے تو یہ اوصاف تو اس ذاتِ حمید کے ہیں جس نے تمہیں ایک وجود یعنی آدم علیہ السلام سے پیدا فرمایا اور ایسا کریم ہے کہ انسان کی نسل بقا کے لیے اسی وجود میں سے اس کا جوڑا یعنی حوّا کو پیدا فرما کر ان میں باہمی محبت و الفت اور ایک لذتِ وصال رکھ دی کہ انسان نہ صرف بقائے نسل کا کام کرے بلکہ ایک دوسرے سے انس اور راحت بھی حاصل کریں۔ یہ اس کے احسانات ہیں۔

مگر انسانوں کا یہ حال ہے کہ مرد و عورت جمع ہوئے اور حمل قرار پا گیا اب خالق کو اس کا علم ہے۔ جس کی پشت میں تھا وہ بے خبر رہا جس کے پیٹ میں پہنچا اسے پتہ نہیں بغیر کسی پرواہ کے روزمرہ کے امور میں لگی رہی ہاں جب حمل کا ثقل محسوس ہوا تو جانا اور میاں بیوی دونوں فکرمند ہو گئے اب وہ نہیں جانتے بچہ ہو گا یا بچی خوبصورت ہو گا یا بدشکل نیک ہو گا یا بد لمبی عمر پائے گا یا مختصر دنیا میں آرام سے بسر کرے گا یا نوبت د افلاس سے دوچار ہو گا تو لگے اللہ تعالیٰ کو پکارنے ان کے اندر یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اب کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ کہ اے اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح سے بہتر اولاد عطا کر عموماً ہوتا یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سالم تندرست و توانا اولاد عطا فرما دیتے ہیں تو ان کے اعتقادات بدلنے لگتے ہیں اور دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور صفات میں شریک بنانے لگتے ہیں جیسے کسی نے گمان کر لیا کہ بچہ ولی یا پیر نے عطا کیا ہے لہٰذا اسے کسی زندہ یا فوت شدہ بزرگ کی طرف منسوب کرتے ہیں یا کسی بت اور دیوی دیوتا کا دان سمجھ کر اس کے سامنے بچے کا ماتھا بھی زمین پہ رکھ دیتے ہیں حالانکہ اللہ کریم ایسے شرک وغیرہ سے بہت ہی بلند ہے اور مخلوق کے پیدا کرنے یا بچے کے بنانے سنوارنے میں کوئی اس کا شریک نہیں نہ اسے کسی کی احتیاج ہے۔

بُت یا دنیادار پیر کا حال

کیسے نادان ہیں کہ ان کو خالق کا شریک سمجھ لیتے ہیں جو خود مخلوق ہیں اور ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتے بلکہ خود ان کی مدد کے محتاج رہتے ہیں یعنی اپنی مدد نہیں کر سکتے دوسرے کی کیا کریں گے اگر یہ بات بت کی طرف منسوب کی جائے تو واضح ہے کہ وہ خود

انسانی تراش خراش کے محتاج بھی تھے اور پھر انسانی تحفظ کے طالب بھی ہیں لیکن اگر دنیادار پیر مراد لیے جائیں جیسا کہ یہود و نصاریٰ میں راہب وغیرہ تھے جو لوگوں کو گمراہ کرتے رہے یا مسلمانوں میں ایسے لوگ کہ ان کا اپنا عقیدہ تک درست نہیں عمل کیا کریں گے اور پیر بن کر لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں اور مرید سمجھتے ہیں کہ ہمیں سب کچھ یہی عطا کر رہے ہیں تو ان کا حال بھی بتوں سے کچھ مختلف نہیں ایسے لوگ بلاشبہ مخلوق بھی ہیں اور ان میں سے کوئی بھی معروف طریقے سے اپنی روزی حاصل کرنے کی سعی بھی نہیں کرتا بلکہ مریدوں کے عطایا پہ نظر رہتی ہے تو جو لوگ اپنی مدد نہیں کر سکتے اپنا بوجھ دوسروں پر ڈال کر زندہ ہیں بھلا دوسروں کو کیا عطا کریں گے؟ بلکہ یہ تو ایسے گئے گزرے ہوتے ہیں کہ ان کی ہدایت کے لیے محنت کرتے رہو انہیں سیدھے رستے کی طرف بلاتے بھی رہو تو بات مان کر ہی نہیں دیتے بلکہ کسی کا پکارنا یا نہ پکارنا ان کے لیے ایک سا اثر رکھتا ہے اور بت کا حال تو واضح ہے کہ وہ کیا سنے گا انسان بھی جو اس طرح گمراہی پہ جم جاتے ہیں ان پر اثر نہیں ہوتا میری مراد نیک حضرات کی سوءِ ادبی ہرگز نہیں اور یہ قطعی بات ہے کہ نیک لوگوں کی صحبت کے بغیر دین آتا ہی نہیں مگر جعلسازوں سے بچنا بھی اشد ضروری ہے۔

جو لوگ اللہ کا دروازہ چھوڑ کر کسی دوسرے سے مدد کے طالب ہوتے ہیں اور اسے پکارتے ہیں یا بتوں کو یاد کرتے ہیں تو وہ اتنی بات نہیں سمجھ سکتے کہ وہ بھی تو انہی کی طرح بندے اور مخلوق ہیں اور مخلوق کا خاصہ تو محتاجی ہے بھلا حاجت روا کیسے بن سکتی ہے اور اگر تمہارا یہ گمان ہے تو ذرا ان کو پکارو اور وہ تمہاری مرادیں پوری تو کر دیں اور غائبانہ امداد کا سامان تو کریں کہ تمہارے عقیدے کی سچائی کا پتہ چل سکے تمہارا کیا کریں گے کیا ان بتوں کے پاؤں ہیں جو چل سکیں یا ہاتھ ہیں کہ کسی چیز کو تھام سکیں یا آنکھیں ہیں کہ کچھ دیکھ سکیں یا کان ہیں کہ سُن ہی لیں جب ان کے پاس ظاہری اعضا بھی نہیں کہ عالم اسباب میں تو کچھ کریں تو کسی کو پیدا کرنا یا موت دینا رزق دینا یا صحت عطا کرنا تو بہت دور کی باتیں ہیں اور عموماً دنیادار پیر بھی ایسے ہی عاجز ہیں کہ خود اپنا کام نہیں کر سکتے کسی کا غائبانہ کیا کریں گے۔

جِنّات وشیاطین سے حفاظت

فرمایا اے میرے حبیب ان سے کہیے کہ اگر بُت ہی کچھ کر سکتے ہیں یا جن طاقتوں کو تم اللہ کریم کا شریک گمان کرتے ہو کچھ سنوارنے کی طاقت رکھتی ہیں تو پھر ان سے کہو کہ میں پوری شدت سے انکار کر رہا ہوں ذرا

میرا کچھ بگاڑ کر دکھا دیں اور کوئی لحاظ نہ کریں مگر یہ میرا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے اس لیے کہ میرا محافظ اور میرا ولی تو اللہ تعالیٰ ہے جس قرآن نازل فرمایا اور وہ ایسا کریم ہے کہ ہر نیک اور صالح مسلمان کی مدد حفاظت اور حمایت کرتا ہے تو اس سے پتہ چلا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی حمایت حاصل نہ ہو تو شیاطین وجنات تکلیف دے سکتے ہیں اور اس ولایت وحمایت سے مراد وہ قلبی تعلق ہے جو صحبتِ شیخ میں نصیب ہوتا ہے اور جس سے لطیفہ قلب منور ہو کر قوت حاصل کر لیتا ہے ایسے وجود کو جنات ایذا نہیں دے سکتے کہ وہ انوارات ان کو جلاتے ہیں اور جنوں میں انہیں برداشت کرنے کی سکت نہیں ہوتی اور اللہ کریم کے سوا جن کو پکارا جاتا ہے یا جن بتوں کی لوگ پوجا کرتے ہیں وہ خود اپنی مدد نہیں کر سکتے کہ خود اپنی حفاظت ہی کر لیں تو پکارنے والوں کی مدد کیا خاک کریں گے بلکہ انہیں تو کسی بھلے کام کا مشورہ بھی دو ہدایت کی طرف دعوت بھی دی جائے تو وہ نہیں سنتے اور یوں نظر آتا ہے جیسے دیکھ رہے ہوں مگر دیکھ بھی نہیں سکتے یہی حال کفار کے ان رہنماؤں کا تھا کہ نہ ہدایت کی بات ان کی سمجھ میں آتی اور نہ ان کی نگاہ میں قوت باقی تھی کہ آپ ﷺ کے جمال سے سیراب ہوتی وہ دیکھتے تو محمد بن عبداللہ نظر آتے مگر محمد رسول اللہ انہیں دکھائی نہ دیتے

نگاہ کی خرابی

گناہ سے نگاہ میں فساد آجاتا ہے اور انسان آپ ﷺ کے جمال سے محروم ہو کر مسلسل گناہ میں مبتلا رہتا ہے اگر کبھی نگاہوں کو جلا نصیب ہو اور آپ ﷺ کا جمال جہاں تاب نظر آئے تو بھلا کیسے نافرمانی کا تصور بھی کیا جاسکتا ہے

معیارِ عبادت

حق تو یہ ہے کہ انسان آپ ﷺ کی غلامی میں جان لڑا دے مگر لے میرے حبیب ﷺ آپ لوگوں پہ اتنے اعلیٰ معیار کی کڑی شرط نہ رکھیں بلکہ جس قدر ذوق سے کوئی اطاعت کر سکے اسی کو قبول فرمالیں نہ ہر آدمی کو وہ دقتِ نظر نصیب ہے اور نہ جذب دروں کی ایسی حالت تو جس قدر بھی کوئی خواہ سرسری طور پر اطاعت کرے قبول فرمالیں کہ لوگوں کی بخشش کا بہانہ بنتا چلا جائے اور دوسری مراد یہ ہے کہ اطاعت نہ کرنے اور ایذا دینے والوں سے بھی ممکن حد تک درگزر فرمائیں اور خفا نہ ہوا کریں بلکہ نیکی کا حکم فرماتے رہیں یعنی سب کے لیے بھلائی کی دعوت وتربیت جاری رکھیں پھر بھی اگر کوئی جہالت کی وجہ سے درپے آزار ہو تو اس سے کنارہ کر لیں۔ یہ اصول

تبلیغ کے اصول

تبلیغ ہیں کہ لوگ جس طرح آسانی سے عبادات ادا کرتے ہوں انہیں قبول کیا جائے اور ہر آدمی پر عبادات کو دشوار اور تنگ نہ کر دیا جائے اور زیادہ کرید اور تجسس نہ کیا جائے کہ اس کے دل کا کیا حال ہے وغیرہ ذالک نیز اللہ کریم کی رضا کیلئے پیار اور محبت سے تربیت کا کام

ہمیشہ جاری رکھا جائے اور نیکی اور بھلائی کی دعوت میں کمی نہ آئے نیز اگر کوئی خواہ مخواہ الجھنا چاہے تو بے سود مناظروں میں نہ الجھا جائے بلکہ ان سے دامن بچانا چاہیئے اور جہلا کے ساتھ وقت برباد نہ کرنا چاہیئے ہاں اگر اسلام یا مسلمانوں کو خطرہ پیدا ہو جائے تو دفاع کرنا جہاد اور فرض ہو جائے گا۔

اگر کبھی غصہ آنے لگے تو فوراً اللہ سے پناہ مانگیں کہ غصہ شیطانی وساوس میں سے ہے اور شیطان سے بچنے کا سب سے آسان نسخہ اللہ کریم سے پناہ مانگنا ہے کہ وہ سنتا بھی ہے اور ہر آن ہر شے سے آگاہ بھی ہے۔ یہاں بھی ایسا ہی غصہ مراد ہے جو اپنی ذات کے لیے آئے اگر دینی امور پر غصہ آئے اور انسان برائی کے مقابلہ کے لیے جوش و جذبے سے کوشاں ہو تو یہ اللہ کی دی ہوئی توفیق ہے لیکن بعض اوقات لوگوں کی طعن و تشنیع اور جاہلانہ الزامات سے بہت دکھ ہوتا ہے اور اپنی ذات کا دفاع کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جو عموماً جھگڑے اور فساد کا باعث بنا کرتا ہے لہذا ایسا جوش وساوس ابلیس میں سے ہے فوراً تعوذ پڑھا جائے تو طبیعت سنبھل جاتی ہے جن لوگوں کو دل کا حال حاصل ہے یعنی تقویٰ اور بصیرتِ قلبی اگر ان کے ساتھ ایسا حادثہ پیش آئے کہ شیطان انہیں بہکانے لگے تو فوراً اللہ کریم کا ذکر شروع کر دیتے ہیں یا دِ الہٰی میں لگ جاتے ہیں

صاحب بصیرت لوگ

اور اس کی برکت سے ان کے دل روشن ہو کر حقیقت الامر کو پا لیتے ہیں اور شیطان کے فریب سے بچ جاتے ہیں اور دوسرے لوگ جنہوں نے شیاطین کی غلامی ہی اپنا رکھی ہے اور انہی کے بھائی بن رہے ہیں تو شیاطین انہیں مزید گمراہی کی دلدل میں ہی کھینچتے چلے جاتے ہیں۔

بہت بڑا معجزہ

بعض اوقات خاص خاص معجزات کا مطالبہ کرتے ہیں اور وہ مطالبہ پورا نہ ہو تو نبوت و رسالت کا انکار کرتے ہیں جبکہ آپؐ کے معجزات تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ تھے اور جب بے شمار معجزات سے آپؐ کی رسالت ثابت ہو چکی تو محض ضد اور ہٹ دھرمی ہے کہ فلاں بات ظاہر ہو تو مانیں گے جیسے کوئی عدالت میں مطلوبہ شہادت پیش کر دے مگر مدعی مطالبہ کرے کہ نہیں فلاں فلاں آدمی شہادت دیں تب بات ہوگی تو ظاہر ہے اس کی اجازت نہ دی جائے گی یہی بات یہاں ہے بلکہ ان سے کہیے کہ میں اس بات کی پیروی کرتا ہوں جو اللہ کی طرف سے مجھ پر اتاری جاتی ہے اور یہ وحی کتاب بہت بڑا معجزہ ہے آپؐ کی ذات آپ کا جمال آپؐ کے کمالات کے ساتھ یہ کتاب جس میں زندگی گزارنے کا ہر قاعدہ اور

ضرورت کے ہر کام کی صحیح انداز میں رہنمائی موجود ہے اور رحمتِ الٰہی کے ساتھ یعنی آسان ترین انداز میں۔ مگر یہ سب فائدے تو جب نصیب ہوں جب کوئی مانے بھی۔ یعنی یہ انعامات تو ایمان سے تعلق رکھتے ہیں اور ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ جب قرآنِ حکیم پڑھا جا رہا ہو تو پوری توجہ سے سنا جائے اور نہایت خاموشی کے ساتھ تاکہ پوری توجہ اسی طرف رہے اور سننے میں متوجہ ہونے سے مراد ہے کہ سُن کر اس پر عمل کرنے کی بھی کوشش ہو تاکہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت نصیب ہو۔

تلاوتِ قرآن مجید کے آداب

نماز میں خاموش رہ کر سنا تو جاتا ہے ساتھ متوجہ بھی رہنا چاہیئے۔ خطبہ جمعۃ المبارک میں بھی کلام جائز نہیں اور نہ سنت وغیرہ پڑھی جائے۔

ہاں علما کے نزدیک یہ سننا اور کان لگانا اسی صورت میں واجب ہے جب سنانے کے لیے پڑھا جا رہا ہو اگر چند لوگ کسی جگہ بیٹھ کر تلاوت کر رہے ہوں تو ایک دوسرے کے لیے خاموشی کی ضرورت نہیں ہے نہ ہی ممکن ہے اور عملاً سنانے کے لیے ایسے حال میں نہ پڑھا جائے کہ لوگوں کے لیے سننا ممکن ہی نہ ہو جیسے مساجد سے لاؤڈ سپیکر پہ ساری ساری رات تلاوت ہوتی ہے یا ایسے مجمع میں جہاں لوگ گپ ہانک رہے ہوں ریڈیو وغیرہ سے قرآن کا درس اونچی آواز میں لگانا کہ اس طرح کرنے والا بے ادبی کا مرتکب ہو گا نیز اس طرح تلاوت کرنا بھی جائز نہیں جو کسی دوسرے کی عبادت یا آرام میں مخل ہو اور جب کہیں سے بھی تلاوت کی آواز آئے تو بہتر طریق یہی ہے کہ خاموش رہا جائے اور توجہ سے سُنا جائے۔

ذکرِ الٰہی کی تاکید اور طریقۂ ذکر

اور آخر میں ذکرِ الٰہی کی تاکید اور طریقہ ارشاد ہوتا ہے کہ تمام مسلمانوں سے فرما دیجئے اللہ کریم کا ذکر کیا کریں قرآن کی تلاوت کریں تسبیحات پڑھیں یا ذکرِ قلبی حاصل کر لیں تو سب ہی اس میں داخل ہوں گے چونکہ تلاوت اور ذکر کے آداب ایک جیسے ہیں۔ نیز یہاں مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں کہ اس سے جمہور کے نزدیک مطلق ذکر اللہ مراد ہے۔

سب سے بہترین صورت یہ ارشاد ہوئی کہ اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کیا کر نہایت عجز سے اور اس کی عظمت کے پیشِ نظر اپنی بے بسی کو دیکھ کر ڈرتے لرزتے ہوئے۔ یا پھر اگر پکار کر کرنا چاہے تو نہایت دھیمی آواز سے یعنی

چیخ چیخ کر یا لاؤڈ اسپیکر پہ ذکر کرے۔

خفی

اس سے مراد قلبی ذکر ہے جس میں زبان شامل ہو یا نہ ہو کوئی فرق نہیں پڑتا اور یہ اس تزکیہ کے طفیل نصیب ہوتا ہے جو آپؐ کے فرائض نبوت میں سے ہے کہ محض آپؐ کی مجلس عالی میں حاضر ہونے والا مومن بیک نگاہ شرف صحابیت سے مشرف ہو جاتا اور صحابہؓ کا یہ شان خود قرآن میں بیان ہوا ہے کہ ان کے وجود کھال سے لیکر دل تک ذاکر ہو گئے تھے اور یہی دولت صحابہؓ کی مجالس میں تابعینؒ کو نصیب ہوئی پھر نسلاً بعد نسلٍ یہ کیفیات قلبی اہل اللہ سے سینہ بسینہ منتقل ہو کر خلقِ خدا کے دلوں کو سیراب کرتی رہیں جب دل ذاکر ہو جاتا ہے تو پھر کوئی لمحہ ذکر سے غافل نہیں رہتا آدمی کام کر رہا ہو یا آرام سفر ہو یا حضر دل کی ہر دھڑکن کئی کئی بار اللہ کا نام پکارتی ہے اور اسی سے حقیقی تفکر نصیب ہوتا ہے جسے مراقبہ بھی کہا جاتا ہے کہ گردن نیچی کر کے کیفیات میں کھو جانے کو مراقبہ کا نام دیا گیا یہ بہت عظیم نعمت ہے اور جب یہ نصیب ہو تو عبادات اور اعمال کی لذات کو یہاں بھی محسوس کیا جا سکتا ہے نیز گناہ کی کراہت بھی متشکل نظر آ سکتی ہے۔

ذکر جہر

دوسرا طریقہ ذکر جہر ہے جسے ذکر لسانی بھی کہتے ہیں اور جو زبان سے کیا جاتا ہے تلاوت ہو یا مختلف تسبیحات یا اسم ذات کا ذکر لسانی کرنا بھی درست ہے مگر یہ ضروری ہے کہ دھیمی آواز سے دونَ الجہر یعنی شور کے بغیر کیا جائے جس سے خود کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ نصیب ہو اور کسی بھی دوسرے آدمی کی عبادات، آرام یا نیند میں خلل نہ آئے اور لوگوں کو سنا کر ریا کا مرتکب نہ ہوا جائے یاد رہے مختلف سلاسل میں ذکر لسانی کرایا ضرور جاتا ہے مگر صرف مبتدی کو اور متوجہ کرنے کے لیے آخر کار اسے بھی ذکر قلبی اور خفی سکھایا جاتا ہے لہٰذا ذکر کے دونوں طریقے اپنے آداب کے ساتھ درست اور جائز ہیں۔ اور یہی حکم تلاوت کا بھی ہے نیز نماز میں بھی اسی حد تک جہر کی اجازت ہے اور یہی آداب تلاوت ضروری ہیں۔

ذکر کتنی دیر کیا جائے اور کس وقت کیا جائے

تو فرمایا بالغدوِّ والاٰصال یعنی صبح اور شام۔ یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ صبح اور شام دو وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر ضرور کیا جائے اور اس کا اہتمام کیا جائے مگر حقیقی معنیٰ یہ ہو گا کہ صبح شام بول کر رات دن، اور ہر وقت مراد لیا جائے جیسا کہ حضرت عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر حال میں اور ہر آن

ذکر کیا کرتے تھے نیز جب ذکر قلبی مراد ہوگا تو پھر اس میں وقفہ آنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا وہ تو رات دن سوتے

چلتے پھرتے ہر حال میں جاری رہے گا اسی لیے ذکر لسانی اور جہری سے حصولِ ذکر قلبی ہی مراد ہوتا ہے اور یہ یاد رہے

کہ قلبی اور خفی ذکر صرف صحبت شیخ سے نصیب ہوتا ہے اس کے علاوہ اسکے حصول کا کوئی راستہ نہیں اور قلبی ذکر کا حامل ذکر لسانی

بھی بہت بہتر طور پر کرتا ہے مگر ہر ذکر لسانی کرنیوالا ضروری نہیں کہ ذکر قلبی کو پالے کہ یہ نور دل کو منعکس ہوتا ہے۔

نیز یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ جب تک کوئی حدود شرعیہ سے تجاوز نہ کرے جس طرح چاہے ذکر کر سکتا ہے اور

اصل صورتِ حال یہ ہے کہ بندہ کبھی غافلوں میں شامل نہ ہو کوئی لمحہ ایسا نہ آئے کہ یادِ الٰہی سے غفلت وارد ہو اس

لیے کہ غفلت ہی موت ہے اور حضوری کا نام حیات ہے اور یہ دائمی یاد صرف ذکر قلبی ہی سے نصیب ہو سکتی ہے نہ

مقربین کا وصف

کہ غفلت سے اسلیئے ذکر ضروری ہے۔ اس کی بارگاہ کا خاصہ یہ ہے کہ جو

جتنا قریب ہوتا ہے اتنا زیادہ عبادت میں کمربستہ ہو جاتا ہے اور اس

کے مقرب بندے ہوں یا فرشتے انبیاء ہوں یا اولیاء اس کی عبادت کرنے سے تکبر نہیں کرتے۔ نہ عقاید کی اصلاح

قبول کرنے میں انہیں کوئی چیز رکاوٹ بنتی ہے اور نہ عبادات کی ادائیگی میں ہمیشہ اس کی پاکیزگی اور عظمت

بیان کرتے اور اسے یاد کرتے رہتے ہیں اور اس کی بارگاہ میں سربسجود رہتے ہیں۔ یہاں سجدہ کہہ کر عبادات نافلہ

مراد لی گئی ہیں اور سجدہ چونکہ عبادات میں ایک خاص حیثیت کا حامل ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ارشاد

ہے کہ بندہ کو سجدہ میں سب سے زیادہ قریب ہونا نصیب ہوتا ہے لہٰذا سجدہ میں دعا کیا کرو امام صاحب کے نزدیک

تو کثرتِ سجود سے مراد کثرتِ نوافل ہے اس کے باوجود اگر صرف سجدہ کرکے دعا کی جائے تو بھی جائز ہے بہرحال

مقربین بارگاہ عبادت سے مستغنی نہیں ہو جاتے جیسا کہ جاہلوں کا گمان ہوتا ہے اور بے نمازوں کو بہت پہنچا ہوا

سمجھ لیتے ہیں بلکہ مقربین تو کثرت سے عبادت کرتے اور سجدے کرتے ہیں۔

حدیث شریف میں جنت میں جانے اور بلندیٔ درجات کو پانے کے لیے کثرتِ سجود کا حکم موجود ہے یعنی نوافل کثرت

سے پڑھا کرے اور ظاہر ہے نوافل پڑھنے والا فرائض و سنن تو ادھر حسن و خوبی سے ادا کرے گا۔

وفقنا اللہ تعالیٰ۔ وصلی اللہ علی حبیبہ محمدٍ والہ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

۸ رمضان المبارک ۱۴۰۹ ہجری مطابق اپریل ۱۹۸۹ء

سورہ اعراف مکمل ہوئی وما توفیقی الا باللہ۔